خانوادۂ علم اللّٰہی

حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ اور ان کے بنی اعمام واخلاف کے حالات زندگی اور ان کی دینی وعلمی خدمات، ساتھ میں اسلاف کرام کا مختصر تذکرہ۔

از

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

ترتیب وپیشکش:

محمد حمزہ حسنی

ناشر:

سید احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بار دوم

۱۴۳۰ھ ----- ۲۰۰۹ء

نام کتاب : خانوادۂ علم اللہی
مصنف : مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ
کمپوزنگ : عطاء الرحمٰن
مطبوعہ : کاکوری آفسٹ پریس لکھنؤ

ناشر:

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	عرض مرتب	۹
۲	مقدمہ	۱۱
۳	پیش لفظ	۱۵
۴	اسلاف کرام	۱۹
۵	عبداللہ المحض	۱۹
۶	محمد ذوالنفس الذکیہ شہید	۲۰
۷	حضرت سید شاہ علم اللہ رائے بریلوی	۲۷
۸	مولانا سید ہدایت اللہ	۳۷
۹	حضرت شاہ محمد آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ	۴۰
۱۰	حضرت سید محمد ہدیٰ ابن حضرت شاہ علم اللہ	۴۳
۱۱	سید شاہ ابو حنیفہ بن حضرت سید شاہ علم اللہؒ	۴۵
۱۲	حضرت شاہ سید محمد جی بن حضرت شاہ علم اللہ	۴۶
۱۳	میر محمد احسن بن حضرت شاہ آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہؒ	۴۸
۱۴	حضرت شاہ محمد ضیاء بن حضرت شاہ آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہ	۵۰
۱۵	حضرت شاہ سید محمد صابر بن حضرت شاہ محمد آیت اللہ	۵۱
۱۶	میر عظیم الدین شہید	۵۴
۱۷	حضرت سید محمد نور	۵۶
۱۸	میاں سید محمد ثناء بن حضرت سید محمد ہدیٰ	۵۷
۱۹	سید عبدالباقی	۵۸
۲۰	مولانا سید محمد حکم	۵۹
۲۱	حضرت مولانا سید محمد عدل عرف شاہ لعل صاحب	۶۱
۲۲	سید محمد جامع شہید	۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

۲۳	سید محمد ممتاز	۶۵
۲۴	سید محمد ملتزم	۶۶
۲۵	حضرت مولانا شاہ ابو سعید حسنیؒ	۶۷
۲۶	مولانا سید محمد نعمان	۷۱
۲۷	مولانا سید محمد حیا	۷۴
۲۸	مولانا سید محمد معین	۷۷
۲۹	حضرت مولانا شاہ محمد واضح محدث	۷۸
۳۰	مولانا شاہ ابو اللیثؒ	۸۴
۳۱	مولوی سید عبد السبحان	۸۶
۳۲	مولانا سید محمد عرفان ابن سید محمد نور	۸۷
۳۳	مولانا سید قطب الہدیٰ بن مولانا محمد واضح محدث	۸۹
۳۴	سید محمد ابراہیم بن مولانا سید محمد عرفان	۹۴
۳۵	مولانا سید محمد اسحٰق	۹۵
۳۶	مولانا سید محمد جامع	۹۸
۳۷	حضرت سید احمد شہیدؒ	۱۰۳
۳۸	ولادت	۱۰۳
۳۹	خدمت و عبادت	۱۰۳
۴۰	سفر لکھنؤ و دہلی	۱۰۳
۴۱	سلوک کی تکمیل	۱۰۴
۴۲	مولانا عبد الحی اور مولانا اسماعیل صاحب	۱۰۵
۴۳	مختلف علاقوں کا دورہ	۱۰۵
۴۴	مفتی الٰہی بخش کی بیعت و ارادت	۱۰۶
۴۵	رائے بریلی کا قیام اور لکھنؤ کا سفر	۱۰۷
۴۶	حج	۱۰۸
۴۷	ہجرت و جہاد	۱۰۹
۴۸	بیعت امامت	۱۰۹
۴۹	مقابلہ اور کامیابی	۱۱۱
۵۰	منافقین کی سازش	۱۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

۱۱۲	عام تائید	۵۱
۱۱۲	مرکز کی تبدیلی	۵۲
۱۱۲	مشہد بالاکوٹ	۵۳
۱۱۴	شہادت کے بعد	۵۴
۱۱۶	خلفاء	۵۵
۱۱۷	فیض وتاثیر	۵۶
۱۱۸	مولوی سید احمد علی شہید	۵۷
۱۲۰	سید حسن مثنی شہید	۵۸
۱۲۲	سید ابومحمد شہید	۵۹
۱۲۵	سید ابوالحسن شہید	۶۰
۱۲۷	مولانا حکیم سید محمد اسلم شہید	۶۱
۱۲۸	مولانا سید غلام جیلانی	۶۲
۱۳۰	مولانا سید قطب الدین محمد	۶۳
۱۳۱	مولانا سید مصطفیٰ	۶۴
۱۳۲	مولانا حافظ سید محمد	۶۵
۱۳۴	مولانا سید نجم الہدیٰ	۶۶
۱۳۵	سید علم الہدیٰ	۶۷
۱۳۶	مولانا سید محمد یٰسین نصیر آبادی	۶۸
۱۳۷	سید معصوم احمد	۶۹
۱۳۹	مولانا سید محمد علی	۷۰
۱۴۳	مولانا سید حمید الدین بن مولوی سید عبدالسبحان	۷۱
۱۴۴	مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادی	۷۲
۱۴۸	مولانا سید محمد طٰہٰ	۷۳
۱۴۹	مولانا سید محمد ظاہر	۷۴
۱۵۵	مولوی سید سراج احمد نصیر آبادی	۷۵
۱۵۶	حافظ سید محمد احسن بن حضرت شاہ ابوسعید	۷۶
۱۵۷	سید زین العابدین عرف میاں عابد	۷۷
۱۵۸	سید محی الدین احمد	۷۸

۷۹	سید عبدالشکور	۱۵۹
۸۰	حافظ سید محمد یعقوب	۱۶۰
۸۱	سید محمد اسماعیل	۱۶۲
۸۲	سید محمد یوسف	۱۶۳
۸۳	مولانا سید محمد نصیرآبادی	۱۶۳
۸۴	سید عبدالرحمٰن بن مولوی سید عبدالسبحان	۱۶۵
۸۵	مولوی سید محمد امین اگھا میاں	۱۶۶
۸۶	سید محمد مستقیم نصیرآبادی	۱۶۸
۸۷	شاہ سید محمد معین	۱۷۰
۸۸	مولوی سید علی مرتضیٰ	۱۷۱
۸۹	حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیرآبادی	۱۷۲
۹۰	مولوی سعیدالدین	۱۷۵
۹۱	مولوی سید عبدالباقی	۱۷۷
۹۲	سید عبدالوہاب	۱۷۹
۹۳	حکیم مولوی سید سراج الدین	۱۸۰
۹۴	بخشی سید نورالہدیٰ	۱۸۱
۹۵	مولوی سید ابوالقاسم بن مولوی سید احمد علی شہید	۱۸۲
۹۶	مولوی سید نظام الدین	۱۸۴
۹۷	مولوی سید نجم الدین	۱۸۵
۹۸	مولانا سید عبدالجلیل	۱۸۶
۹۹	سید محمد سعید ٹونکی	۱۸۸
۱۰۰	سید محمد اسحاق عرف کلو میاں	۱۸۹
۱۰۱	سید عبدالغنی رائے بریلوی	۱۹۱
۱۰۲	مولوی حافظ سید احمد علی عرف چنو میاں	۱۹۲
۱۰۳	مولوی سید رشیدالدین رائے بریلوی	۱۹۳
۱۰۴	حکیم مولوی سید محمد یامین	۱۹۵
۱۰۵	مولوی سید احمد حسن نصیرآبادی	۱۹۶
۱۰۶	مولانا سید محمد حسین نصیرآبادی	۱۹۷

www.abulhasanalinadwi.org

۱۰۷	مولوی سید موسیٰ ٹونکی	۱۹۸
۱۰۸	سید عبدالواحد رائے بریلوی	۱۹۸
۱۰۹	مولانا سید محمد مصطفیٰ ٹونکی	۱۹۹
۱۱۰	حافظ سید محمد یونس	۲۰۰
۱۱۱	حکیم سید محمود عرف مہدی	۲۰۱
۱۱۲	بخشی سید محمد عثمان	۲۰۲
۱۱۳	بخشی سید محمد ٹونکی	۲۰۳
۱۱۴	مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی	۲۰۴
۱۱۵	ولادت	۲۰۴
۱۱۶	ادبی ذوق اور شعر وسخن	۲۰۵
۱۱۷	حضرت شاہ ضیاء النبیؒ	۲۱۰
۱۱۸	سید عبدالرشید	۲۱۳
۱۱۹	مولوی سید اسماعیل	۲۱۴
۱۲۰	حاجی سید احمد	۲۱۶
۱۲۱	سید محمد نعیم	۲۱۹
۱۲۲	مولانا سید محمد عرفان	۲۲۱
۱۲۳	مولوی سید احمد سعید	۲۲۴
۱۲۴	مولوی حافظ عبدالرزاق کلامی بن سید محمد سعید صاحب صمصام الاسلام	۲۲۵
۱۲۵	سید حمید الدین رعنا	۲۲۹
۱۲۶	مولانا سید خلیل الرحمٰن نصیر آبادی	۲۳۰
۱۲۷	منشی سید عبداللہ نصیر آبادی	۲۳۱
۱۲۸	مولوی جلیل احمد	۲۳۲
۱۲۹	منشی سید محمد نصیر آبادی گویا	۲۳۴
۱۳۰	مولانا حکیم سید عبدالحیؒ	۲۳۵
۱۳۱	مولانا سید فاروق احمد ندوی	۲۴۱
۱۳۲	مولانا سید امین نصیر آبادی	۲۴۳
۱۳۳	حافظ ڈپٹی عبدالستار حافظ نصیر آبادی	۲۴۸
۱۳۴	حافظ سید محمد احسن شوقی	۲۴۹

۱۳۵	مولوی سید خلیل الدین احمد	۲۵۴
۱۳۶	مولانا حکیم محمد متین یمین نصیر آبادی	۲۵۶
۱۳۷	سید امین الدین احمد بن رشید الدین	۲۵۷
۱۳۸	حافظ سید عبید اللہ	۲۵۸
۱۳۹	سید محمد عمر حسنی (انجینئر)	۲۶۰
۱۴۰	سید احمد سعید صاحب حسنی	۲۶۲
۱۴۱	حافظ سید عبد اللہ	۲۶۴
۱۴۲	مولانا سید عزیز الرحمٰن رائے بریلوی	۲۶۵
۱۴۳	مولوی حکیم سید محمد اسحاق	۲۶۸
۱۴۴	مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی	۲۷۰
۱۴۵	محترمہ خیر النساء بہتر صاحبہ	۲۷۵
۱۴۶	مولانا سید محمد طلحہ حسنی ایم۔اے	۲۸۲
۱۴۷	سید سراج النبی	۲۸۶
۱۴۸	مولوی سید ابو الخیر برق	۲۸۸
۱۴۹	حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنی	۲۹۰
۱۵۰	سیدہ امۃ اللہ تسنیم	۲۹۴
۱۵۱	اوصاف وکمالات اور اخلاق	۲۹۶
۱۵۲	مولانا سید محمد الحسنی۔	۲۹۷
۱۵۳	سید محمد احمد بن امین الدین (بیرسٹر صاحب)	۳۰۱
۱۵۴	سید احمد الحسنی ٹونکی	۳۰۲
۱۵۵	ڈاکٹر سید حسن مثنیٰ حسنی	۳۰۵
۱۵۶	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۳۰۷
۱۵۷	مولانا سید ابو بکر حسنی	۳۱۵
۱۵۸	سید حسین حسنی	۳۱۷
۱۵۹	عزیزی محمد ثانی مرحوم از: حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ	۳۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد أله و صحبه أجمعين !

اللہ تعالیٰ کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اس نے والد مرحوم مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ کی تالیف ''خانوادۂ علم اللہی'' کو منظر عام پر لانے کی توفیق بخشی۔

مولانا محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ نے حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ ان کے اسلاف، ان کی اولاد اور ان کے بنی اعمام کے حالات جمع کیے اور اس میں بڑی محنت اور جستجو سے کام لیا، اس طرح ایک بڑی تعداد کے حالات ضبط تحریر میں آ گئے، لیکن پھر بھی خاصی تعداد میں ایسے لوگ رہ گئے جن کے نام اہمیت کے ساتھ ملتے ہیں لیکن حالات نہیں ملتے بعض خاندانی بیاضیں جن کا تذکرہ ملتا ہے اور جن سے حالات کا علم ہو سکتا تھا وہ اب دستیاب نہیں بعضوں کے بارے میں یہ تذکرہ سننے کو ملتا ہے کہ دریائے سئی کے سیلابوں کی نذر ہو گئیں اور بعض ایسے کتب خانوں میں ہیں جو زیادہ محفوظ ہیں، مولانا اپنی زندگی میں تلاش و جستجو میں رہے اور جو حالات ملتے رہے ان کو تحریر کرتے رہے لیکن ان کی زندگی میں اس کتاب کی ترتیب و اشاعت کا موقع نہ آ سکا، اب یہ سوچ کر کہ اگر مزید حالات کے ملنے کا انتظار کیا جاتا رہا تو کہیں یہ مسودہ بھی دست برد زمانہ کا شکار نہ ہو جائے، اس لئے اس کو ترتیب دے کر اشاعت کی جا رہی ہے۔

مولانا رحمہ اللہ کے بعد خاندان کے جن ممتاز افراد کی رحلت ہوئی ان کا تذکرہ

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس میں شامل کیا جارہا ہے اور لکھنے والے کا نام حاشیہ میں ظاہر کردیا گیا ہے، اسی طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا جتنا حال مولانا رحمہ اللہ نے لکھا تھا اس کے آگے ضروری معلومات تحریر کردی گئی ہیں اور اس کی وضاحت کردی گئی ہے کہ کہاں تک مولاناؒ کی تحریر ہے۔

مولانا علیہ الرحمۃ کی وفات پر ان کے خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ماہنامہ رضوان لکھنؤ کے "مولانا محمد ثانی حسنی نمبر" کے لئے جو مضمون لکھا تھا اس کو اس کتاب کے آخر میں شامل کیا جارہا ہے، کہ اس سے بہتر اور موثر تحریر مل نہیں سکتی تھی۔

آخر میں راقم سطور، والد مرحوم کے دوست اور ہم درس مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کی خدمت میں شکر گزاری کے جذبات پیش کرتا ہے، جنہوں نے اپنی صحت کی کمزوری و مصروفیت کے باوجود اس کتاب کے لیے گرانقدر مقدمہ تحریر فرمایا۔ فجزاہ اللہ أحسن الجزا۔

راقم سطور برادر عزیز مولوی بلال عبدالحی حسنی سلمہ کا شکریہ ادا کرنا ان کے حق میں ظلم کرنا تصور کرتا ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری لی کیونکہ وہ میرے والد مرحوم کو بہت ہی عزیز بلکہ جگر کے ٹکڑے کی حیثیت رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی واعمال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

عزیز القدر مولوی محمود حسن حسنی ندوی پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے کہ انہوں نے اپنے نانا کی کتاب کی پروف ریڈنگ کی، قیمتی مشورے دیئے اور بعض افراد کے تذکرے بھی لکھے جس کی وضاحت تذکروں کے آخر میں کردی گئی ہے، اس کتاب میں اگر کوئی تسامح نظر آئے تو اس کو مرتب کی لغزش سمجھا جائے اور مطلع کر کے ممنون کیا جائے۔

۲۰ / ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

محمد حمزہ حسنی
گوئن روڈ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از: مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

نہر کابل سے خلیج بنگال تک کی اسلامی تاریخ ناقص اور نامکمل سمجھی جائے گی اگر اس میں سادات حسنی کا ذکر نہ ہو جو نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں آباد تھے اور وہاں سے دریائے سئی کے ساحل پر ایک کچی دیواروں کی مسجد اور ایک خس پوش مکان بنا کر قیام پذیر ہو گئے، ظاہری آنکھوں نے اس وقت یہی دیکھا کہ دنیا کی کشاکش سے منھ پھیر کر جوگیوں اور سنیاسیوں کی طرح اس خاندان نے پناہ لی ہے اور ذکر الٰہی کو اپنا شعار بنایا ہے، مگر تاریخ کے چند ہی اوراق الٹے تھے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے دین کی خاطر وہ قربانی دی جو صحابہ کرام کے بعد چشم فلک نے نہیں دیکھی جہاں ''اعلاء کلمۃ اللہ'' خالص نیت کے ساتھ کی گئی ہو، شاہ علم اللہؒ اس خاندان کے سرخیل تھے، جنہوں نے اپنی نوجوانی میں اس علاقہ کو اللہ کے ذکر سے آباد کیا اور اس کی مقبولیت کے آثار دیکھے گئے اور دیکھے جا رہے ہیں، اب تک ہر دور میں کوئی نہ کوئی اللہ والا فرشتہ صفت مرشد یہاں سے اٹھا اور اس نے دین کا چراغ روشن رکھا، ان لوگوں نے محض اللہ کے نام کو آباد کرنے کے لئے اس سرزمین پر اپنا پڑاؤ ڈالا، اس کے انعامات سے بھی مستفید ہوتے رہے اور آزمائشوں سے بھی دوچار ہوئے، راحت و آرام کی کچھ ساعتیں بھی ملیں اور افلاس کی سختیاں بھی برداشت کیں، حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے میر محمد معینؒ کے نام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہ خط شاہد ہے کہ یہ خاندان علمی و دینی حیثیت سے ہر دور میں ممتاز رہا، شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''سیادت و نجابت مآب، عزیز القدر، سلالۃ الکرام میر سید محمد معین سلمہ اللہ تعالی اپنے خیر اندیش فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے سلام محبت التیام کے بعد مطالعہ کریں۔''

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کا نامۂ مشکیں شمامہ بہترین اوقات میں وارد ہوا، اور اس میں جو کچھ تحریر کیا گیا تھا واضح ہوا، اس طرف کے علماء نے جو فتویٰ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے، لیکن فقیر کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے اسلاف کرام نے جو کچھ پایا ہے، ہمت عالیہ سے پایا ہے۔

حضرت سید شاہ علم اللہ قدس سرہ السامی کا دنیا پر لات مارنا اور تمام جھگڑوں سے ان کا یکسو ہو جانا اظہر من الشمس ہے، فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت شاہ علم اللہ کی اولاد میں ہمت عالی اس وقت تک موجود ہے، یہی توجہ خاطر اور (ہمت عالی) مطلوب و مقصود ہے۔

سید اور سنی ہو جانا جو کہ نوادر میں سے نادر ایک شئے ہے، حضرت سید موصوفؒ کے خاندان میں ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس خاندان کو مزید اکرام کے ساتھ اور خصال حمیدہ و پسندیدہ کی توفیق کے ساتھ مکرم رکھے، اور آپس میں سب کو متحد و متفق رکھے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اللہ رحم کرے اس شخص پر جو بیچنے اور خریدنے اور تقاضہ کرنے میں نرمی اختیار کرے" وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ، جو چیز بطریق سہولت حاصل ہو جائے مبارک ہے اور جو چیز مزاجوں کی سختی، ناراضگی اور قطع رحمی کے بعد حاصل ہو، اور اس کے بعد حاصل ہو کہ دوست اور دشمن میں اس کا چرچا ہو، اور ہر بیوقوف اعتراض کی گنجائش پائے تو ایسی چیز سے کیا فائدہ ہوگا؟ عام لوگوں کا کام اور ہے، عالی ہمت لوگوں کا کام اور ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بلند ہمتی کو پسند فرماتا ہے۔

اس خیر اندیش مخلص کی خیر خواہی کو آپ تک پہونچانے والا (حافظ شیرازی) کا یہ شعر ہے۔

مصلحت دین من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذرانند، وخم طرۂ یارے گیرند

(میری مصلحت دید یہ ہے کہ احباب سب کام چھوڑ دیں اور طرۂ دوست کو پکڑ لیں۔" (۱)

والسلام

شاہ صاحب کی "مصلحت دین" کے مطابق اس خاندان کے افراد نے سب کام چھوڑ کر طرۂ دوست کو پکڑ لیا، اور اس خاندان میں شاہ علم اللہؒ کے صاحبزادہ شاہ آیت اللہ حسنیؒ،

(۱) نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد اول مرتبہ حضرت شاہ عبد الرحمٰن پھلتی شرح و ترجمہ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی ص/ ۳۰۳ ر ۳۰۴، طبع اول ۱۴۱۹ھ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور سید محمد عدل عرف شاہ لعل، مولانا شاہ محمد صابرؒ، شاہ ابوسعید اور ان کے صاحبزادہ شاہ ابواللیث، مولانا سید محمد واضح محدث، مولانا سید محمد ظاہر (خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی، آخری دور میں شاہ ضیاء النبیؒ، مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ ہر ایک اپنی ذات سے ایک مدرسہ، ایک خانقاہ، اور ایک زاویۂ اہل ذکر تھا، اسی خاندان کے افراد میں مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ نزھۃ الخواطر اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ بھی ہیں جن کو عالم اسلام کا گل سرسبد کہنے میں کسی نے تامل نہیں کیا اور جن کو دنیا ایک زبان ہو کر کہا:

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته

والبيت يعرفه والحل والحرم

اس خانوادہ کی تاریخ مختصر، مفصل حضرت سید صاحب کی سیرت کے ضمن میں گزری ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے "سیرت سید احمد شہید" کے پہلے ایڈیشن میں جو پیش لفظ تحریر فرمایا ہے "مسافر اسلام ہندوستان کے بتکدہ میں" وہ اگرچہ بہت مختصر لیکن بہت جامع ہے، اس خاندان کا حق تھا کہ اس کے روحانی تسلسل کو باقی رکھنے والے افراد کو دنیا یاد رکھے اور اس حقیقت کو سمجھے کہ اللہ کے جس بندہ نے رشتہ عبودیت کو مستحکم کیا اس کو زوال نہیں ہے، چہرے اور نقشے بدلتے رہے کہ یہ سنت الٰہی ہے مگر اللہ کے نام کی گرمی آج بھی اس خطہ میں سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، یہ خاندان اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنی زبان، اپنا نسب، اپنا عقیدہ نیز سادات ہاشمی کی تمام خصوصیات کے ساتھ باقی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر دور میں کوئی نہ کوئی صاحب کیف وحال پیدا کرتا رہا ہے جس سے اس گاؤں کی چاندنی مدھم نہیں پڑی۔

مولانا محمد ثانی مرحوم اس خاندان کی ایک متاع بے بہا تھے، ان کا ادبی شعور پختہ، طبیعت موزوں، مزاج صوفیانہ اور خدارسی اور دعا کا اہتمام ان کو وراثت میں ملا تھا، وہ اپنے ماموں جی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ کے جگر گوشہ اور نور دیدہ تھے، تقدیر الٰہی کو کوئی نہیں جانتا، بہر حال اللہ کی مشیت نے ان کو جلد اٹھا لیا، مگر اس عرصۂ حیات میں وہ بہت کام کر گئے، مولانا محمد یوسف ابن مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی سوانح آٹھ سو صفحات میں لکھی، جو آج تک اپنے موضوع پر مستند مراجع ہے، اپنے شیخ و مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبؒ کی فرمائش پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی سوانح ایک ہزار صفحے میں لکھی، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پوتے مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم کا تذکرہ بھی شیخ کے اشارہ پر مرتب فرمایا ان کو دیکھ کر اہل اللہ ایک نظر میں یہی کہتے تھے کہ یہ چہرہ اللہ والے کا چہرہ ہے، ان کی ادائیں دینداروں کی ادائیں ہیں، ان کے اندر تواضع، محبت، ملنساری ایسی ہے جو سادات ہاشمی کی پہچان ہے، ان کی طبیعت موزوں تھی، مگر موزونیت حمد وثنا، نعت ومناجات کے تابع تھی انہوں نے متعدد مدرسوں کے ترانے بھی لکھے، ندوہ کے لئے جو ترانہ ان کے ذوق نے تراشا اس کے پس پردہ ان کی تصویر نظر آتی ہے، جب بچے ایک خاص دھن میں پڑھتے ہیں:

ہم نازش ملک وملت ہیں، ہم سے ہے درخشاں صبح وطن
ہم تابش دیں، ہم نور یقین، ہم حسن عمل، ہم خلق حسن

تو مجھے ایسا لگتا ہے کوئی مست نگاہ ساقی ہو نہ ہو مولوی محمد ثانی مرحوم ضرور ایسے مست نگاہ ساقی تھے جن سے نمایاں شان وطن تھی۔

مولانا محمد ثانیؒ نے اپنے خاندان کی مکمل تاریخ لکھی ہے، جس میں نصیر آباد، ٹونک اور سئی ندی کے ساحل پر آباد ہونے والے خاندانوں کی تفصیلات مرتب کردی ہے، اور اس خاندان کا سلسلہ دینی وروحانی مزاج اس تاریخ کے ذریعہ آنے والے مصنفین کے سامنے رہے گا، مصنف مرحوم کے صاحبزادہ مولانا سید حمزہ حسنی سلمہ اللہ نے کمال سعادتمندی کے ساتھ اپنے باپ کے چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کیا ہے اور اب یہ دستاویز شائع ہو رہی ہے، حمزہ میاں سلمہ نے مجھ سے مقدمہ لکھوا کر ایک احسان کیا ہے کہ اہل اللہ کے ذکر اور ان کی روحانی عروج کا دور سے سہی ایک نقشہ دکھانے میں میرا حصہ بھی درج ہو جائے، ان کے والد مولانا محمد ثانیؒ میرے ہم عمر، ہم درس وہم نشیں تھے، درجات اور روحانیت میں مجھ سے بلند اور کہیں بلند تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات قیامت تک بڑھاتا رہے۔

عبداللہ عباس ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۷ر اپریل ۲۰۰۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین و الصلوة والسلام علی خیر المرسلین محمد و آله و صحبه أجمعين

۱۰۵۰ھ کا سال تھا کہ قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی کے سادات حسنی کا ایک سترہ سالہ نوجوان جس کا نام سید علم اللہ تھا اپنے مختصر کنبہ کو لے کر اپنے وطن سے نکلا اور رائے بریلی شہر سے ڈیڑھ میل مغربی جانب لب دریائے سئی طرح اقامت ڈالی اور اپنے مورث اعلیٰ اور جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اہلیہ اور مختصر سے کنبہ کو ایک غیر آباد جگہ اس نیت سے آباد کیا ﴿ربنا ليقيموا الصلوة.﴾

اللہ کے اس بندہ نے اپنے رہنے کے لئے ایک کچا گھر اور اللہ کی عبادت کے لئے ایک خس پوش مسجد تعمیر کی، تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان صالح کو ایسی محبوبیت و مقبولیت عطا فرمائی کہ دیکھتے ہی دیکھتے عوام وخواص کا ایسا رجوع ہوا کہ سب کی آنکھوں کا تارا اور دل کا سہارا بن گیا، اور اس کا شمار کبار مشائخ میں ہونے لگا، بڑے بڑے علماء اس کو بجائے سید علم اللہ کے حضرت سید شاہ علم اللہ یا حضرت جیو کے نام سے یاد کرنے لگے، رفتہ رفتہ خاندان حسنی کے دیگر افراد بھی دائرہ حضرت شاہ علم اللہ منتقل ہونے لگے اور یہ خطہ سادات حسنی کا اصل وطن بن گیا اور جو لوگ قدیم وطن نصیر آباد میں باقی رہے وہ بھی

www.abulhasanalinadwi.org

رشتہ داریوں کے ذریعہ تسبیح کے دانوں کی طرح باہم پیوست رہے، اور یہ پورا خاندان جو حضرت قطب الدین ثانی کی اولاد میں تھا خانوادۂ علم اللّٰہی کے نام سے موسوم اور مشہور ہوا، جس کے اصحاب علم وفضل اشخاص کے تذکرے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں آپ کی نظر سے گذریں گے، جن میں دیوان خواجہ سید احمد حسنی اور علامہ سید ہدایت اللہ حسنی نصیر آبادی جیسے بلند مرتبہ اشخاص نمایاں ہیں جن کی اولاد میں متعدد اہل علم ومعرفت گذرے ہیں جن میں حضرت خواجہ سید احمد حسنی نصیر آبادی کی شخصیت بڑی ممتاز ہے۔

حضرت سید شاہ علم اللہؒ نے ۱۰۸۲ھ میں دوسرا حج کیا اور واپسی پر اپنی اولاد اور مسترشدین کے تعاون سے خس پوش مسجد کی جگہ پر کعبۂ مکرمہ کی شکل میں پختہ مسجد تعمیر کی اس مسجد کی تکمیل ۱۰۸۴ھ میں ہوئی اور شب وروز اس میں عبادت الٰہی، ذکر وفکر، تعلیم وتربیت، مراقبہ اور توجہ کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں، اور الحمد للہ آج بھی دریائے سئی کے کنارہ واقع اس مسجد میں جو سکون قلب، طمانینت، قرار اور کیف وحضوری کی جو دولت نصیب ہوتی ہے وہ ایک نعمت عظمیٰ ہے، اس کیفیت کا احساس مختلف اوقات میں، مختلف مشائخ اور اہل دل بندگان خدا نے کیا ہے۔

خانوادۂ علم اللّٰہی میں علماء اور مشائخ کا جو تسلسل رہا ہے اس کی بھی تصدیق ہندوستان کے علماء اور مشائخ نے کی ہے، ان علم اللّٰہی علماء ومشائخ اور صاحبان فضل و کمال نے اسی مسجد کو اپنا مرکز بنایا عبادت وریاضت، ذکر وفکر اور درس وتدریس اور تربیت جہاد کا مبارک مشغلہ جاری رکھا اور یہیں سے ان کے فیوض ظاہری وباطنی کے چشمے جاری ہوئے، اور اس وقت اس خاندان کے گل سرسبد فخر علم ومشیخت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مسند علم وارشاد آراستہ کئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو تادیر قائم رکھے، آمین

حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے عالی مرتبت صاحبزادگان اور ان کے بعد حضرت سید شاہ ابوسعید حسنیؒ اور ان کے خلفاء، حضرت شاہ سید محمد عدل حسنی (شاہ لعل)

www.abulhasanalinadwi.org

اوران کے خلفاء، مولانا سید محمد واضح حسنی محدث اوران کے مسترشدین وتلامذہ، اور ان کے بعد مولانا سید قطب الہدیٰ حسنی اور سب سے بڑھ کر امام المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ کی ذات گرامی اوران کی رکاب تھامنے والے علماء نے اسی مسجد میں تربیت حاصل کی، اور ذکر وفکر سے اپنے کو آراستہ کیا۔ اور پورے متحدہ ہندوستان میں اسلام کے لئے جان دیدینے کا جذبہ عام کیا اسی کے ساتھ اصلاح عقائد واعمال کا بڑا کام کیا، بنگال سے لے کر کشمیر تک ان پاک نفس بندگان خدا کے نقوش قدم ملیں گے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد مولانا خواجہ سید احمد نصیرآبادیؒ، مولانا سید محمد ظاہر حسنی سے مشرقی اضلاع کو جو دینی فائدہ پہونچا اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ان کے بعد حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ، مولانا سید محمد عرفان حسنی ٹونکی، مولانا سید فخر الدین خیالیؒ، مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ، مولانا سید محمد امین نصیرآبادیؒ، مولانا سید محمد طلحہ حسنی ٹونکی سے علم وادب وتاریخ کی جو خدمت اور اصلاح عقائد واعمال ہوئی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

خانوادۂ علم اللّٰہی کا یہ سہ آتشہ ہندوستان کے دو آتشہ سے تیار ہوا تھا یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فضل وکمال اور مجاہدہ وحال کے دو آتشہ نے اس خانوادہ کو سہ آتشہ اس طرح بنادیا کہ ہندوستان کے ممتاز علمی خانوادہ کے سالار ملا نظام الدین فرنگی محلی اوران کے بلند پایہ اخلاف وتلامذہ سے علمی استفادہ اس میں شامل ہوگیا۔

اس خانوادہ سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا سید محمد معین، حضرت شاہ سید ابوسعید حسنی، مولانا محمد واضح حسنی محدث، مولانا سید محمد نعمان جنھوں نے ملا عبداللہ امیٹھوی سے علم کی تحصیل کی، اور مولانا سید محمد واضح محدث نے تو استاذ الاساتذہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کی خدمت میں حاضری دی اور استفادہ کیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اور آخر دور میں مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی اور مولانا حکیم سید عبدالحی مولانا سید محمد امین نصیرآبادی اور مولانا سید محمد حسین نصیرآبادی وغیرہ نے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی

www.abulhasanalinadwi.org

کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

تاریخ کی یہ ستم ظریفی ہے کہ خانوادۂ علم اللٰہی کے علماء ومشائخ کے حالات بہت کم ملتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ ان حضرات کا اخفائے حال اور خلوت پسندی اور صبر وقناعت ہے، جو جستہ جستہ حالات قلمی کتابوں میں ملتے ہیں وہ اب نایاب ہوتی جارہی ہیں ان کتابوں کے ضائع ہو جانے کے خطرہ سے راقم سطور نے ان کے حالات جمع کیے ہیں کہ بزرگوں کا تذکرہ بھی باعث برکت ہوتا ہے۔

اس کتاب میں ان علماء ومشائخ کے حالات بھی ہیں جو حضرت شاہ علم اللہؒ کے دادیہالی ونانیہالی شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی خاندان کی شاخیں ہیں (یعنی مورث ثانی حضرت سید قطب الدین ثانی کی اولاد میں ہیں)۔

محمد ثانی حسنی
دائرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی
رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلاف کرام

حضرت حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادہ (۱) حضرت حسن مثنیٰ کو حسن مثنیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد حضرت حسنؓ سے صورت وسیرت میں بہت مشابہ تھے، ۳۱ھ میں پیدا ہوئے ان کی کنیت ابو محمد تھی، عم مکرم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما (۲) کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ سے شادی کی ان بی بی سے تین صاحبزادے (۳) ہوئے۔

عبداللہ المحض

سب سے بڑے صاحبزادے عبداللہ المحض تھے والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی تھے اس لئے ان کی اولاد کو حسنی حسینی ہونے کا فخر حاصل ہے، عبداللہ المحض صورت وسیرت، زہد وورع اور فیاضی وسخاوت میں اپنے والد کو پڑے

---

(۱) حضرت حسنؓ کے دوسرے صاحبزادوں کے نام جو مختلف البطن تھے یہ ہیں: (۱) زید۔ (۲) حسین۔ (۳) طلحہ۔ (۴) اسمٰعیل۔ (۵) عبداللہ۔ (۶) حمزہ۔ (۷) یعقوب۔ (۸) عبدالرحمٰن۔ (۹) قاسم۔ (۱۰) عمر۔ قاسم اور عمر کربلا میں شہید ہوگئے تھے باقی صاحبزادوں کی اولاد ہوئی، زید بن حسن کی اولاد آرمینیہ، حبشہ، مکہ، مدینہ، اصفہان وعراق میں پھیل گئی۔ (۲) حضرت حسینؓ کی اولاد احفاد میں تقریباً سب ہی کربلا میں شہید ہوگئے صرف ایک صاحبزادے حضرت امام علی زین العابدین بچ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں خود برکت دی اور اس نسل مبارک میں شیوخ، علماء اہل علم وفضل اور اصحاب کمالات اتنی تعداد میں پیدا ہوئے کہ ان کے انوار سے سارا جہاں روشن ہوا۔

(۳) سب سے بڑے عبداللہ المحض تھے اس کے بعد ابراہیم عمر اور حسن مثلث، ان کے علاوہ دوسری بیوی سے داؤد اور جعفر ہوئے جن کی اولاد میں بصرہ اور کوفہ کے نقیب ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، ان صفات حسنہ کی وجہ سے وہ اپنے پورے خاندان میں خاندان کے بزرگ کی حیثیت سے مانے جاتے تھے اسی لئے ان کو شیخ العترۃ کہا جاتا تھا۔

عبداللہ المحض ایک بڑے عالم اور محدث تھے وہ اکثر تابعین سے احادیث کی روایت کرتے تھے، خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان کے علم و فضل، سیادت و نجابت کے پیش نظر ان کا بڑا احترام کرتے تھے، عباسی دور کے شروع میں انھوں نے خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور کے خلاف خروج کیا تھا جس کی وجہ سے منصور نے ان کو گرفتار کرلیا اور اسی قید و بند کی حالت میں میں انہوں نے انتقال کیا، انتقال کے وقت چھ صاحبزادے[1] یادگار چھوڑے۔

محمد ذوالنفس الزکیہ شہیدؒ

ان میں سب سے ممتاز محمد صاحب النفس الزکیہ تھے، ان کی کنیت ابوالقاسم تھی وہ اپنے عہد کے امام اور مقتدا تھے، اپنے والد کے انتقال کے بعد منصور کے خلاف آواز اٹھائی اور حجاز کے عوام و خواص نے ان کی امامت و سیادت کو تسلیم کرلیا، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے ان کی تائید و نصرت کی اور مدینہ منورہ پر ان کا کامل عمل دخل ہوگیا، منصور نے ان کی مقبولیت اور محبوبیت دیکھی تو ان کے خلاف فوج بھیج دی اور مدینہ منورہ کے قریب مقابلہ ہوا، محمد صاحب النفس الزکیہ اس مقابلہ میں شہید ہوگئے،[2] شہادت کے وقت ۳۵ رسال کی عمر تھی محمد صاحب النفس الزکیہ بڑے عبادت گزار تھے، نمازیں کثرت سے پڑھتے سجدے کرتے کرتے ان کے نشانات پڑ گئے تھے اس لئے ان کو ذوالسفنات کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

---

(۱) محمد، ابراہیم، موسیٰ الجون، یحییٰ، سلیمان، ادریس، ابراہیم کی اولاد مصر و عراق اور خراسان میں پھیلی، یحییٰ کی اولاد مدینہ میں بھی اور مغرب کی طرف گئی، سلیمان کی اولاد بربر کے علاقوں میں دعوت کا پیغام لے کر گئی، ادریس کی اولاد لیبیا اور مراکش کے علاقوں میں پھیلی، موسیٰ الجون کی اولاد عراق میں رہی، موسیٰ الجون کی اولاد میں حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ جیسے شیخ وقت ہوئے۔ (۲) یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

محمد صاحب النفس الزکیہ کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام عبداللہ الاشتر تھا ان کے نام کے آگے الکابلی بھی لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ والد کی شہادت کے بعد حجاز سے کابل تشریف لے گئے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگئے، (۱) ان کے کئی صاحبزادے ہوئے جن میں محمد ثانی الاصغر اور حسن زیادہ مشہور ہیں، عبداللہ الاشتر کی اولاد کی ایک شاخ نے بخارا، غزنی اور بلخ میں بود و باش اختیار کی اور دینی و دعوت و تبلیغ کا کام کیا ان کی دعوت وارشاد سے پورا خطہ مسلمان ہوگیا، محمد ثانی الاصغر زہد و عبادت میں مشہور تھے، شجاعت و سخاوت میں خاص امتیاز رکھتے تھے، کنیت ابوالحسن تھی اور نقیب کوفہ کے عہدہ پر سرفراز تھے، ان کے صاحبزادہ حسن الجواد فیاضی و سخاوت میں اپنے والد کے مثل تھے اور علم و فضل میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم، والد کے بعد کوفہ کے نقیب بنے اور نقیب کوفہ کے نام سے مشہور ہوئے، ان کے کئی صاحبزادے (۲) ہوئے۔

حسن الجواد کی اولاد مختلف ملکوں میں پھیل گئی اور مسلسل اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چل کر مسند ارشاد و دعوت کو آراستہ کرتی رہی، عرب و عجم کے ممالک میں دعوت وارشاد کا کام کرتی رہی۔

حسن الجواد کی اولاد احفاد میں ساتویں پشت میں ایک بزرگ سید رشید الدین احمد المدنی گذرے ہیں جو بغرض اعلاء کلمۃ الحق و ہدایت خلق مدینہ طیبہ سے بغداد تشریف لائے ان کے علم و فضل اور جلالت شان کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے جلو میں ہر وقت سیکڑوں طلباء اور علماء رہتے تھے، امیر سید علی ہمدانی صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں: ''کان السید رشید الدین اماماً عالماً صالحاً متدیناً یجتهد في الخیرات و النصائح والمصالح الخ'' (سید رشید الدین امام عالم صالح تھے اور نیک کاموں اور خیر خواہی کی باتوں میں بہت کوشاں رہتے تھے۔)

---

(۱) یہ واقعہ ۱۵۱ھ کا ہے۔ (۲) ان صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) ابوجعفر محمد نقیب کوفہ، (۲) ابوعبداللہ الحسین نقیب کوفہ، (۳) ابومحمد عبداللہ، (۴) قاسم، (۵) ابوالعباس، (٦) احمد۔

www.abulhasanalinadwi.org

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بغداد میں رہے اور وفات پائی مگر بعض دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ تاتاریوں کے ہنگامہ میں جام شہادت نوش کیا اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حظیرہ میں مدفون ہوئے، سید رشید الدین کے ایک بلند پایہ صاحبزادہ سید قطب الدین احمد المدنی تھے جو ایک بڑے عالم، عارف اور عالی ہمت صاحب سیف وقلم بزرگ گذرے ہیں، مدینہ منورہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضور ﷺ کی طرف سے آپ کو جہاد کے لیے ہندوستان جانے کا حکم ہوا اور فتح کی بشارت ہوئی۔ (۱)

آپ اپنے اعزا و اقارب کو لے کر غزنی آئے اور کچھ مدت قیام کیا اور پھر غزنی کے رؤسا اور اٹھارہ ہزار آہن پوش فوج کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور وہاں سے قنوج پر فوج کشی کرتے ہوئے مانک پور اور اس کے بعد کڑہ، الہ آباد پہونچے اور اس کو فتح کر کے مستقل سکونت اختیار کر لی۔

امیر سید قطب الدین مدت تک دہلی میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے، دہلی کے تمام مشائخ وعلماء وسلاطین اپنے اپنے وقت میں آپ کا ادب واحترام کرتے رہے، مورخین اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا نہایت بلند الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اور ان کے صحت نسب وعلو خاندان کی شہادت تمام مورخین نے دی ہے، ۳ر رمضان المبارک ۶۷۷ھ کو کڑہ میں انتقال فرمایا۔

کڑہ کی فتح کے بعد اپنے ہمراہیوں میں سید علاء الدین اور اپنے خواہر زادہ سید قاسم کی سرکردگی میں ایک مختصر فوج ہنسوہ (فتح پور) روانہ کی اور راجہ ہنس سے جو ہنسوہ پر راج کرتا تھا مقابلہ ہوا اس مقابلہ میں سید علاء الدین (۲) شہید ہو گئے اور مجاہدین کو فتح نصیب ہوئی۔

---

(۱) سید قطب الدین محمد الجون حضرت شاہ عبد القادر جیلانی کے بھانجے تھے۔ (۲) سید علاء الدین شہید کا مزار ہسوہ کے محلّہ درگاہ میں آج بھی موجود ہے، محلّہ درگاہ ہسوہ میں ایک بلند مقام پر واقع ہے، غالباً اس جگہ راجہ ہنس کا قلعہ ہوگا اس محلّہ میں سادات واسطی کا ایک خاندان صدیوں سے سکونت پذیر ہے بارہویں صدی سے اس خاندان اور حضرت شاہ علم اللہ کے خاندان میں قرابت داری شروع ہوئی اور اس وقت تک اس قرابت داری کا سلسلہ جاری ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید قطب الدین مدنیؒ کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی دینی و دنیوی برکت عطا فرمائی، سیادت و امارت اور دنیوی وجاہت کے ساتھ ساتھ علم و فضل، زہد و تقوی کی دولت سے مالا مال رکھا، آپ کی اولاد میں اتنے اولیاء و مشائخ ہوئے کہ کم خاندانوں میں ہوئے ہوں گے، آپ کی اولاد مختلف علاقوں میں منتشر ہو کر سکونت پذیر ہوئی، موضع کڑہ میں سید محمد اسماعیل آباد ہوئے، سید فضل اللہ جونپور گئے اور وہاں سے بہار تشریف لے گئے جہاں وہ گوشائیں جی کے نام سے مشہور ہوئے، ان کی اولاد صدیوں تک باوقار اور صاحب ارشاد و اقتدار رہی، اور بقیہ حضرات کڑہ ہی میں مقیم رہے، پھر وہاں سے دھیرے دھیرے دیگر علاقوں میں طرح اقامت ڈالی۔

آپ کے ایک صاحبزادہ سید تاج الدین مدت تک اودھ پھر بدایوں کے عہدہ قضا پر فائز رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عہد کے علماء اور اعیان اور صوفیہ مشائخ میں ایک نئی شان عطا فرمائی تھی اور اوصاف اہل بیت کرام اور کمالات ظاہری و باطنی سے متصف کیا تھا، امیر قطب الدین مدنی کے دوسرے صاحبزادے سید قوام الدین تھے جو ایک مامور عالم اور شیخ تھے انہوں نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا، اور مسند ارشاد و سلوک کو آراستہ کیا۔

امیر سید قطب الدین کے سب سے بڑے صاحبزادہ سید نظام الدینؒ تھے جو علم و فضل، قوت و شجاعت اور ہمت عالی میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے وہ تمام معرکوں میں اپنے والد ماجد امیر قطب الدین کے دوش بدوش بلکہ پیش پیش رہے اور اپنے والد کے بعد کڑہ میں ان کے جانشین ہوئے، ان کے صاحبزادہ سید رکن الدین تھے جو ایک جلیل القدر شیخ اور عالم و فقیہ تھے، جلالت شان علم و عمل اور زہد و تقوی میں وہ بہت ممتاز تھے، مشہور مورخ قاضی ضیاء الدین برنی نے ان کے معارف و کمالات کا ذکر اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے، اپنے عم بزرگوار سید تاج الدین کے بعد وہ بدایوں میں منصب قضا پر فائز ہوئے، قاضی ضیاء الدین برنی نے ان سے ملاقات کی تھی، وہ لکھتے ہیں ''ان

www.abulhasanalinadwi.org

جیسے روشن اوصاف اور ان جیسی عزت وحشمت والے لوگ میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔"

قاضی سید رکن الدین کی اولاد میں سید فضل اللہ گوشائیں جیسے بزرگ پہلے جونپور تشریف لے گئے اس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کو اپنا مسکن بنایا اور بہت جلد مرجع خلائق بن گئے، ان کے بیٹے سید محمد تقی جن کو درویش بے ریا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء میں سے ہیں، شاہ فرخ سیر ان کا مرید تھا ان کا سلسلہ اس نواح میں اب تک موجود ہے، سید رکن الدین کے صاحبزادوں میں سید احمد [1] (پالن پور) سید صالح (فتح پور) اور سید جلال الدین [2] (مورث سادات کوڑہ ضلع فتح پور) جیسے علماء اور اولیاء نظر آتے ہیں، ان کے علاوہ خاندان قطبی کے مختلف بزرگ مختلف خطوں میں جاگزیں ہوئے اور دین وعلم کی خدمت کی، ان خطوں میں (۱) رودولی، (۲) اجھوا پرگنہ کڑہ، (۳) رسولپور پرگنہ کوٹلہ، (۴) موضع کرالی پرگنہ سراتھو، (۵) راجہ پور پرگنہ ڈلمؤ، (۶) گوالیار، (۷) موضع کرئی چھیڑا کالنجر، (۸) دہلی، (۹) ہسوہ ضلع فتح پور، (۱۰) کڑا شامل ہیں۔

امیر کبیر حضرت سید قطب الدین المدنیؒ کے انتقال کے ایک صدی بعد

---

(۱) کڑا میں میر سید امید علی مصنف ظہور قطبی تھے اور ان کے کئی برادران وصاحبزادگان تھے جن میں کئی اصحاب علم و شعر وسخن اور اصحاب جاہ وحشمت گذرے ہیں۔

(۲) سید جلال الدین بڑے متقی اور عالم وشیخ تھے کوڑہ میں قیام کیا، اور مسند ارشاد آراستہ کی، ان کی اولاد میں بکثرت علماء ومشائخ ہوئے جن میں حضرت شاہ حمزہ صاحب طریقت وسجادہ تھے بڑے پابند شریعت تھے ان کی اولاد میں سید مہدی بخش تھے اور ان کے پانچ صاحبزادے تھے شاہ ابوالحسن مصنف آئینۂ اودھ جو ایک مورخ اور جہاندیدہ شخص تھے ناگو دا اور پھر لکھنؤ میں قیام کیا اور آخر میں شہید کردیئے گئے، سید مہدی بخش کے دوسرے صاحبزادے سید اسماعیل تھے جو صاحب علم وعمل اور صاحب وجاہت تھے، تیسرے صاحبزادے سید ابونصر تھے جن کے صاحبزادے شمس الہدی تھے اور ان کے لڑکے سعید احمد مدنی جو فتح پور میں وکیل ہیں دوسرے صاحبزدے سید احمد تھے جن کے دولڑکے سید زکی احمد اور سید طفیل احمد مدنی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

قطبی خاندان کے ایک بزرگ سید قطب الدین محمد ثانیؒ (۱) نے کڑا سے جائس (ضلع رائے بریلی) نقل سکونت کی کچھ مدت کے بعد ان کے صاحبزادہ سید علاء الدین اور پوتے قاضی سید محمود جائس سے نصیر آباد منتقل ہوئے اور عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، اس وقت سے ان کی اولاد نے نصیر آباد کو اپنا وطن بنالیا، ان کی نسل میں دیوان سید خواجہ احمدؒ مولانا ہدایت اللہؒ اور حضرت سید شاہ علم اللہؒ اور ان کے اخلاف ہیں، اور ان کی اولاد برابر پرگنہ نصیر آباد میں عہدہ قضا پر مامور ہوتی رہی جن کے نام یہ ہیں، قاضی سید محمود، قاضی سید محمد، قاضی سید احمد، قاضی سید فتح عالم، قاضی سید ابو محمد (خال مکرم حضرت شاہ علم اللہؒ)، قاضی سید ابو المعالی، قاضی سید پیر علی، قاضی سید امین اللہ، (۲) قاضی سید محمد کامل، قاضی سید محمد عالم، قاضی سید محمد شامل، قاضی سید محمد قابل، قاضی سید محمد فاضل، قاضی سید قطب الدین احمد، قاضی سید امام الدین، قاضی سید نصیر الدین، قاضی سید فضل الرحمٰن جن کے بعد اس عہدہ پر کوئی سرفراز نہیں ہوا اور نظام قضا کا بھی سلسلہ ختم ہوا۔

قاضی سید محمودؒ کا انتقال ۸۶۸ھ میں ہوا اور مقبرہ خطبیان میں جو بعد میں باغ قاضی کے نام سے مشہور ہوا مدفون ہوئے کسی نے تاریخ کہی ہے ۔

گفت تاریخ و فاتش رضواں
یافت محمود مقام محمود

قاضی سید محمودؒ کے دو صاحبزادے ہوئے، قاضی سید محمدؒ، قاضی سید احمدؒ مشہور بہ سید راجے، قاضی سید احمد بڑے متورع، متبع سنت، صاحب علم اور صاحب مسند ارشاد تھے وہ خلافت شریعت کسی بات کو برداشت نہ کرتے تھے، ایک روز وہ ایک مقدمہ کی سماعت کررہے تھے کہ دوران مقدمہ ایک فریق کی زبان سے یہ لفظ نکلے کہ ''اررچنیں حکم شرع بیزارم'' اس خلاف شرع جملہ کو وہ برداشت نہ کر سکے اور ترک وطن کر کے رائے بریلی تشریف لے آئے ان کا خاندان اور اولاد نصیر آباد ہی میں مقیم رہی، لیکن قاضی سید احمد

---

(۱) قطب الدین محمد ثانی جائس کے قاضی تھے پوری زندگی جائس ہی میں گذاردی اور وہیں انتقال کیا محلہ انصاریاں میں ان کی اور ان کی بیوی کی قبر موجود ہے۔ (۲) قاضی سید امین اللہ مولانا سید ہدایت اللہ کے صاحبزادے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

رائے بریلی کے محلّہ سید راجن میں مقیم رہے اور اسی خلوت نشینی میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور اسی محلّہ کی مسجد کے متصل احاطہ میں مدفون ہوئے ان کے پہلو میں ان کی اہلیہ محترمہ آسودہ خاک ہیں۔

قاضی سید احمدؒ کے ایک فرزند تھے جن کا سید محمد معظم نام تھا، سید معظم زہد و ورع اتباع سنت اور کمال تقوی میں اپنے والد اور چچا کے قدم بقدم تھے ان کے دو فرزند تھے سید محمد فضیل، سید محمد اسحاق۔

سید محمد فضیل تعلق مع اللہ اور خدمت خلق میں امتیازی شان کے مالک تھے، علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کی بھی تکمیل کی، عزیمت و استقامت میں اپنی مثال آپ تھے، اپنی زندگی دوسروں کی خدمت مظلوموں و بیواؤں کی اعانت، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک میں گزاردی، آپ کا شیوہ تھا کہ صبح و شام دوسروں کی حاجتوں کو معلوم کر کے ان کی حاجتوں کو پورا کرتے، اپنے سر پر لکڑیاں لاد کر لاتے، بازار جا کر سامان خریدتے اور منگانے والوں کو دیتے، اور اپنی اس محنت پر خوش رہتے، خدمت خلق کے ساتھ درس و تدریس اور تربیت و سلوک، ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے، اپنے وطن نصیر آباد میں تھے کہ ایک مرتبہ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کسی کی زبان سے نکلا کہ شریعت کے بجائے بزرگوں کے فیصلہ کو ہم مانیں گے، سید موصوف یہ سن کر بیقرار ہوگئے اور اس خلاف شریعت بات کو برداشت نہ کر سکے اور یہ فرماتے ہوئے ''در دیار بے ادباں بود و باش حرام است'' وطن کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور اسی جوار مبارک میں آسودہ خاک ہوئے، اپنی یادگار میں دو فرزند، شاہ محمد داؤد، شاہ علم اللہ چھوڑے۔

سید محمد فضیل کے دوسرے بھائی سید محمد اسحاق ایک بڑے عالم اور صاحب فضل و کمال تھے اس وقت کے مشہور مشائخ و بزرگوں کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا اور تمام عمر مجاہدات و ریاضتوں اور نفس کشی میں گزاردی، اپنے پیچھے تین فرزند یادگار چھوڑے، دیوان خواجہ سید احمدؒ، مولانا سید ہدایت اللہؒ، سید تاج الدینؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید شاہ علم اللہ رائے بریلویؒ

مولانا سید محمد فضیلؒ کے دوسرے صاحبزادہ حضرت سید شاہ علم اللہؒ دوشنبہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۰۳۳ھ کو قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے، والد ماجد مولانا سید محمد فضیلؒ کا تقریباً ڈھائی مہینے پہلے مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تھا اور والدہ ماجدہ نے جب آپ کی عمر دو تین سال کی تھی وفات پائی، ماموں سید ابو محمد امرائے شاہجہانی میں سے تھے، انہوں نے اپنے یتیم بھانجہ کی پرورش کی، چچازاد بھائی دیوان خواجہ سید احمدؒ ایک بڑے عالم اور مدرس تھے، انہوں نے تعلیم و تربیت کا ذمہ لیا اور دینی علوم کی تعلیم دی، ہوش سنبھالا تو ماموں سید ابو محمد نے شاہی لشکر میں بلا کر ملازمت دلا دی، مگر شاہ علم اللہؒ دنیا طلبی سے شروع ہی سے دل برداشتہ تھے، ماموں کے اصرار سے لشکر میں چند دن رہے مگر خدا طلبی اور دنیا بیزاری کا ایسا غلبہ ہوا کہ لشکر میں رہ کر بھی نفس کی اصلاح اور تہذیب و تربیت کا مشغلہ جاری رکھا، بالآخر تھوڑے دن ہی میں لشکر کو چھوڑ چھاڑ کر مشہور شیخ طریقت حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں جا پہونچے، جن کا آفتاب رشد و ہدایت پورے عروج پر تھا، حضرت سید آدم بنوریؒ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔

شاہ علم اللہؒ کی عمر اس وقت تقریباً ۱۵؍سال کی تھی اس کم عمری اور نوجوانی میں حضرت سید آدم بنوریؒ سے بیعت ہوئے اور تھوڑی مدت میں راہ سلوک کے سارے منازل طے کر کے بلند مرتبہ کمالات حاصل کیے اور خلافت و نیابت سے سرفراز ہوئے،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید آدم بنوریؒ نے اپنا عمامہ اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی دستار مبارک عنایت فرما کر وطن کو رخصت کیا، شاہ علم اللہ نے رخصت ہوتے وقت عرض کیا کہ اودھ میں بہت سے اولیاء اور عالی مرتبہ لوگ ہیں میری ان میں کیا حیثیت ہوگی، حضرت سید آدم بنوریؒ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا ''ان میں تمہاری حیثیت ہوگی جیسے چراغوں میں شمع کی'' پھر کچھ دیر اور مراقبہ کر کے ارشاد فرمایا ''سید خاطر جمع ہو کر جاؤ اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ تمہاری نسبت ان میں ایسی ہوگی کہ جیسے ستاروں میں آفتاب کی۔''

اس ملاقات اور رخصت کرنے کے بعد حضرت سید آدم بنوریؒ کا ارادہ ہجرت کا تھا رخصت ہوتے وقت شاہ علم اللہ نے بھی ہجرت کی اجازت مانگی، حضرت سید آدم بنوریؒ نے فرمایا ہجرت کر سکتے ہو مگر کوئی مرد خدا تم کو روکے تو ٹھہر جانا۔

شاہ علم اللہؒ پر مدینہ طیبہ ہجرت کا جذبہ بہت طاری تھا، مرشد سے رخصت ہو کر وطن نصیر آباد پہونچے اور اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کے ارادہ سے وطن چھوڑ کر رائے بریلی شہر آئے اور چند دن اپنے ایک عزیز کے یہاں قیام کیا، دریا کنارے ایک مجذوب اور خدارسیدہ بزرگ شاہ عبدالشکورؒ(۱) رہتے تھے ان سے ایک روز صبح کو ملاقات ہوئی، شاہ عبدالشکورؒ نے ان کو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور مرشد کا قول یاد دلایا شاہ علم اللہؒ نے قیام پر آمادگی ظاہر کر دی، شاہ عبدالشکورؒ ان کو لے کر اپنی قیام گاہ سے چند فرلانگ مغربی جانب ایک جگہ پہونچے اور لب دریا خط کھینچ کر مسجد، مکان اور مقبرہ کی نشاندہی کی، وہ جگہ شاہ عبدالشکورؒ کے ایک مرید کی ملک میں تھی، انہوں نے بخوشی دس بیگہہ زمین نذر کی اور شاہ علم اللہؒ نے جھونپڑی ڈال کر اپنے اہل وعیال کو اس میں ٹھہرادیا اور قریب ہی میں ایک خس پوش مسجد بنائی، ہر طرف جنگل اور خودرو درخت تھے، اہلیہ صاحبہ کو جنگلی جانوروں کا خوف ہوا تو شاہ صاحب نے خدا کی جناب میں ان سے حفاظت کی دعا کی اور درخت صاف کر کے غیر آباد جگہ کو آباد کیا، چند ہی دنوں میں حضرت سید آدم بنوریؒ کی بشارت

---

(۱) شاہ عبدالشکورؒ کا مزار دریائے سئی کے کنارہ راج گھاٹ پل کے قریب واقع ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے آثار نمودار ہوئے اور طالبین سلوک کا ہجوم ہونا شروع ہوا، عزیزوں کی آمد ورفت ہوئی اور وہ جگہ ذکر وشغل سے معمور ہونے لگی، ۱۰۷۵ھ میں شاہ علم اللہؒ نے پہلا حج کیا، ۱۰۸۲ھ میں دوبارہ حجاز تشریف لے گئے، واپسی پر کعبہ کا نقشہ اور اس کی صحیح پیمائش ساتھ لائے اور خام مسجد کی جگہ پر پختہ مسجد بنائی اور بالکل کعبہ کی شکل پر خدا کا گھر تعمیر کیا اس وقت کئی صاحبزادے جوان تھے، سعادت مند بیٹوں کی مدد سے خدا کا گھر تیار کیا اور اس کی بنیاد میں آب زمزم ڈالا، اور اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی اولاد کو وہیں اسی نیت سے آباد کیا۔

مولانا سید محمد نعمانؒ مصنف اعلام الہدیٰ مسجد کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں:

''رخصت کے وقت مسجد حرام کا نقشہ لسبائی چوڑائی اور بلندی کے ساتھ ایک کاغذ پر کھینچ لائے اور ۱۰۸۳ھ میں اسی نقشہ کے مطابق سئی ندی کے کنارہ مسجد کی تعمیر شروع کی، کچھ انگل بلندی، چوڑائی اور لسبائی میں ادباً کم رکھا، روشنی کے لیے چاروں طرف تین تین دروازے رکھے اور اس کے گرد حرم شریف کی مشابہت کے لیے مطاف بنایا ایک سال میں تعمیر مکمل ہوئی، ''قبلۂ ثانی'' سے اختتام کی تاریخ نکلتی ہے۔''

۱۰۹۶ھ میں اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور مسجد کے مشرقی جنوبی گوشہ میں بلند جگہ پر مدفون ہوئے جو اب ایک چہار دیواری سے گھری ہوئی ہے، انتقال کی شب کو عالمگیر نے خواب دیکھا کہ آج کی رات جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، بادشاہ کو اس خواب سے بہت تشویش ہوئی، علماء سے تعبیر دریافت کی تو انہوں نے کہا اس رات سید علم اللہ کی وفات ہوئی ہوگی کہ وہ اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کے قدم بہ قدم تھے۔(۱)

(۱) اس خواب کا تذکرہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کے ملفوظات ''درالمعارف'' میں ہے، ''بحر زخار'' میں ہے کہ عالمگیر نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کا جنازہ اور ارواح مقدسہ کا اجتماع دیکھا اور کسی آزاد مشرب صوفی نے یہ تعبیر دی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے چار اہل علم و فضل صاحبزادے ہوئے، سید ابو حنیفہ کا ۱۰۸۸ھ میں والد کی حیات میں انتقال ہو گیا بقیہ تین صاحبزادے بعد تک رہے، ان میں سید آیت اللہ، سید محمد ہدیٰ، سید محمد جی تھے۔

حضرت سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا اصل جوہر جس نے آپ کو اپنے معاصرین میں ممتاز کر رکھا تھا، عبادات کے ساتھ روزمرہ کی زندگی اور عادات میں بھی اتباع سنت، ہمیشہ عزیمت پر عمل اور تقویٰ تھا، ان کی خدمت میں آنے والے علماء، مشائخ اور اصحاب علم ان کے بڑے معترف اور مداح تھے۔

خواجہ محمد امین بدخشیؒ جو حضرت سید آدم بنوریؒ کے مجاز و مقرب تھے، ''نتائج الحرمین'' میں شاہ صاحب کے ایک فیض یافتہ شخص شیخ عبدالحکیمؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت میر سید علم اللہ کہ حضرت آدم بنوریؒ کے خلفاء میں نہایت متقی، کامل العلم والاحوال بزرگ ہیں، نسباً حسنی الحسینی ہیں، ان کا ظاہر و باطن کمال اتباع سنت سے آراستہ اور ان کی ساری زندگی اور تمام اوقات سنن و مستحبات سے معمور ہیں، اور وہ خود اور ان کے تمام پیرو ہمیشہ فقر و فاقہ سے گزر کرنے والے، دنیا کی بو بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتے، ہندوستان اور عرب میں بھی ان کے تقویٰ اور استقامت کا غلغلہ ہے، اکثر مشائخ کو ان کا تقویٰ اور ریاضت و استقامت دیکھ کر رشک آتا ہے، اور حسرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ دیکھو، مقبولان ازلی کو اللہ کی طرف سے ایسی استعداد و قابلیت نصیب ہوتی ہے، اپنے دوستوں، رفیقوں اور فرزندوں میں بھی ان کا عمل عزیمت ہی پر ہے، اپنے بیٹوں اور جاننے والوں میں سے کوئی اگر کسی امر مباح یا رخصت پر عمل کرے تو اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، اور اگر ''نعوذ باللہ'' کسی سے کوئی بدعت کا فعل سرزد ہو جائے تو اس سے اس درجہ بیزار ہو جاتے ہیں کہ اس کا منہ دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے، جب

www.abulhasanalinadwi.org

تک کہ وہ از سر نو تائب و متقی نہ ہو جائے۔

فقرا اور فرزندوں پر اور گھر کے اندر اور باہر کھانے کی تقسیم مساوی طور پر کرتے ہیں، جو عمل بھی سنت یا مستحب ہے، اس سے ذرا تجاوز نہیں کرتے، ایک رسالہ ''قوت العمل'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے جو امر بالمعروف اور ایسے بہت سے حقائق و معارف الٰہیہ پر مشتمل ہے کہ عارفین کے سوا ہر شخص کما حقہ نہیں سمجھتا، اپنے احوال کا بہت اخفا فرماتے ہیں اور اپنی عاجزی اور شکستگی ظاہر کرتے ہیں، اکثر لوگ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ شاید صحابہ کرامؓ ایسے ہی ہوں گے، پابند شرع دوستوں اور طالبین کے ساتھ بڑی خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے ہیں، ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ''[1] کی متابعت کا پرتو آپ میں بہت نمایاں ہے۔

ہدایا اور نذر متقی کے سوا کسی سے قبول نہیں کرتے، منقول ہے کہ ایک روز دلیل خاں جو عہد شاہجہانی کے امرائے کبار میں سے تھے، ملاقات کے لیے آئے، ان کو آپ نے امر بالمعروف کیا اور تمام امور خلاف شرع سے توبہ کرائی، توبہ کے بعد جو نذر وہ لائے تھے قبول فرمائی، وہ رخصت ہوکر تقریباً ایک کوس گئے ہوں گے کہ ان کے لشکر سے نقارہ کی آواز آئی، اسی وقت نذر واپس بھیج دی۔

میاں شیخ عثمان شاہ جہاں پوری نے، جو حضرت آدم بنوریؒ کے لوگوں میں تھے، آپ کی تنگی معاش کا حال سن کر سلطان اورنگ زیب کو رقعہ لکھ کر میر سید علم اللہ اور میاں شیخ سلطان[2] کی خدمت کی ترغیب دی اور ان کا استحقاق

---

(۱) اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

(۲) حضرت سید آدم بنوریؒ کے نہایت ممتاز و جلیل القدر خلفاء میں سے تھے، پورب میں سلسلہ نقشبندیہ کے دو امام تھے، شیخ محمد سلطان ساکن بلیا اور سید علم اللہ ساکن رائے بریلی، حالات کے لئے ملاحظہ ہو ''نتائج الحرمین''۔

www.abulhasanalinadwi.org

ثابت کیا، بادشاہ نے فرمایا کہ میاں شیخ سلطان کے فقرائے خانقاہ کے لئے ایک روپیہ روزینہ مقرر کردیا جائے، چونکہ بادشاہ کو معلوم تھا کہ سید صاحب موصوف (شاہ علم اللہؒ) روزینہ قبول نہیں فرمائیں گے، اس لئے فرمایا کہ جس حلال مال سے ہمارے کھانے کا انتظام ہے، اس میں سے دوسو روپئے سید صاحبؒ کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کیے جائیں، لیکن شاہ علم اللہ صاحبؒ نے اس کو بھی قبول نہیں کیا، شاہ صاحب کا زہد وتقویٰ روز بروز رو بہ ترقی تھا، بخلاف اکثر مشائخ کے کہ سلوک کی ابتداء میں ریاضتیں کر کے آخر میں فارغ وسبکدوش ہوجاتے ہیں لیکن شاہ صاحب نے اول تنگی وسختی وفقر کوراحت سمجھ کراور فقر وفاقہ کو سنت کی پیروی میں جواختیار کیا، تو آخر تک اس میں ذرا فرق نہیں آنے پایا اور لذات دنیاوی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔"(۱)

صاحب "بحر زخار" نے آپ کے تذکرہ میں یہ لفظ لکھے ہیں:

"مجاہد اتیکہ ازاں یگانۂ زمانہ درباب نصرت دنیا باتباع طریقۂ نبویہ ظہور آمدہ بعد از صحابہ کرامؓ در دیگر اولیائے امت متاخرین کمتر یافتہ می شود۔"

صاحب "بحر زخار" اور صاحب "اعلام الہدیٰ" لکھتے ہیں:

"مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آپ کی اس قوت عمل، کمال اتباع اور عزیمت کو دیکھ کر کہا کرتے تھے، "ھذا کابی ذر" یعنی شاہ علم اللہ اس زمانہ میں ابوذر غفاریؓ کا نمونہ ہیں اور یہ فقرہ حرمین میں زبان زد ہوگیا تھا۔"

شیخ عبدالحمید ابدالؒ (شاہ صاحبؒ کے ایک معاصر بزرگ) فرماتے تھے کہ اتباع سنت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں سید علم اللہ صاحبؒ کی مثال اس زمانہ میں نہیں ہے، اور سلف میں بھی خاص خاص لوگ اس درجہ کے ہوئے ہیں، آپ کو رسول اللہ ﷺ کی فرزندگی کے علاوہ آپ کی محبوبیت بھی حاصل ہے، چنانچہ آپ کی اس مقبولیت اور

---

(۱) "نتائج الحرمین۔"

www.abulhasanalinadwi.org

محبوبیت کے بہت سے واقعات اور رویائے صادقہ کتابوں میں مذکور ہیں۔

شیخ عبدالحکیمؒ اپنے زمانہ کی شہادت لکھتے ہیں:

''دریں زمانہ مشہور است کہ ہم چنیں باستقامت در شریعت و طریقت و مطابقت سنت کم کسے خواہد بود الا ماشاء اللہ۔''

شاہ صاحبؒ حد درجہ کے متواضع اور سادہ تھے، خورد کلاں، حتیٰ کہ نوکر چاکروں کو تعظیم سے خطاب کرتے، اپنے ہاتھ سے سب کام کرتے، جھاڑو دیتے، پانی بھرتے، لکڑی کاٹ کر لاتے، کھانا پکانے میں نوکروں کے ساتھ شریک ہوتے، ایک مرتبہ سیلاب کے بعد ایک مخلص نے حویلی کی کرسی بلند کرنے کے لئے پانچ سو روپے بھیجے، آپ نے صاحبزادوں اور ساتھیوں سے فرمایا، ''یہ رقم آئی ہے، چاہے مزدوروں سے کام لیا جائے اور ان کو مزدوری دی جائے، چاہے تم خود محنت کرو اور مزدوری لو۔'' سب نے اسی کو منظور کیا، شاہ صاحبؒ نے سب کی شرکت میں روزانہ محنت کر کے حویلی تعمیر کی اور سب کام سب کے ساتھ اپنے ہاتھ سے کیے۔

ہر کام میں دوسروں کا ہاتھ بٹاتے اور کسی سے خدمت نہ لیتے، بازار سے سامان خرید کر سر پر اٹھا کر لاتے، شیخ وقت اور مخدوم خلائق ہونے کے باوجود مشیخت و مخدومیت کی بو بھی نہیں پائی جاتی تھی۔

شاہ صاحب کو رسوم و بدعات اور خلاف شریعت رواج سے بڑی نفرت تھی، اس رنگ کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا، جو شیخ عبدالحکیمؒ نے شاہ صاحبؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے:

''عید الاضحیٰ کے روز سورج نکلے آپ مسجد سے نکل کر مکان تشریف لائے، دروازے پر پہنچے تھے کہ دو سپاہی حضرت کی ملاقات کے لیے آئے، آپ دروازہ سے واپس ہوئے اور ان کی خاطر سے اپنی نشست گاہ میں آکر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا ''تم شادی غمی میں اپنے عزیز و اہل برادری کے ساتھ کیا عمل کرتے ہو، سنت کے موافق یا بدعت؟ ان میں سے ایک نے جو حضرت

www.abulhasanalinadwi.org

سے پہلے سے تعلق رکھتا تھا، جواب دیا ''ہمارا عمل حضرت کی مرضی اور ارشاد کے موافق ہے اور ہم شادی غمی میں کسی بدعت کی محفل میں شریک نہیں ہوتے'' فرمایا ''جزاک اللہ'' اس کے ہمراہی نے کہا ''ہمیں جب اللہ توفیق دے گا تو ہم بھی بدعت کے ان کاموں سے باز آجائیں گے، ہمارا اس میں کچھ اختیار نہیں، حضرت نے فرمایا اس طرح مت کہو ہر عاقل و بالغ کو اللہ نے اختیار دیا ہے اور یہ کہنا کہ ''اللہ توفیق دے کل قیامت کو اللہ کے حضور میں یہ دلیل کچھ کام نہیں آئے گی، اگر یہ دلیل کارآمد ہو، تو ہر شخص کی گلوخلاصی ہو جائے، دیکھو حضرت آدم علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ان کا گیہوں کھانا ایک تقدیری امر تھا، لیکن انہوں نے بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کیا اور کہا ''ربنا ظلمنا انفسنا'' (۷:۲۳) یعنی اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور یہ نہیں کہا ''اے اللہ گیہوں نہ کھانے کی توفیق تو نے کیوں نہیں دی؟ کسی آدمی کا کسی پر قرض ہوتا ہے اور وہ آدمی اس سے مطالبہ کرتا ہے تو قرضدار یہ نہیں کہتا ''اگر خدا توفیق دے گا تو تیرا قرض ادا کردوں گا، بلکہ چار و ناچار کہیں نہ کہیں سے انتظام کرنا پڑتا ہے یا نہ ہونے پر بالکل عذر کرتا ہے، یا اسے معاف کروالیتا ہے یا کسی دوسرے وقت پر رکھتا ہے، اسی طرح اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ اسلام کے مفہوم پر عمل کریں، اسلام کیا ہے؟ اللہ کے احکام کے آگے سر جھکا دینا اور اس کے ممنوعات سے بچنا، بس اللہ کے احکام کے آگے سر جھکا دینا چاہیئے اور ان تمام چیزوں سے جن سے اللہ نے روکا ہے، مجتنب رہنا چاہیئے اور سنت کی پیروی کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ بندہ جب نیک کام اختیار کرتا ہے تو حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی امداد و اعانت فرماتا ہے اور اس کو خیر کی زیادہ توفیق دیتا ہے، جب بندہ کا اخلاص اللہ سچا دیکھتا ہے تو اس کی طرف سے فضل و کرم ہی کا معاملہ ہوتا ہے، البتہ بندہ کو استقامت سے کام لینا چاہیئے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ صاحبؒ کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر سختی سے عمل تھا، کوئی خلاف شرع یا خلاف سنت بات دیکھتے تو بے تامّل ٹوک دیتے، کسی کا رسوخ و وجاہت، ریاست و امارت یا علم و فضل اس سے مانع نہ ہوتا۔

حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے زمانہ کے نہایت جلیل القدر عالم شیخ وقت اور اودھ کے اکثر علماء کے استاد تھے، ایک مرتبہ رائے بریلی آپ کی قیامگاہ پر تشریف لائے اور دونوں جلیل القدر معاصرین کی ملاقات ہوئی، شاہ پیر محمد صاحبؒ کے جسم پر اس وقت ایک رنگین گلابی لباس اور گردن میں مالا پڑی ہوئی تھی، شاہ علم اللہ صاحبؒ نے فرمایا ''جناب رئیس العلماء اور کتاب و سنت سے سب سے زیادہ واقف ہیں، یہ فرمائیں کہ اس مالا اور زنار کے درمیان بافت اور تافت کے سوا کیا فرق ہے؟'' شاہ صاحب ممدوح نہایت منصف مزاج بزرگ تھے، بے تامل مالا گردن سے اتار دی، شاہ صاحبؒ نے اس کے بعد فرمایا ''یہ رنگین گلابی کپڑے بھی خلاف سنت لباس اور ہندوستان کے جوگیوں کی پوشاک ہے، آپ جیسے خواص کے شایان شان نہیں''، شاہ پیر محمد صاحبؒ نے فرمایا ''یہ رنگ میل نہیں قبول کرتا اور ذرا دیر میں دھونے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے حالت سفر میں مباح ہے،'' شاہ علم اللہ صاحبؒ نے فرمایا ''یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں، جناب کا یہ کرتہ اور چادر اور عمامہ جس قیمت کا ہے، اس میں اس بات کی کیا رخصت ہوسکتی ہے؟ پھر جناب کے خدام کو یہ زحمت برداشت کرنی چاہیئے'' شاہ پیر محمد صاحبؒ نے اس کا اعتراف فرمایا اور شاہ صاحبؒ کی بات قبول کی، جب رخصت ہوکر وہاں سے تشریف لے گئے تو خادموں اور شاگردوں نے عرض کیا ''جناب نے شاہ علم اللہ صاحبؒ کے اعتراض کو اس قدر جلد قبول کرلیا، تو ہم خدام بڑے محجوب ہوئے حضرت ملک العلماء اور یکتائے زمانہ ہیں، بہت سی توجیہات فرما سکتے تھے، شاہ پیر محمد صاحبؒ نے کہ علمائے راسخین اور اولیاء کاملین میں سے تھے، اور نفسانیت اور انانیت کا کانٹا دل سے نکل چکا تھا رفقاء سے فرمایا ''سید صاحبؒ کا ارشاد بالکل حق اور سنت کے موافق تھا، ایسی بات میں سینہ زوری کرنے سے حق بات کا انکار اور رسول اللہ ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

کے حکم کی مخالفت کا خطرہ تھا۔''

عزیمت اور صبر واستقامت کی مثال یہ ہے کہ محبوب فرزند سید ابوحنیفہؒ نے بتیس سال کی عمر میں انتقال کیا، لیکن گھر سے کوئی آواز اور آہٹ بھی ایسی نہیں سنی گئی، جس سے اس واقعہ کا علم ہوتا، اہل خانقاہ کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، شاہ صاحبؒ نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، نماز کے بعد خلاف معمول مصلے سے اٹھ کر دروازہ تک آئے اور خدام خاص میں سے ایک کو بلا کر فرمایا ''رات میاں ابوحنیفہ کا انتقال ہوگیا، تجہیز وتکفین کا انتظام کرنا چاہیئے'' اسی دن دفن کرنے کے بعد متوجہ ہوکر فرمایا ''الحمدللہ'' میاں ابوحنیفہ اس دنیا سے دولت ایمان کے ساتھ گئے۔'' اس خوشی میں پانچ روپے کی مٹھائی تقسیم کی، ایک ضعیفہ روزانہ چرخہ چلایا کرتی تھیں، گھر تشریف لے گئے، فرمایا ''آج چرخہ کیوں بند ہے؟'' ان بڑی بی نے عرض کیا ''حضرت ایسا لائق و جوان بیٹا دنیا سے اٹھ جائے، اس کے غم میں ہم اپنا چرخہ بھی بند نہ کریں؟'' فرمایا ''یہ سب قضا وقدر کی باتیں ہیں اللہ کے حکم میں کسی کو دم مارنے کا چارہ نہیں، زندگی مستعار ہے راضی برضا رہنا چاہیئے۔''[1] اپنی پوری زندگی میں کوئی جاگیر یا روزینہ قبول نہ فرمایا جس طرح متاع دنیا سے دامن جھاڑ کر نصیر آباد سے رائے بریلی آئے تھے، اسی طرح اس دنیا سے رخصت بھی ہو گئے۔

آخر عمر میں سارا وقت مسجد میں گذرنے لگا تھا ملاقاتوں اور مجلسوں سے کنارہ کشی کر لی تھی، غذا بالکل کم کر دی تھی، ہمیشہ سے آرزو تھی کہ ان کی عمر حضور ﷺ سے زیادہ نہ ہو اللہ نے ان کی یہ آرزو پوری کی۔

سید شاہ علم اللہؒ کے بہت سے ملفوظات مختلف علماء نے نقل کیے ہیں جو اتباع سنت، معرفت وولایت، صفائی باطن، صبر کی حقیقت اور دوسرے مضامین پر مشتمل ہیں اور مختصر مقالہ بھی ہے جو ''قوت عمل'' کے نام سے طبع بھی ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ علم اللہؒ کے خلفاء میں ان کے صاحبزادہ مولانا سید محمد جی، شیخ محمود درستاب خورجوی، شیخ فتح محمد انبالوی، شیخ عبدالاحد نبیرۂ حضرت سید آدم بنوریؒ، سید

---

(۱) ماخوذ از ''سیرت سید احمد شہید'' از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

عبداللہ محدث اکبرآبادی، شیخ محمد ولی کاکوروی، شیخ محمود خاں افغاں قابل ذکر ہیں۔

سید شاہ علم اللہ کے رسالوں اور تصنیفات میں "قوت عمل" کے علاوہ "عطیات" "عنایت"، "الہادی" بھی ہیں، افسوس ہے کہ "قوت العمل" اور "عطیات" کے علاوہ کوئی چیز محفوظ نہیں۔ (۱)

مولانا سید ہدایت اللہ

مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی لکھتے ہیں:

الشیخ العالم الصالح هداية الله بن اسحاق ابن معظم بن احمد بن محمود بن العلاء الشريف الحسنی النصيرآبادی، كان من نسل الأميرالكبير بدر الملة المنير قطب الدين محمد بن احمد الحسنی الحسينی المدنی ولد ونشأ بنصيرآباد وقرأ العلم علی صنوه الكبير احمد بن اسحاق النصير آبادی ولازمه ملازمةً طويلةً حتی برز فی الفقه والأصول والعربية رأيت بخطه الشريف رسالةً فی الخراج وكان من اجدادی يصل اليه نسبی بسبع وسائط. (۲)

عالم صالح مولانا ہدایت اللہ بن اسحاق ابن معظم بن احمد بن محمود بن سید علاء الدین حسنی نصیرآبادی امیر کبیر بدر الملۃ سید قطب الدین محمد بن احمد مدنی والحسنی الحسینی کی نسل سے ہیں، نصیرآباد (رائے بریلی) میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی، اپنے بڑے بھائی مولانا خواجہ احمد بن اسحاق نصیرآبادی سے علم حاصل کیا اور ان کی طویل صحبت پائی یہاں تک کہ فقہ واصول فقہ اور عربیت میں ملکہ پیدا کرلیا، میں نے خراج کے موضوع پر آپ کے قلم سے ایک کتاب ملاحظہ کی ہے آپ میرے اجداد میں ہیں میرا نسب آپ تک سات واسطوں سے پہونچتا ہے۔

(۱) حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ کریں "تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ" از مولانا محمد الحسنیؒ، ناشر مکتبۂ اسلام لکھنؤ۔ (۲) نزہۃ الخواطر ۵/۴۶۷-۴۶۸

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید ہدایت اللہؒ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ کے عم نامدار مولانا سید محمد اسحاق کے تیسرے فرزند تھے، بڑے فرزند سید تاج الدین ہیں جن کی نسل کا سلسلہ سید محمد ناطق پر منتہی ہوتا ہے، اور ان کی ہی اولاد میں سید محمد روشن بن سید محمد شافع بھی ہیں جن کی صاحبزادی سیدہ زہراء امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں، دوسرے صاحبزادے مولانا دیوان خواجہ احمد نصیر آبادی بڑے پایہ کے بزرگ اور عالم دین گزرے ہیں، مولانا سید ہدایت اللہ صاحب اور حضرت شاہ علم اللہ حسنی نقشبندی کو آپ نے تعلیم دی اور تربیت کی، ان کی اولاد میں تنہا خواجہ سید احمد نصیر آبادی کا نام لینا کافی ہے، جن کے فیض و برکات رائے بریلی سے جونپور اعظم گڈھ تک گلی کوچوں اور جگہ جگہ پھیلے۔ (۱)

مولانا سید ہدایت اللہؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل، فہم و تدبر و جاہت و متانت جیسے محاسن و اوصاف سے نوازا تھا، اخلاص و تقوی سے آراستہ زندگی کی برکت کہی جائے گی کہ آپ کی اولاد میں یکہ بعد دیگرے علم و فضل اور سلوک و معرفت اور جہاد و عزیمت میں جلالت شان و علوم منزلت کی حامل شخصیات پیدا ہوتی رہیں، دو صاحبزادے تھے، سید امین اللہ اور سید عبد الرحیم، آخر الذکر حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ کے داماد تھے اور ایک معرکہ میں شہادت سے بھی سرفراز ہوئے، ان کے بیٹے اور حضرت شاہ علم اللہ کے نواسہ مولانا سید محمد تقی دور عالمگیری پھر معظم شاہی عہد میں بہار عظیم آباد و بنگال کے صوبہ دار رہے (۲) سید امین اللہ کو نصیر آباد میں عہد قضا سپرد رہا، جو ان کے بیٹوں سید محمد کامل اور سید محمد شامل کو ملا، سید محمد شامل کے پوتے حضرت سید محمد امین عرف اگھا میاں بن سید محمد یقین نصیر آبادی

---

(۱) مصنف ''یادگار سلف'' نے مولانا دیوان خواجہ احمد نصیر آبادی کی حالات و سوانح پر مستقل تصنیف کا پتہ دیا ہے، جب کہ مولانا خواجہ احمد بن یسین نصیر آبادی پر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''کاروان ایمان و عزیمت'' میں تفصیل سے لکھا ہے جو مکتبہ اسلام لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) مولانا سید محمد تقی کی ہی نسل میں مولانا سید عبد العلی، مولانا فخر الدین خیالی، مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی، مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی گذرے ہیں، اور ان کی ہی نسل میں مولانا سید محمد طہٰ اور حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادی جیسے بلند پایہ حضرات کے نام نامی بھی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالی جمیعاً۔

www.abulhasanalinadwi.org

جو جرأت ایمانی، شجاعت وصداقت میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کے بیٹوں میں بعض نے امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ نصیر آباد کے اس ہنگامہ کو فرو کرنے میں حصہ لیا جو نصیر آباد کے شیعوں نے بپا کیا تھا، اگھامیاں کے احفاد واسباط میں دو نام مولانا سید محمد معین اور حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کے علم وفضل ودعوت وارشاد میں نمایاں ہوئے، مولانا سید محمد امین نصیر آبادی اگھامیاں کے نواسہ تھے۔

مولانا سید ہدایت اللہؒ کے متعلق مصنف ''یادگار سلف'' نے جو معلومات فراہم کی ہیں ان کے مطابق وہ شہنشاہ ہند شاہجہاں کے وزیر برائے مذہبی امور جسے صدر الصدور اور قاضی القضاۃ کا نام دیا جاتا تھا کے عہدہ پر فائز رہے، شاہجہاں کی عنایت کردہ خلعت وزارت ان کی نسل کی نامور وعظیم المرتبت شخصیت مولانا سید محمد امین نصیر آبادی تک خاندان میں محفوظ رہی، ان کی تحقیق یہاں تک ہے کہ اس کی فرسودگی جب انتہا کو پہونچ گئی تو اسے جلا کر چاندی علیحدہ کرلی گئی جس کی ۵۰۰ روپئے قیمت لگی، دور عالمگیری کی ابتدا تک آپ بقید حیات رہے، مصنف ''یادگار سلف'' مولانا نجم الدین اصلاحی کا آگے یہ بیان بھی ہے کہ:

''حضرت ممدوح کے بعض حالات تاریخ تیموریہ میں بحوالہ خافی خاں ملتے ہیں، لیکن وقائع سیر وسیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی میں آپ کے حالات کی پوری تفصیل موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عہد شاہجہانی میں عدالت شاہی کے صدر الصدور بھی تھے، اور وزیر اوقاف بھی حکومت وقت نے صدر الصدور شاہجہانی وزیر اوقاف ملک ہندوستان نواب سید ہدایت اللہ خان بہادر فیروز جنگ کا خطاب عنایت فرمایا تھا، بعض فرامین سلطانی اب تک موجود تھے، جن میں مقام دستخط وزیر، سید ہدایت اللہ خاں مندرج تھا (بحوالہ گلشن طہٰ/ ۹)۔''[1]

(۱) یادگار سلف از مولانا نجم الدین اصلاحی، ۱۱/، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ۔

www.abulhasanalinadwi.org

دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو (پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے عہد شاہجہانی کے صدر الصدور کے عہدہ پر فائز جن تین شخصیتوں کے نام ذکر کیے ہیں ان میں ایک نام مولانا سید ہدایت اللہؒ کا بھی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (۱)

حضرت شاہ محمد آیت اللہؒ بن حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ

شاہ محمد آیت اللہ ۱۰۵۳ھ کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، آپ اپنے والد ماجد کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے، حضرت شاہ علم اللہؒ نے خود ابتدائی تعلیم دی، کچھ بڑے ہوئے تو قرآن کریم حفظ کیا، قرآن مجید بہت اچھا یاد تھا، حضرت سید محمد نعمانؒ لکھتے ہیں:

''ایک بار نصیر آباد گئے ہوئے تھے کہ رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا، والد ماجد کا حکم پہونچا کہ تکیہ (دائرہ شاہ علم اللہ) آکر تراویح میں قرآن مجید سنائیں، ادھر حضرت دیوان خواجہ احمدؒ (جو آپ کے قابل احترام چچا تھے) نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن مجید سنا کر جائیں، حضرت شاہ آیت اللہ نے دونوں کا حکم اس طرح مانا کہ پہلی شب میں پورا قرآن مجید سنا دیا، پیچھے سننے والوں میں تقریباً سب ہی تھک کر بیٹھ رہے، صرف حضرت دیوان خواجہ احمدؒ اور ان کے صاحبزادہ سید ابراہیم، علامہ سعد اللہ اور دو اصحاب برابر سنتے رہے اور کھڑے رہے، ختم قرآن کے بعد حضرت دیوان جی (دیوان خواجہ احمد) نے خوب خوب دعائیں دیں، دوسرے دن صبح کو حضرت والد کی خدمت میں دائرہ شاہ علم اللہ میں حاضر ہو گئے، اور پھر اطمینان سے تراویح میں قرآن شریف سنایا۔''

خدا تعالیٰ نے آپ کو گونا گوں اوصاف کا حامل بنایا تھا، علم وعمل میں یگانۂ روزگار اور اخلاق و راستی اور زہد و ورع میں اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر تھے اور ان ہی سے

---

(۱) مولانا سید ہدایت اللہ کا مذکورہ بالا تذکرہ مولوی سید محمود حسن حسنی کا تحریر کردہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سلوک کی تعلیم حاصل کی، اس کے ساتھ ساتھ جسمانی قوت اور طاقت بھی خداداد ملی تھی، جہاد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، نوجوانی میں گورکھپور کی سرکار میں ملازم تھے، ایک بار ناظم گورکھپور نے دشمنوں کے مقابلہ کا حکم دیا، اس فوج میں حضرت شاہ آیت اللہ اور آپ کے دو بھائی حضرت سید محمد جی اور حضرت سید محمد ہدیٰ اور بہنوئی حضرت سید عبدالرحیم بن مولانا سید ہدایت اللہ بھی تھے، جمعہ کا دن تھا اور نماز کا وقت، آپ نے فرمایا کہ پہلے جمعہ کی نماز ادا کی جائے گی اس کے بعد مقابلہ کیا جائے گا، یہ بات ناظم گورکھپور کو اچھی نہ لگی، اس کو خطرہ ہوا کہ اگر دیر کی گئی تو کہیں حملہ آور شہر میں نہ داخل ہو جائیں، اس نے کہا آپ لوگ پیرزادے ہیں، آپ تو نماز ادا کیجیے ہم لوگ آگے بڑھ کر مقابلہ کرتے ہیں، حضرت شاہ آیت اللہ اور ان کے ساتھی نماز پڑھنے چلے گئے اور نماز کے بعد مقابلہ کو چلے تو دیکھا سرکاری فوج شکست کھا چکی ہے اور شہر کے دروازہ تک پسپا ہو کر واپس ہو چکی ہے، آپ نے پسپا ہونے والوں کو روکا اور مقابلہ پر آمادہ کیا وہ اتنی زیادہ ہمت ہار چکے تھے کہ کسی طرح تیار نہ ہوئے بلکہ کہنے لگے کہ سید صاحب اب مقابلہ بے کار ہے اتنی قلیل جماعت کے ساتھ آپ کیا کریں گے ایسی غلطی مت کیجیے، آپ نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان کو چھوڑ کر اپنی مختصر سی جماعت کو لے کر آگے بڑھے مقابلہ کیا اور دشمنوں کے جمے ہوئے قدموں کو اکھاڑ دیا ان کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکے، البتہ اس لڑائی میں آپ کے بہنوئی سید عبدالرحیم شہید ہو گئے اور بقیہ جماعت ظفریاب ہو کر واپس ہوئی۔

ایک بار اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے راستہ میں دریائے گنگا پڑا دریا بڑھا ہوا تھا کشتی موجود نہ تھی، آپ نے اپنے ساتھیوں کا سارا سامان اور کپڑے اپنے سر پر رکھے اور پیرتے ہوئے دریا پار کر لیا۔

ایک بار ان کے والد ماجد حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے دست بابرکت پر ایک شخص جو اپنی قوم کا سردار تھا مسلمان ہوا لیکن واپس ہو کر مرتد ہو گیا، حضرت شاہ صاحب کے حکم سے حضرت سید آیت اللہ تن تنہا گئے اور کئی سو جوانوں کے درمیان سے اس

www.abulhasanalinadwi.org

چودھری کو گرفتار کر کے لے آئے اور کوئی اس کو چھڑا نہ سکا۔

۱۰۸۴ھ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ علم اللہؒ کے ساتھ جب انہوں نے مسجد تعمیر کی تو یہ پوری طرح اس تعمیر میں شریک رہے، ۱۰۹۶ھ میں جب والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ پر طالبین سلوک کی تعلیم وتربیت کا کام سنبھالا، ایک بڑی مخلوق نے استفادہ کیا، میاں محمد اشرف جو ایک باخدا اور باکمال شخص گذرے ہیں حضرت شاہ آیت اللہؒ ہی کے مرید تھے وہ آپ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے اور آپ کی توجہ ان پر پڑی تو یک لخت ان کا دل دنیا سے سرد ہو گیا اور یاد آخرت میں ڈوب گئے۔

۱۲/ جمادی الاخریٰ ۱۱۰۱ھ میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے ایک معافی کی سند عطا کی تھی اس سند کی پیشانی پر دائیں جانب اورنگ زیب کا شجرۂ نسب درج ہے اور پشت پر دفتر کی مہر اور کئی دستخط اور داخل خارج کی تاریخیں درج ہیں۔

۱۱۱۶ھ کے شروع میں اورنگ زیب عالمگیر کے لشکر میں تشریف لے گئے اس سفر میں دو صاحبزادے اور برادر خوردار حضرت شاہ محمد ہدیٰؒ ساتھ تھے، وطن سے روانہ ہوتے وقت اپنے دوسرے صاحبزادہ حضرت شاہ سید محمد ضیاؒ کو اپنا قائم مقام بنایا، انہوں نے والد ماجد کے حکم سے رشد وہدایت کا کام سنبھالا، چند ہی دنوں کے بعد اثناء سفر میں علیل ہو گئے، یہ علالت مرض الموت ثابت ہوئی، احتضار کے وقت بھائی اور دونوں بیٹے نیز مریدوں اور خادموں کی ایک جماعت تھی جو چارپائی کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے ان حضرات کو صبر کی تلقین کی اور وعظ ونصیحت سے ان کے دلوں کو تسکین دی اور وصیت فرمائی، چند بار سورہ زلزال ''اذا زلزلت الارض'' تلاوت فرمائی اور چادر اوڑھ لی، حاضرین کو خیال ہوا کہ حضرت والا سو گئے ہیں، عالمگیری دربار کے ایک عہدہ دار (امیر) جو حضرت شاہ علم اللہؒ کے مرید بھی تھے برائے عیادت حاضر خدمت ہوئے، حال دریافت کیا، لوگوں نے جواب دیا کہ ابھی ابھی زبان مبارک سے چند بار سورہ زلزال پڑھی اور چادر اوڑھ کر سو گئے ہیں اس امیر نے جواب دیا، ہائے ہمیشہ کے لیے

www.abulhasanalinadwi.org

سو گئے اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، لوگوں نے چادر ہٹا کر دیکھا تو ابدی نیند سو رہے تھے، اسی وقت تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور لکڑی کے ایک صندوق میں نعش مبارک وطن لائی گئی اور حضرت شاہ علم اللہؒ کے روضہ میں (جو تکیہ کی مسجد کے شرق و جنوب کے گوشہ میں ہے) والد ماجد حضرت شاہ علم اللہؒ کے مزار سے متصل مغربی جانب سپرد خاک کئے گئے اس قبر کے کھودنے والے کا بیان ہے کہ جس وقت قبر کھودی گئی تو حضرت شاہ علم اللہؒ اور ان کی اہلیہ محترمہ کی قبر سے خوشبو آرہی تھی اور یہ خوشبو شاہ آیت اللہؒ کی قبر میں بسی ہوئی تھی۔

حضرت شاہ آیت اللہؒ کی شادی بنی اعمام کے ایک بزرگ سید قطب عالم کی صاحبزادی سیدہ سلیمہ سے ہوئی تھی ان سے پانچ صاحبزادے ہوئے، سید محمد احسن، سید محمد ضیاء، سید عظیم الدین شہید، سید محمد فیاض، سید محمد صابر جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

سیدہ سلیمہ ایک بڑی صاحب علم اور خدا رسیدہ خاتون تھیں جنہوں نے حضرت شاہ علم اللہؒ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تربیت حاصل کی تھی اور ان کی مجاز ارشاد تھیں اور ان کی نسبت خاصہ سے حظ وافر رکھتی تھیں اور عورتوں سے کیا اس وقت کے بہت سے اہل کمال مردوں سے اس باب میں سبقت لے گئی تھیں۔

حضرت سید محمد ہدیٰؒ ابن حضرت شاہ علم اللہؒ

سید محمد ہدیٰؒ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ کے دوسرے فرزند اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے پردادا ہیں، سخاوت و ایثار کے باب میں صاحب حال تھے، سائل کے سوال پر ''نہیں'' کہنا نہیں جانتے تھے، عین فاقہ کی حالت میں اگر سائل نے سوال کر دیا تو کھانا اٹھا کر دے دیتے اور بھوکے رہتے، اگر نقد کچھ دینے کو نہ ہوتا تو گھر کا سامان فروخت کر کے اس کی ضرورت پوری کرتے۔

سید شاہ محمد ہدیٰ شاہی ملازمت میں تھے، مشاہرہ بھی ملتا تھا اور جاگیر کے گاؤں بھی تھے جن میں سے دو گاؤں گھر کے لوگوں کے اخراجات کے لئے مخصوص کردیے تھے، اور دو تین گاؤں اہل محلہ اور برادری والوں کو دے رکھے تھے، باقی اپنے خرچ، اور مسافروں اور اہل حاجت کی حاجت روائی کے لئے رکھ لیے تھے۔

ایک مرتبہ ایک جاگیر سے بارہ ہزار دینار (سکۂ عالمگیری) آئے ایک ہی مجلس میں تقسیم کر کے اٹھے اور رات فاقہ سے گزاری۔

ایک مرتبہ لشکر میں قحط پڑا تین ہزار آدمیوں نے اپنے آپ کو آپ کے ہاتھ فروخت کردیا، قحط اٹھ جانے کے بعد آپ نے ان سب کو آزاد کردیا۔

ایک مرتبہ لشکر میں متواتر تین فاقے ہوئے کہیں سے سو روپے آگئے اور سائل بھی سن کر آگئے سب اٹھا کر ان کو دے دیے اور چوتھا فاقہ کیا، نصف شب میں اٹھ جاتے، تہجد کی نماز ادا کرتے، پھر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے، پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے، جو طلوع فجر تک رہتا اسی طرح عصر و مغرب کے درمیان مراقبہ میں مشغول رہتے۔

دنیا کی زیب و زینت کی طرف مطلق التفات نہ تھا، حیثیت و استطاعت کے باوجود رہنے کے لیے پختہ مکان بھی نہ بنوایا، اگر کسی نے کبھی اس کی ترغیب دی تو فرمایا ''زندگی کی چند سانسیں ہیں، چھپر کے نیچے گزر گئیں یا پختہ حویلی میں، عمارت میں روپیہ لگانا ضائع کرنا ہے، آخرت کی پائدار عمارت کی فکر کرنا ہوشیاری کی بات ہے'' کچا مکان بنایا اور جنگل کی لکڑی کے شہتیر رکھے، صاحب اعلام الہدیٰ نے آپ کے متعدد خوارق و کرامات کا تذکرہ کیا ہے۔

شاہ گردی کے زمانہ میں گھر پر تھے، شاہ عالم بہادر شاہ کی سلطنت کا استقرار ہوا تو لشکر میں تشریف لے گئے، صاحبزادہ سید محمد ثناء اور بھتیجہ سید محمد باقی ہمراہ تھے، بادشاہ کا کوچ حیدرآباد کی طرف ہوا، آپ راستہ میں برہان پور کے قریب بیمار ہوئے، احتضار

www.abulhasanalinadwi.org

شروع ہوا تو پالکی رکھ دی گئی، انتقال کے وقت صاحبزادہ سید محمد ثناء ''اللہ اللہ'' کی تلقین کرنے لگے، حضرت نے اپنا ہاتھ دل پر رکھا اور سر اٹھا کر اشارہ کیا کہ مشغول ذکر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ۱۹/ربیع الاول ۱۱۲۱ھ کو راہی ملک بقا ہوئے، برہان پور میں ایک سال تک جسد مبارک زمین میں امانت رہا پھر رائے بریلی لاکر حضرت شاہ علم اللہؒ کی مسجد کے شمالی جانب کے دروازے کے بالکل سامنے سپرد خاک کئے گئے، فرزند سید محمد نورؒ فرماتے تھے کہ ایک سال گذر جانے کے بعد بھی لاش ایسی تھی جیسے آج وفات ہوئی ہو، انتقال کے وقت دو نامور فرزند یادگار چھوڑے، سید محمد نور، سید محمد ثنا، سید محمد ہدیٰؒ کے انتقال پر کسی نے تاریخی قطعہ کہا ہے وہ درج ذیل ہے:

چوں محمد ہدیٰ عدیم المثل   نور عینین شاہ علم اللہ
بہر گلگشت روضۂ رضواں   رفت ازایں جہاں بعزت وجاہ
گفت تاریخ فوت اوہاتف   یافت جنت ہدی بلطف الہٰ

مولانا فخر الدین خیالی لکھتے ہیں کہ اس جہاں کی روٹی کھائی اور آخرت کا کام بنایا اور دنیا میں فقرا کا کام کیا اور جو کچھ دنیا سے پایا آخرت پر لگایا۔

سید شاہ ابو حنیفہؒ

سید ابو حنیفہ حضرت شاہ علم اللہؒ کے تیسرے محبوب بیٹے تھے بہت کم عمر پائی صاحب اعلام الہدیٰ لکھتے ہیں کہ ''سید شاہ علم اللہ کو ان سے بہت محبت اور تعلق تھا کہ سفر حج میں ان کو ساتھ لے گئے'' اور حضرت شاہ علم اللہؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت فرمائی تھی، علم سلوک اور علوم باطنی کی تکمیل بھی اپنے نامور والد ماجد سے لی، لطافت و پاکیزگی اور نزہت و نظافت میں ممتاز اور بہت سے کمالات و صفات حسنہ کے حامل تھے، بتیس سال کی عمر میں سحر کا اثر ہوا اور انتقال فرمایا، استحضار کے وقت والد

www.abulhasanalinadwi.org

ماجد حضرت شاہ علم اللہؒ ان کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھنے لگے ایک جگہ ان کی آواز بند ہوگئی تو سید ابو حنیفہ نے عرض کیا بابا اسی طرح پڑھتے رہیں سید شاہ علم اللہ نے فرمایا جان پدر تم بھی پڑھتے رہو، انہوں نے جواب دیا، اس وقت اس کا پڑھنا نزول رحمت کا موجب ہے میں بھی پڑھ رہا ہوں بوقت شب ربیع الاول ۱۰۸۱ھ کو وفات پائی اور مسجد کے شمال مشرق میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت شاہ سید محمد جیؒ بن حضرت شاہ علم اللہؒ

حضرت سید محمد جیؒ حضرت شاہ علم اللہؒ کے سب سے چھوٹے اور محبوب صاحبزادہ تھے، سن شعور ہی سے والد ماجد کی تربیت میں رہے اور علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ مند ہوئے اور آپ کے اجلۂ خلفاء میں شمار ہوتا تھا ۱۰۷۰ھ میں ولادت ہوئی۔

حضرت سید محمد جیؒ صاحب حال بزرگ اور قوی نسبت شیخ تھے، اتباع سنت، علم وفضیلت، زہد وتقوی، صبر وقناعت میں اپنے تمام ہمعصر علماء میں بڑا درجہ رکھتے تھے، ان کے حلقۂ ارادت میں بکثرت علماء اور مشائخ گذرے ہیں، والد ماجد کی زندگی میں آخر عمر تک ان کے ساتھ ان کے ترجمان کی حیثیت سے رہے، حضرت شاہ علم اللہؒ نے اپنا عمامہ، قمیص، حضرت سید آدم بنوریؒ کی ایک ٹوپی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دستار مبارک جو ان کو اپنے مرشد سے ملی تھی اور اپنا قرآن مجید حضرت سید محمد جی کو عنایت فرمایا۔

والد ماجد کے انتقال کے بعد دنیا سے دل ایسا سرد ہوا کہ وطن چھوڑ کر مختلف شہروں کا سفر کیا اور علماء عصر اور مشائخ زمانہ کی خدمت میں وقت گذارا، دو سال بعد واپس ہوئے اور وطن مالوف کے قریب رائے بریلی میں اندرون قلعہ قیام فرمایا، ایک خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کی جو دائرہ والی مسجد کے نام سے مشہور ہے، طالبان سلوک کا ایسا

www.abulhasanalinadwi.org

رجوع ہوا کہ باید وشاید آپ کی قیام گاہ مرکز صلاح وتقوی بن گئی اور رشد وہدایت کا ایسا سلسلہ چلا کہ ہندوستان کے کونہ کونہ میں پہونچ گیا شب وروز ذکر وفکر، عبادت وریاضت، علمی حلقے اور دینی مجلسیں ہوتیں، مریدین ومعتقدین کو ہدایت دیتے اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا، ان کی ایک تصنیف بھی ہے جس کا نام ''شرح کلمات نقشبندیہ'' ہے۔

شب وروز کا معمول ایسا تھا صبح کی نماز کی سنتیں مکان پر ادا کرتے اس کے بعد مسجد تشریف لاتے اور اپنے صاحبزادہ حضرت سید محمد عدل کے پیچھے نماز ادا کرتے نماز اشراق کے بعد خدام آکر مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے اور خود دیوار کی طرف پشت کر کے مراقب ہو جاتے، ظہر کی نماز سے پیشتر گھر تشریف لے جاتے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر نماز کو تشریف لاتے پھر عشاء تک اوراد واذکار میں مشغول رہتے اور مراقبہ کرتے، عشاء کے بعد زائرین کی طرف متوجہ ہوتے، علحدہ علحدہ رخصت کرتے دعا کرتے اور مکان تشریف لے جاتے زندگی کے آخری دن بھی یہی معمول رہا۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۱۵۶ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے دائرہ میں مسجد کے مغرب میں جنوب کی طرف مدفون ہوئے اپنی یادگار میں ایک صاحب طریقت اور شیخ وقت صاحبزادہ حضرت سید محمد عدل شاہ لعل کو یادگار چھوڑا، ایک دوسرے صاحب علم صاحبزادہ مولانا سید محمد حکم ان کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی ''نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

''نسبت صحیحہ قوت تاثیر، اور توجہ ڈالنے میں وہ اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانی اور نعمت تھے۔''

صاحب بحر ذخار لکھتے ہیں:

''خاص طور پر میر سید محمد (جی) ان سب (یعنی فرزندان شاہ علم اللہؒ) سے چھوٹے اور رباعی کے آخری مصرعہ کی طرح تھے تصوف وسلوک کے سوا اور کوئی مذاق نہ رکھتے تھے، ایک خلقت ان کی مدح میں رطب اللسان ہے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید محمد جی کی وفات حسرت آیات پر کسی نے دو شعر کہے ہیں:

رابع عشرین ربیع الاخر آں راحل مملکت بقا بود
تاریخ وصال آں شہ دیں ہادی و بشرع مقتدا بود

حضرت سید محمد جی کی اہلیہ محترمہ بڑی پاک دامن اور مریم صفت بی بی تھیں نہایت ذاکر و شاغل اور متبع سنت خاتون تھیں ان کی رحلت اپنے شوہر نامدار کی حیات ہی میں ہوگئی تھی ان کی وفات پر کہنے والے نے کہا:

مریم آئین فاطمہ ثانی زبیدہ عاطفت رابعہ بصری منش بود از خندیں صفت
دوئی شوال چوں با رحمت ایزد رسد مژدہ از ملکوت آمد عاقبت با عافیت

میر محمد احسن بن حضرت شاہ آیت اللہؒ ابن حضرت شاہ علم اللہؒ

آپ حضرت سید شاہ محمد آیت اللہؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے، والد کے انتقال کے وقت پاس ہی موجود تھے اور انتقال کے بعد نعش مبارک کے ساتھ وطن نہیں گئے بلکہ عالمگیر کے لشکر ہی میں رہ گئے اور ملازم ہوگئے، اس زمانہ میں رائے بریلی کی حکومت شیرانیوں کے ہاتھوں میں تھی، یہ افغانی النسل لوگ تھے اور صاحب وجاہت و اقتدار تھے، میر محمد احسن کو بادشاہ کی جانب سے شیرانیوں کے بجائے رائے بریلی کی حکومت و نیابت سونپی گئی، رائے بریلی میں بیسواڑہ اور بنورہ ایسے علاقے تھے جہاں راجاؤں کا راج تھا، آپ بہ نیت جہاد رائے بریلی تشریف لائے شیرانیوں کو جب معلوم ہوا کہ اقتدار ان سے لے کر میر محمد احسن کو دیا گیا ہے تو وہ میر محمد احسن کے دشمن ہوگئے اور اس کو اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا اور رائے بریلی کے قلعہ کو نہیں چھوڑا اور طے کیا کہ جب میر

www.abulhasanalinadwi.org

محمد احسن عید گاہ نماز پڑھانے آئیں تو عین نماز میں ان کو شہید کر دیا جائے، اتفاق کی بات کہ بجائے میر محمد احسن کے ان کے بھائی میر عظیم الدین عید گاہ تشریف لائے، شیرانیوں کو یہ دھوکہ رہا کہ میر محمد احسن ہی تشریف لائے ہیں وہ آگے بڑھے اور میر عظیم الدین کو شہید کر دیا۔

میر محمد احسن نے ان ظالموں سے بدلہ لینا چاہا، شیرانی قلعہ بند تھے میر احسن نے اس خیال سے کہ عم بزرگوار حضرت شاہ سید محمد جی ابن حضرت شاہ علم اللہؒ مع اپنے اہل وعیال کے قلعہ میں فروکش ہیں حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا کہ کہیں شیرانی ان کو نقصان نہ پہونچادیں اور ان کی جان بخشی کر دی اور حکم دیا کہ قلعہ سے باہر ہو جائیں وہ باہر آگئے اور ان کو شہر بدر کر دیا۔

دو سال تک میر محمد احسن نے دل جمعی کے ساتھ رائے بریلی پر حکومت کی دو سال بعد راجہ موہن سنگھ (تلوئی) سے مقابلہ ہوا، اس جنگ میں میر محمد احسن کو زخم آئے اور سید محمد اشرف نواسہ حضرت شاہ علم اللہؒ، سید رحمت اللہ اور ایک جماعت شہید ہوگئی، یہ زمانہ شاہ عالم معظم شاہ ابن عالمگیر کا تھا آپ بادشاہ کے لشکر میں تشریف لے گئے، بادشاہ حیدرآباد میں تھا، آپ نے برہان پور میں قیام فرمایا اور وہیں پر بخاری شریف کی سند حاصل کی اور طلباء کو سلوک کا طریقہ سکھلایا، جب شاہ عالم حیدرآباد سے واپس ہوئے تو آپ ان کے پاس گئے وہیں علیل ہوگئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

ان کے فرزند سید محمد جامع جو صاحب اوصاف اور تواضع و بردباری اور سخاوت میں ممتاز تھے والد ہی کی حیات میں دشمنوں کے ہاتھوں شہادت سے سرفراز ہوئے اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت شاہ محمد ضیاءؒ بن حضرت شاہ آیت اللہؒ ابن حضرت شاہ علم اللہؒ

آپ اپنے والد ماجد حضرت شاہ محمد آیت اللہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، آپ کے علم وتقوی، زہد وورع پر والد ماجد کو بڑا اعتماد تھا جب حضرت شاہ آیت اللہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے لشکر میں جانے لگے تو اپنی نیابت اور خلافت کا سہرا اسی فرزند عالی قدر کے سر پر باندھا اور طالبین سلوک کو جو یہاں مقیم رہے انھیں کے سپرد فرما کر اور بیعت وخلافت سے سرفراز کر کے تشریف لے گئے، شاہ محمد ضیاء نے پوری دل جمعی کے ساتھ اپنے والد کی نیابت کی اور بیشمار افراد کو راہ سلوک کی منزلیں طے کرائیں اور پورے تیس سال تک دائرہ حضرت سید شاہ علم اللہ میں رہ کر لوگوں کو فائدہ پہونچایا اپنے بزرگ والد اور جد امجد کے نقش قدم پر چل کر زندگی گذاری، حضرت سید محمد نعمان، ''اعلام الہدیٰ'' میں فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت شاہ محمد ضیاء کے ایک خلفیہ شاہ محمد یونس کو دیکھا ہے اور ان کو ایک باکمال شخصیت اور برگزیدہ ہستی پایا۔''

حضرت شاہ محمد ضیاء کا جب انتقال ہونے لگا تو زبان مبارک پر جزاک اللہ کا کلمہ جاری تھا آپ کا انتقال ۱۲ رمضان المبارک ۱۱۴۶ھ میں وطن میں ہوا اور وہیں سپرد خاک کئے گئے، آپ کی وفات کے وقت والدہ محترمہ بقید حیات تھیں، اور چھوٹے بھائی حضرت شاہ محمد صابر دہلی میں تھے، والدہ صاحبہ نے مولانا محمد صابر کو بلا کر شاہ محمد ضیاء کا جانشین کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ نے دو اہل علم وفضل فرزند یادگار چھوڑے، مولانا سید محمد معینؒ، حضرت سید شاہ ابو سعیدؒ۔

حضرت شاہ سید محمد صابرؒ بن حضرت شاہ محمد آیت اللہؒ

حضرت شاہ سید محمد آیت اللہؒ کے دوسرے صاحبزادہ اور حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے تھے، والد ماجد کے انتقال کے وقت عمر کم تھی، والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے ابتدائی تعلیم وتربیت کے لئے دہلی بھیجا جہاں حضرت شیخ محمد صدیقؒ ابن حضرت شیخ محمد معصومؒ ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی ذات مرجع خاص وعام تھی، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کے منازل طے کرنے شروع کر دیئے، مدتوں ان کی خدمت میں قیام کیا اور سلوک کی تکمیل کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے، جب بڑے بھائی حضرت شاہ محمد ضیاء کا انتقال ہوگیا تو والدہ ماجدہ نے ان کو طلب کیا اور اسلاف کرام کی جگہ پر بٹھایا اور حضرت شاہ علم اللہؒ کی نسبت خاصہ عطا کی، والدہ مخدومہ حضرت سید شاہ علم اللہؒ کی تربیت یافتہ تھیں اور سلوک وطریقت میں بہت سے مردان خدا اور سالکین سے آگے تھیں بہت قوی نسبت رکھتی تھیں چنانچہ حضرت مولانا سید محمد صابر نے بیشمار افراد کو یہ طریقہ سکھایا اور حضرت شاہ علم اللہؒ کی نسبت منتقل کی، حسن صورت کے ساتھ حسن کردار و عمل، حسن اخلاق، سخاوت وفیاضی، خوش الحانی، عبادت وریاضت، زہد وورع، فقر و استغنا کی دولت بھی پائی تھی، جو آتا اس کو خالی ہاتھ یا خالی دامن واپس نہ کرتے، طالب دین آتا تو اس کو دین کی دولت سے مالا مال کرتے، طالب مال آتا تو جو پاس ہوتا اس کو دیدیتے۔

ایک بار ایک شخص آیا اور کئی دن ٹھہرا رہا مگر آپ کے پاس کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اس کو مرحمت فرماتے نہ کہیں سے کوئی ایسی رقم آئی کہ اس کو دے کر رخصت کرتے وہ جب رخصت ہونا چاہتا آپ اس کو اس خیال سے روک لیتے کہ خالی ہاتھ نہ جانے دیں، کئی دن انتظار کے بعد بھی کوئی انتظام نہ ہوسکا تو جمعہ کے دن آپ ایک نئی دستار باندھ کر گھر سے تشریف لائے وہ اتار کر اس کو دے دی اور فرمایا لو بھائی اس کو قبول کرلو اور بازار میں فروخت کر کے اپنا کام چلاؤ۔

خدا نے وجاہت ظاہری اور حسن و جمال خوب عطا فرمایا تھا، مولانا محمد نعمان صاحبؒ فرماتے ہیں:

اکثر اوقات ایں فقیر ہنگام نماز آنحضرت را در لباس عمامہ و قمیص بتبرکات جدش حضرت قدوۃ الاتقیا می دیدیم بسبب کمال شوق و استیلاء ذوق بمعائنہ جلوۂ جمال بے اختیار حالت رقت وگداز دل پیدا شد۔	اکثر میں نے ان کو نماز میں قدوۃ الاتقیا حضرت سید شاہ علم اللہ کے تبرکات عمامہ اور قمیص پہنے دیکھا جاہ و جمال کو دیکھ کر کمال ذوق و شوق سے دل میں رقت وگداز کی عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔

جوق جوق طالبان خدا حاضر ہوتے اور کامیاب ہوکر واپس ہوتے اور ہزاروں انسانوں کو اس دولت سے مستفید کرتے، عبادت و ورع کا یہ حال تھا کہ بقول مولانا محمد نعمان کے:

ہر کس می دید بے شائبہ گمان بہ تشبیہ جنید و شبلی واصف می کردید۔	جو شخص ان کو دیکھتا بے شک و شبہ جنید و شبلی سے تشبیہ دیتا۔

خوش الحان اتنے تھے کہ جو بھی ایک بار آپ کے پیچھے قرآن شریف سن لیتا بے قابو ہو جاتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ودر قرأت اقرأزماں بودند ولہجہ فصیح و لحنے حزیں داشتند کہ ارباب ذوق بشنیدنش برجا نمی ماندند وعوام برقت می آمدند غرض داد درویشی کماینبغی دادندو ہرچہ بکاملان ایں طائفہ می بایست بانجام رسانیدند۔

اپنے زمانہ کے بہترین قاریوں میں ان کا شمار ہوتا نہایت فصیح لہجہ اور پرسوز آواز تھی اہل ذوق پر ان کی قرأت سن کر ایک حال طاری ہوجاتا اور عوام پر رقت وگریہ ولایت اور درویشی کا حق ادا کردیا اوراس سلسلہ کے کاملین کے لئے جو زیبا تھاوہ کردکھایا۔

حکومت وقت کی طرف سے حضرت شاہ محمد صابرؒ کی خدمت میں کڑا کے مضافات میں تین گاؤں نذر کیے گئے تھے اوران کا مصرف مسافروں، فقرا، و طالبان سلوک کی خدمت اوران کی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔

۱۱۶۳ھ میں دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں وفات پائی اور مسجد کے غرب وشمال گوشہ کے قریب سپرد خاک کیے گئے، انتقال کے وقت ایک فرزند مولانا محمد واضح محدث یادگار چھوڑا۔

مولانا سید محمد نعمانؒ بیان کرتے ہیں:

"خانوادہ علم اللہی کے چند بچے اس زمانہ میں امیٹھی میں تعلیم حاصل کررہے تھے ایک مرتبہ ملاجیون کے عرس میں پہونچ گئے وہاں محفل سماع گرم تھی کسی نے مجلس میں کہا کہ حضرت سید صاحب (شاہ علم اللہؒ) کے فرزند یہاں موجود ہیں اور سماع کو ناپسند کرتے ہیں ان کے پاس وادب میں ہم کو سماع روک دینا چاہیے مولانا عبداللہ امیٹھویؒ نے کہا طالب علم ہیں ان کے لیے اس اہتمام کی کیا ضرورت؟ جب شاہ سید محمد صابر بیمار ہوئے اور ان کے صاحبزادہ مولانا سید محمد واضح دہلی سے امیٹھی ہوتے ہوئے واپس

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے تو مولانا عبد اللہ امیٹھویؒ کو اپنے ہمراہ لیتے آئے مولانا عبد اللہ امیٹھویؒ راستہ میں بگھی سے گر گئے اور پیر میں اتنی سخت چوٹ آئی کہ بہت دنوں تک چلنے پھرنے سے معذور رہے اس درمیان کئی مرتبہ حضرت سید شاہ محمد صابرؒ سے ملنے کی خواہش کی انہوں نے عذر کر دیا ایک مرتبہ مولانا سید محمد واضح مولانا سید محمد معین، شاہ ابوسعید وغیرہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مولوی صاحب ملنے کے بہت مشتاق ہیں آپ ان کو ملنے کا موقع کیوں نہیں دیتے فرمایا عزیزو! میں کیا کروں حضرت جی (شاہ علم اللہؒ) اس واقعہ سے رنجیدہ ہیں، اس کے بعد امیٹھی کے سماع والا قصہ سنایا جوان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا، یہ بھی فرمایا کہ پیر کی چوٹ بھی دراصل اللہ کی طرف سے ایک تنبیہ تھی۔"

میر عظیم الدین شہیدؒ

حضرت سید شاہ آیت اللہؒ کے صاحبزادہ تھے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ قوت وطاقت بھی عطا فرمائی تھی، ذوق جہاد اور شوق شہادت میں ڈوبے ہوئے تھے، اپنے والد ماجد کے ہمراہ کئی جنگوں میں شرکت کی اور داد شجاعت دی، والد ماجد کا جب آخری سفر اورنگ آباد کا ہوا تو یہ ہمراہ تھے اور وفات کے وقت چارپائی کے قریب حاضر تھے، والد ماجد کی نعش کو وطن رائے بریلی لائے اور اپنے جد امجد حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔

برادر بزرگ میر محمد احسن عیدگاہ میں نماز پڑھاتے تھے جب شیرانیوں سے اختلاف ہوا اور شیرانیوں نے طے کیا کہ جب میر محمد احسن عید کی نماز پڑھائیں تو ان کو شہید کر دیا جائے، اتفاق کی بات اس بار ان کے بجائے ان کے بھائی میر عظیم الدین

www.abulhasanalinadwi.org

نماز پڑھانے آئے عیدگاہ پہونچ کر دیکھا کہ شیرانی مسلح ہو کر آئے ہیں وہ بلا خوف آگے بڑے شیرانیوں کے تیور دیکھے تو شہادت کا شوق پیدا ہوگیا سپاہی اور خدام ساتھ تھے وہ سینہ سپر ہوگئے، شیرانیوں نے کہا ہمارا قتل کا ارادہ نہیں ہے ہم تو صرف حصول سعادت اور قدم بوسی کو حاضر ہونا چاہتے ہیں، میر عظیم الدین کو خوب معلوم تھا کہ یہ دھوکہ ہے ورنہ تیر وتفنگ کے ساتھ نہ آتے مگر اس کے باوجود ان کو پاس آنے کی اجازت دی، شیرانی جوان سامنے آتے ہی حملہ آور ہوگئے، میر عظیم الدین بولے میرے ساتھ جو لوگ ہیں وہ اگر جانا چاہیں تو چلے جائیں میں اپنی جگہ نہ چھوڑوں گا، بعض لوگوں نے کہا کہ اس وقت بچ نکلنا بہتر معلوم ہوتا ہے، سپاہی ساتھ ہیں کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا، میر موصوف نے فرمایا مجھ کو شہادت کا شوق ہے اور اپنے جد اعلیٰ حضرت حسینؓ سے ملنا چاہتا ہوں، میں تو نہ بھاگوں گا اور اپنی جگہ کھڑے رہے، آخر کار شیرانیوں نے شہید کر دیا اور میر موصوف اپنی مراد کو پہونچ گئے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

شہادت کی خبر دائرہ شاہ علم اللہؒ پہونچی، بڑے بھائی شاہ محمد ضیاء عید کا خطبہ دے رہے تھے، عزیز بھائی کی شہادت کی خبر صبر و سکون سے سنی اور ایصال ثواب کیا شیرانی میر عظیم الدین کو شہید کر کے فرار ہوگئے جنازہ گھر لایا گیا والدہ مخدومہ حیات تھیں یہ بی بی بہت صابرہ تھیں اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کا پیکر بنایا تھا اپنے خسر حضرت سید شاہ علم اللہ کی تربیت یافتہ و دست گرفتہ تھیں، جوان بیٹے کے سر پر سے چادر ہٹائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اتباع میں پیشانی پر بوسہ دیا اور اللہ کے سپرد کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید محمد نورؒ

حضرت سید محمد ہدیٰؒ ابن حضرت شاہ علم اللہؒ کے فرزند اکبر اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے حقیقی دادا تھے، والد ماجد اور جد امجد حضرت شاہ علم اللہؒ کے جانشین اور ہم رنگ تھے اور سخاوت وایثار میں والد نامدار کی یادگار تھے، ولادت سے ایک سال پہلے ولادت کی بشارت مل چکی تھی اور نام کا انتخاب ہو چکا تھا، بچپن اپنے بزرگ دادا حضرت شاہ علم اللہؒ کے زیر سایہ گزرا، اور ان ہی سے تعلیم وتربیت حاصل کی حضرت شاہ علم اللہؒ کی حیات میں جوان ہو گئے۔

آپ اپنے دادا حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کے خاص منظور نظر اور تربیت یافتہ تھے، شاہ صاحب نے اور ان کی اخلاقی وروحانی تربیت میں بہت کوشش فرمائی تھی، ان کے والد ماجد حضرت سید محمد ہدیٰؒ اکثر فرماتے تھے کہ اس بچہ کی تربیت کی وجہ سے امید ہے کہ اللہ میری مغفرت فرمادے گا۔

سید محمد نورؒ بہت متقی اور محتاط بزرگ تھے، غیر دیندار اور غیر متشرع لوگوں سے کچھ قبول نہ کرتے، اپنے دادا حضرت سید شاہ علم اللہؒ کی طرح مشتبہ کھانے سے پرہیز کرتے اور اکل حلال کا بڑا اہتمام رکھتے اپنے اوقات، تلاوت قرآن، اذکار مسنونہ سے اور باطنی اشغال کے ساتھ معمور رکھتے، لایعنی بات اور غیبت سے سخت نفرت تھی، غربا کی تجہیز وتکفین میں بڑی امداد کرتے تھے، صلۂ رحمی اعزاء اور ہمسایوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے، سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، اتباع سنت کا خاص ذوق تھا، وفات کے وقت رقت قلب بہت بڑھ گئی تھی اور نسبت حضوری ویادداشت بڑی ترقی اور قوت پر تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

اکثر فرماتے تھے کہ کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل تو نہیں ہے لیکن بعض بشارتوں کی بنا پر اللہ کی رحمت کی ضرور امید ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۱۴۸ھ کو چہار شنبہ کے دن انتقال کیا اور نصیر آباد میں اپنے نانا حضرت شاہ داؤد (برادر حقیقی حضرت شاہ علم اللہؒ) کے پہلو میں مدفون ہوئے، چار فرزند یادگار چھوڑے، سید محمد عمران، سید محمد عثمان، مولانا سید محمد نعمان، سید محمد عرفان والد ماجد حضرت سید احمد شہیدؒ۔

قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے:

قرۃ العین احمد مرسل مشتہر درجہاں محمد نور
بہر گلگشت روضۂ رضواں رفت زیں دار بانشاط و سرور
پوچھا رضواں سے ان کا سال وفات کہا ہیں خلد میں محمد نور

میاں سید محمد ثناء ابن حضرت سید محمد ہدیٰؒ

سید محمد ثناء حضرت سید محمد ہدیٰ کے دوسرے صاحبزادہ تھے، اپنے بزرگ جد امجد حضرت شاہ علم اللہؒ کی وفات سے تین سال قبل نصیر آباد میں پیدا ہوئے، حضرت شاہ علم اللہؒ کو ان کی ولادت کی خوشخبری دی گئی تو بے ساختہ زبان مبارک سے نکلا ''آئے میاں محمد ثناء'' اور پھر یہی نام رکھا گیا، حضرت شاہ علم اللہؒ نے اپنے کرتے کے دامن کا ایک بالشت ٹکڑا عنایت فرمایا کہ اس کو ٹوپی پہنائی جائے اور پھر بطور برکت ان کو بیعت کیا جب سن رشد کو پہونچے تو علوم ظاہری کی تحصیل کی اور اپنے والد ماجد کی جائداد کا انتظام سنبھالا، نیز فن سپہ گری حاصل کیا اور بادشاہ وقت کے یہاں چند دن رہے بعد میں اپنے چچا حضرت شاہ سید محمد جیؒ کی خدمت میں رہے اور بیعت ہو کر منازل سلوک طے کیے، بزرگی میں اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

اسلاف کے قدم بہ قدم تھے، عبادت وریاضت میں بیشتر وقت صرف کرتے نوافل کا بڑا اہتمام رہتا مغرب سے عشا تک مسلسل نوافل پڑھتے، اور وظائف بہت پڑھتے، شب بیداری کرتے اور خوف آخرت سے اشکبار رہتے، ان کی عبادت وریاضت اور مجاہدوں کی کثرت سے لوگوں کو ان پر رشک آتا تھا۔

طوبی لمن بات خائفا وجلا یشکو الی ذی الجلال بلواہ
ومــا بــہ غــلة ولا سقــم اکثــر مــن حبــہ لمــولاہ
اذا خــلا فــی الظلام مبتهلا اجــابــہ الــلــہ ثــم لبــاہ

یکم محرم الحرام ۱۱۷۲ھ کو انتقال کیا ۷۵ سال کی عمر پائی اور اپنے والد کے پہلو میں مسجد کے شمالی جانب سپرد خاک ہوئے، اپنے پیچھے تین فرزند، مولانا سید محمد حیا، سید محمد عطوف، سید محمد صفت یادگار چھوڑے۔

سید عبدالباقیؒ

حضرت سید ابو حنیفہؒ کے فرزند ارجمند، حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے اور دیوان خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے نواسہ تھے ۱۰۸۸ھ میں دائرہ شاہ علم اللہؒ میں پیدا ہوئے، زہد وقناعت اور صبر ورضا کے پیکر تھے، حضرت دیوان خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے انتقال کے وقت ۴۰ روز کے تھے اور حضرت شاہ علم اللہؒ کے انتقال کے وقت آٹھ سال کے تھے، والد ماجد کا انتقال ولادت ہی کے سال ہو گیا اس لیے اپنے دادا کی خدمت میں رہے، حضرت شاہ علم اللہؒ نے اپنے یتیم پوتے کی بڑی اچھی تربیت کی، حضرت شاہ علم اللہؒ کے انتقال کے بعد علوم ظاہری کی طرف توجہ کی اور خوش خطی میں کمال حاصل کیا، تربیت باطنی میں اپنے ماموں حضرت سید ابراہیم نصیر آبادی (جو بڑے بزرگ اور صاحب حال شیخ تھے، اور حضرت دیوان خواجہ احمد نصیر آبادی کے صاحبزادہ تھے) سے رجوع کیا، ماموں

www.abulhasanalinadwi.org

کے انتقال کے بعد چند دن شاہ عالم بادشاہ ہند کے یہاں ملازم رہے اس کے بعد دنیا سے دل سرد ہو گیا اور خانہ نشین ہو گئے اور فقر و فاقہ قناعت اور توکل کی زندگی اختیار کر لی، مولانا سید محمد نعمانؒ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۵-۱۵-۱۶-۱۶/فاقے ہو جاتے تھے مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی، ان کے صاحبزادوں میں میر ممتاز بڑی عمر کے تھے وہ شریک حال رہتے، ایک بار ستراہوں فاقہ تھا آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ بھوک کی تاب نہ لاکر لڑکھڑائے میر ممتاز سہارا دینے کو اٹھے آپ نے سہارے کو منع کیا اور خطبہ دے کر اطمینان سے نماز پڑھائی اکثر فرمایا کرتے کہ یہ دولت فقر میری دادھیالی اور نانھیالی میراث ہے۔

کرا باشد میسر دولت وشانے کہ من دارم

(یہ دولت وشان کس کو میسر ہوگی جو مجھے حاصل ہے)

ساری زندگی اسی طرح بسر کی اور کسی پر فقر و فاقہ کا اظہار ہونے نہ دیا، مکان مختصر تھا اور پھر مرور زمانہ سے شکستہ ہو ہو کر زمیں بوس ہو گیا تھا کہ ایک چارپائی سے زیادہ کی جگہ نہ رہ گئی تھی ۱۱۵۷ھ میں ستر سال کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے پیچھے تین اہل علم و فضل صاحبزادے یادگار چھوڑے جن کے نام یہ تھے، میر سید محمد ممتاز، سید محمد مستعان، سید محمد مستقیم۔

مولانا سید محمد حکمؒ

مولانا سید محمد حکمؒ حضرت سید محمد جی ابن حضرت شاہ علم اللہؒ کے صاحب علم و فضیلت صاحبزادہ تھے، اوائل عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کی، اس کے بعد اپنے والد بزرگوار سے تکمیل سلوک کی اور اپنا آبائی طریقہ احسنیہ حاصل کیا اور طویل عرصہ تک والد ماجد کی صحبت اٹھائی اور اصلاح نفس کے سارے مراحل سے گذرے اس کے بعد والد کی اجازت سے ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا اور مشہور علماء اور مشائخ کی خدمت

www.abulhasanalinadwi.org

میں حاضر ہوئے اوران کی صحبت اٹھائی، سرہند میں حضرت شیخ عبدالاحدؒ ابن شیخ محمد سعیدؒ عرف شاہ گل سے استفادہ کیا، پھر سیام چوراس جاکر شیخ عبدالنبیؒ کی خدمت میں ایک سال رہے پھر شیخ سعدی بلخاریؒ اوران کے خلیفہ شیخ محمد تکی اٹکیؒ کی صحبت اٹھائی اور پشاور تک جتنے بھی مشائخ ملے جن کا تعلق سلسلۂ احسنیہ سے تھا ان کی خدمت میں رہے اور استفادہ کیا اس کے بعد وطن واپس ہوئے اور اپنے والد کی خدمت میں ٹھہر گئے اور علوم ظاہری و باطنی کی خدمت کرنے لگے، آپ نے کئی کتابیں لکھیں جن میں تفسیر الحسینی (فارسی) محکم التنزیل (عربی) اور لغت میں تلخیص الصراح، بلاغت میں ملخص البلاغت، فن نحو میں لآئی النحو، فن نحو میں جو خاص طور پر اپنے برادر خورد حضرت شاہ سید محمد عدلؒ کے لیے لکھی تھی اسی طرح بعض مختصر رسالے بھی تصنیف فرمائے، جن میں فرائض وحساب، نحو، فقہ کے مضامین ذکر کیے ہیں، تلاوت قرآن سے بڑا شغف رکھتے تھے ہر ہفتہ ایک قرآن مجید ختم کرتے، عبادت وریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہتے، دردوسوز اور کیف ومستی کی دولت سے مالا مال تھے، ان کے دردوسوز کا حال یہ تھا کہ جب وہ ذکروشغل میں مشغول ہوتے تو سینے کی گرمی سے ایسی تپش پیدا ہوتی کہ پاس بیٹھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے سینہ اور دل کباب کی طرح جل بھن رہا ہو۔

افسوس ہے کہ عمر کم پائی آپ کی عمر انتقال کے وقت ۴۲ رسال کی تھی ۱۱ رشوال ۱۱۵۰ھ کو انتقال ہوگیا اپنے چچازاد بھائی حضرت سید محمد ضیا کی عیادت کے سلسلہ میں نصیر آباد گئے تھے کہ خود کا انتقال ہوگیا نعش رائے بریلی لائی گئی، ایک شب دائرہ حضرت سید محمد جیؒ اندرون قلعہ میں رکھی گئی دوسرے دن صبح دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں لائی گئی اور سپرد خاک کی گئی، مولانا سید محمد حکمؒ نے انتقال کے وقت ایک فرزند سید محمد ثانی یادگار چھوڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا سید محمد عدلؒ عرف شاہ لعل صاحب

حضرت مولانا سید محمد جیؒ کے فرزند ثانی اور مولانا سید محمد حکمؒ کے برادر خورد تھے، ۱۱۱۵ھ کو اندرون قلعہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، اپنے عہد کے نامور مشائخ میں ان کا شمار ہوتا تھا، اودھ کے علاقوں میں ان کے فیض یافتہ علماء و مشائخ پھیلے ہوئے تھے، اپنے والد حضرت شاہ سید محمد جیؒ کی تربیت وصحبت میں رہے اور بعد میں ان کے ترجمان وجانشین بنے۔ علوم ظاہری اپنے برادر اکبر حضرت مولانا سید محمد حکمؒ سے حاصل کئے، درسیات سے فارغ ہوکر یقین واحسان کی دولت حاصل کرنے کی فکر کی اور بڑے مجاہدے کیے اور والد ماجد کی شفقت وتوجہ سے مدارج عالیہ کو پہونچے والد ماجد کے انتقال کے بعد ان کی مسند ارشاد وسلوک کو آراستہ کیا اور علم وعمل، فضل وکمال میں والد ماجد کے صحیح جانشین بنے۔

حضرت سید محمد عدل عرف شاہ لعل کے زہد وورع اور تقویٰ وطہارت پر ہم عصر علماء کو اتفاق تھا بلکہ بعد کے علماء ومشائخ ان کی جلالت شان اور علو مرتبہ کے بڑے قائل تھے، مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں:

> ''ان جیسا صاحب عزیمت وورع صاحب استقامت وکرامت صاحب تشرع وتورع (بزرگی) صاحب فضل وکمال اس عہد میں اور کوئی نہیں پیدا ہوا، مہر درخشاں کی طرح روشن ہوئے اور ایک عالم کو فیضیاب کر گئے۔''

حضرت سید محمد عدلؒ کو اتباع سنت اور اظہار حق میں ملکہ حاصل تھا کوئی کام

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا نہیں کرتے جس کے ادنیٰ بھی خلاف سنت ہونے کا امکان ہو، بعض مشائخ خدمت میں حاضر ہوئے اور مہینوں رہ کر حضرت سید محمد عدلؒ کی ہر حرکت وعمل پر نگاہ رکھی کہ شب وروز میں کسی وقت بھی کوئی عمل خلاف سنت ہو جائے مگر وہ ایسا کوئی عمل نہ دیکھ سکے، آخر میں ہاتھ میں ہاتھ دیا اور مرید ہو گئے، بڑے سے بڑا امیر آتا یا وزیر، اگر خلاف سنت عمل دیکھتے برملا ٹوک دیتے اور بعض دفعہ ملنے سے انکار کر دیتے، بہت کم کھاتے بہت کم سوتے اور عبادت الٰہی میں ہر وقت مشغول رہتے، خانقاہ میں ہر ایک کی خدمت اپنا شیوہ بنا رکھا تھا اور اس خدمت کی خبر کسی کو نہ ہوتی، اتباع سنت اور عشق نبوی کا یہ حال تھا کہ روئی اور چارپائی کا استعمال بھی چھوڑ دیا تھا زمین پر چٹائی یا پیال بچھا کر سوتے اور ہر عمل میں اتباع رسولؐ پیش نظر رکھتے، عشاء کے بعد نوافل شروع کرتے تو بعض بعض دفعہ ساری رات اسی میں گزار دیتے، مولانا سید محمد نعمان کہتے ہیں:

> ''میں نے اکثر دیکھا کہ عشاء کو نماز میں کھڑے ہوئے اور کوئی حالت یا کیفیت ایسی طاری ہوئی کہ رات بھر اسی ہیئت پر کھڑے ہو کر سحر کر دی'' اودھ کے علاقوں نیز بہرائچ، مانکپور، الہ آباد اور نواح دہلی کا اکثر سفر کرتے اور وہاں کے علماء ومشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اخفائے حال کا یہ حال تھا کہ سفر تک کی کسی کو خبر نہ ہوتی، خاموش نکل جاتے اور جہاں بھی ازدحام ہونے لگتا وہ جگہ چھوڑ کر آگے چل دیتے، آخر میں اپنے والد کی خانقاہ میں قیام فرمایا اور رشد و ہدایت کے چشمے جاری کیے اور ہزاروں آدمیوں نے استفادہ کیا جن میں سیکڑوں کامل بنے، جن میں ایک بڑی تعداد علماء کی تھی، آپ کے مشہور خلفاء میں مولانا اظہار الحق فرنگی محلی، مولانا احمدی کرسوی، مولوی عبد اللہ امیٹھوی، شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی، مولانا ذوالفقار علی دیوی، مولانا سید عبد الکریم جوراسی مرشد قاضی عبد الکریم نگرامی، مولانا سید محمد یحیٰ جائسی اور مولانا سید محمد نعمان صاحب ''اعلام الہدیٰ'' اور شاہ عبد اللہ خان مصنف ریاض الاولیاء تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر عمر میں ضعف و نقاہت بہت بڑھ گئی تھی مگر رات رات بھر نماز پڑھنا اور خوف خدا سے اشکبار ہونا ان کا معمول بن گیا تھا، ۱۱ر رمضان المبارک ۱۱۹۲ھ کو ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے جد امجد حضرت شاہ علم اللہؒ کے روضہ میں مدفون ہوئے، کسی نے ان کے انتقال پر چند شعر کہے ہیں وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں:

غنچۂ باغ شریعت را نسیم | نعمت خوان ہدایت را نعیم
شمع ایوان محمدؐ شاہ لعل | آں کریم ابن الکریم ابن الکریم
زیں جہاں چوں خانۂ ہستی گذاشت | مسکنش دادند در جنت نعیم
سال تاریخ وصالش خواستم | خاطرم دریافت از فکرِ عظیم
احد عشر از مہ صیام آں صدر دیں | واصل از حق بجنت شد مقیم

مولانا شاہ سید محمد عدلؒ کا سب سے بڑا امتیاز سنت وشریعت کا اہتمام اور اس میں سر مو فرق نہ آنے کی کوشش تھی اور اس باب میں ان کو کیا کمال حاصل تھا اس کو سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ کافی ہے مولانا سید عبد الکریم جوراسی ایک بڑے متبع شریعت عالم تھے وہ شاہ صاحب کا شہرہ سن کر حاضر ہوئے اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لائے اور دونوں طویل زمانہ تک رہے اہلیہ صاحبہ گھر کے اندر عورتوں کے اعمال وحرکات دیکھتی رہیں اور مولانا عبد الکریم باہر حضرت شاہ صاحب کے ہر عمل پر غایت درجہ سے نظر رکھتے رہے، طویل عرصہ کے بعد آخر میں اس نتیجہ پر پہونچے کی اندر باہر کوئی عمل خلافت سنت صادر نہیں ہو رہا ہے اور حضرت شاہ صاحب کے ظاہر و باطن اور خلوت وجلوت میں کوئی فرق نہیں، حضرت شاہ صاحب کے امتیاز و کمال کو دیکھ کر مولانا عبد الکریم اور ان کی اہلیہ شاہ صاحب سے بیعت ہو گئے اور پھر مولانا اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

مولانا سید محمد نعمانؒ لکھتے ہیں:

''مجاہدانہ زندگی، ریاضت ونفس کشی اور زہد و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اگر بھنا ہوا سالن سامنے آتا تو اس میں پانی ڈال کر زیادہ کر دیتے، کھانا چوتھائی معدہ سے زیادہ نہ کھاتے کبھی کبھی اس میں بھی ناغہ کر دیتے اور باقی کھانا

www.abulhasanalinadwi.org

فقراء و مساکین کو عنایت کر دیتے، جاڑوں میں اکثر ایسا کرتے کہ اپنے اوڑھنے اور بچھانے کا سامان خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کو دیدیتے۔"

صاحب بحر زخار لکھتے ہیں:

"مخفی نہ رہے کہ یہ حضرات کرامات وخوارق کے اظہار میں بہت متامل اور مستور الاحوال تھے ان کے خاندان میں ملفوظات و مجالس کا رواج نہیں کہتے ہیں کہ یہ باتیں ان بزرگوں اور درویشوں کو مناسب ہیں جنھوں نے واقعی دنیا چھوڑ دی ہو دیانت سے دور ہے کہ ہم اپنے کو بزرگ سمجھ کر ملفوظات سازی کریں۔"

حضرت شاہ لعل صاحب نے انتقال کے وقت ایک فرزند یادگار چھوڑا جن کا نام نامی سید محمد مہدی تھا جو اتباع سنت اور عمل صالح میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے صاحب "بحر زخار" جو ان کے ہم عصر تھے ان کے متعلق لکھتے ہیں "میاں مہدی ہادی روزگار بود۔"(۱)

سید محمد جامع شہیدؒ

سید محمد احسن ابن حضرت شاہ آیت اللہ کے صاحبزادہ تھے دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور اپنے جد امجد شاہ آیت اللہؒ کے دامن تربیت میں نشو ونما پائی اس وقت ہر طرف علم کا چرچا تھا اور فضل وکمال کی شمعیں روشن تھیں، حضرت سید محمد ہدیٰ،

(۱) حضرت مولانا سید محمد جی اور ان کے بعد حضرت شاہ لعل صاحب کی وجہ سے اودھ میں جابجا ارشاد و سلوک کی مسندیں آراستہ ہوئی اور لاکھوں انسانوں نے تصوف واحسان کی راہ اختیار کی اور آج تک ان کے جاری کیے ہوئے چشمے جاری ہیں لیکن افسوس ہے کہ چند پشتوں کے بعد ان کی نسل منقطع ہوگئی اور ان کی خانقاہ طالبین سلوک سے خالی ہوگئی آج صرف ان کی تعمیر کردہ مسجد اسی حال میں موجود ہے اور آباد و معمور ہے اور رائے بریلی کا تبلیغی مرکز ہے مگر خانقاہ و مدرسہ کا نشان بھی باقی نہیں اور وہ مکان جہاں ان بزرگوں کا قیام تھا اور شب و روز تلاوت و ذکر اور نمازوں کا مشغلہ رہتا تھا صرف ان کی یادگار بن کر رہ گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید محمد جی بن حضرت شاہ علم اللہ، سید محمد نور جیسے باکمال حضرات خاندان میں موجود تھے خود والد ماجد دینی اور دنیاوی وجاہت کے مالک تھے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت وتعلیم میں بڑی دلچسپی لی، بڑے ہوئے اور ہوش سنبھالا تو دادا اور والد کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی، سخاوت وفیاضی میں حضرت شاہ سید محمد ہدیٰ کے قدم بقدم اور تواضع وبردباری میں جد امجد حضرت شاہ علم اللہؒ کے متبع تھے بڑے بڑے مخالف اور دشمن سے بھی اچھا برتاؤ کرتے جوان صالح اور شاب نشافی عبادۃ اللہ کے مصداق تھے، اپنے والد ماجد سید محمد احسن کی حیات ہی میں ایک جنگ میں شرکت کی اور شہادت کی نعمت حاصل کی اور اپنے عم نامدار سید عظیم الدین شہید سے جا ملے، یہ اپنے والد ماجد کے اکلوتے اور محبوب بیٹے تھے، سید محمد احسن نے اپنے جوان العمر بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو صبر وسکون کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

سید محمد ممتازؒ

حضرت سید محمد باقیؒ کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے، نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد کی آغوش میں تربیت پائی اور انھیں سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور سلوک وطریقت کی منزلیں طے کیں، تقویٰ، احتیاط، قناعت اور اخفاء حال میں اپنے والد اور دادا حضرت شاہ سید ابو حنیفہؒ کے نقش قدم پر تھے۔

بڑے جید حافظ تھے قرآن اتنا اچھا یاد تھا کہ کسی جگہ تشابہ یا سہو نہ لگتا، تلاوت سے اتنا شغف تھا کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہتے روزانہ دو قرآن ختم کرتے، شب بیداری کرتے اور نوافل میں قرآن شریف برابر پڑھتے رہتے، صدق وحیا، راست گوئی میں اسم بامسمّٰی تھے والد ماجد کی زندگی میں ہمہ تن ان کی صحبت وخدمت میں رہے اور فقر وغنا میں ان کے شریک حال اور معین ومددگار، والد کے انتقال کے بعد ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے مسند علم وارشاد کو آراستہ رکھا اور اپنے آبائی طور طریقوں کو قائم رکھا اور علم وعمل، خوف وخشیت، رضاء الٰہی، مسکنت وعزیمت کی راہ اختیار کی اور اس راہ پر چل کر اپنے ہم عصروں میں ممتاز رہے۔

سید محمد منتقمؒ

حضرت سید محمد باقیؒ کے صاحبزادہ تھے اور مادرزاد ولی تھے، بچپن ہی سے کرامتوں کا اور خرق عادات کا ظہور ہونے لگا، رات کو حضرت سرور کائنات ﷺ کی خواب میں برابر زیارت ہوتی اور علانیہ بات کرتے اور شرف ہم کلامی سے فیضیاب ہوتے، ان کی خرق عادت بات یہ تھی کہ کبھی کبھی نظروں سے غائب ہو جاتے، ان کی والدہ ان کے آنے پر دریافت کرتیں کہ بیٹے تم کہاں تھے وہ فرماتے کہ حضرت شاہ علم اللہؒ اور دیوان جی (دیوان خواجہ احمد) تشریف لائے تھے ان کی ملاقات کو گیا تھا۔

مولانا سید محمد نعمان صاحب ''اعلام الہدیٰ'' لکھتے ہیں کہ ایک بار میرے بڑے بھائی سید محمد عمران قصبہ جائس میں گرفتار ہو گئے، جس کی وجہ سے ہم سب کو بڑی تشویش ہوئی، سید محمد منتقم کو خبر کی گئی، آپ نے رات کو ایک آتش دان کے سامنے بیٹھ کر فرمایا کہ فلاں شخص جو گرفتار کر لیا گیا ہے کیا ابھی تک رہا نہیں ہوا پھر ذرا دیر کو خاموش ہوئے اور پھر بولے اور سید محمد عمران کو رہا کرنے کی ہدایت کی، دوسرے دن معلوم ہوا کی نصف شب میں ان کی رہائی عمل میں آئی، سید محمد منتقم کا چالیس سال کی عمر میں انتقال ہوا کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

سید شاہ ابوسعید بن شاہ محمد ضیاء بن شاہ سید آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہؒ، آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے اپنے آبائی وطن دائرہ شاہ علم اللہؒ میں پیدا ہوئے، والد ماجد مولانا سید محمد ضیاءؒ کے دامن تربیت میں پرورش پائی، تحصیل علم ملا جیونؒ کے پوتے مولانا عبداللہ امیٹھویؒ سے کی، فراغت کے بعد وطن واپس ہوئے اور والد ماجد کے انتقال کے بعد اپنے عم محترم مولانا سید محمد صابر کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی اور ایک مدت تک ذکر و شغل کرتے رہے اور مجاہدات کیے، اپنے آباء کرام کی نسبت اپنے والد کے خلیفہ شاہ محمد یونسؒ سے حاصل کی پھر دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی تحصیل کی اور بشارت عظیمہ سے ممتاز ہوئے، حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد آپ کے خلیفۂ اجل حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ سے استفادہ کیا اور اجازت حاصل کی، حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی نے اجازت و خلافت کے ساتھ ساتھ تفسیر و حدیث، فقہ و تصوف، نحو و صرف نیز سارے اعمال و اشغال میں اجازت دی، شاہ ابوسعید حسنیؒ نے شاہ محمد عاشق پھلتیؒ سے تحصیل علم سلوک کے ساتھ مختلف فنون کی کتابیں بھی پڑھی تھیں اسی لئے استاذ و شیخ نے علم ظاہر و باطن دونوں میں اجازت دی۔

آپ کی نسبت بہت قوی آپ کی صحبت بڑی موثر تھی، آپ کے ذوق و کمالات اور معارف کا اندازہ اس خط و کتابت سے ہوتا ہے جو آپ کے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

www.abulhasanalinadwi.org

کے درمیان ہوئی تھی اور آپ کی عظمت کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو شاہ اہل اللہ برادر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا نور اللہؒ، حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ نے آپ کے نام بھیجے ان حضرات نے اپنے خطوط میں کن القاب سے یاد کیا وہ ملاحظہ ہوں:

شاہ اہل اللہ دہلویؒ نے تحریر فرمایا:

''بخدمت حقائق و معارف آگاہ فضیلت و کمالات دستگاہ معدن فیوض ظاہر و باطن میر ابوسعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ........

مولانا محمد عاشق پھلتیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سیادت و نقابت خلاصۂ دودماں حقائق و معارف آگاہ فضائل دستگاہ میر ابوسعید جیو سلمہ اللہ تعالیٰ........

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق و معارف آگاہ فضیلت و کمالات دستگاہ السید الحسیب والنسیب النجیب والنقیب السید ابوسعید الحسنی سلمہ اللہ واوصلہ الی ما یتمناہ بل الی فوق مناہ آمین!''

ایک خط میں شاہ عبدالعزیز محدثؒ نے عربی میں تحریر فرمایا اس میں جن الفاظ و القاب سے شاہ ابوسعید صاحب کو خطاب کیا وہ ان کی فضیلت و بزرگی کی روشن دلیل ہے:

" وثـم طويل الباع من آل احمد جوى قصبات السبق فى كل حلبة اعـنـى به السيد المجيد و الشريف الايد طرة ناصية السيادة، غرة جبهة السـعـادة، نبوى الاخلاق والمآثر، علوى الأعراف والمفاخر سيد أبو سـعـيـد أكـرمه الله بشهوده و أفاض عليه بركات آبائه واجداده، الـفـقـيـر عبد العزيز عفى عنه يرفع عليكم التحيات الوافية والدعوات الذاكية بكرة و عشية، ويذكر مكارمكم السنية ومناقبكم العلية، آناء الصبـاح وأطـراف الـمـسـاء، عليك أثنى ثناءً لانفاد له، و يمنى فى

www.abulhasanalinadwi.org

جناب ذی الفضل الجسیم والطول العمیم امنة الاجتماع علی
أحسن الصور وأیمن الأوضاع، و الله بلطفه یجیب الدعوات، هذا
قد مضی زمان طویل لم نطلع علی خبر من أخبارکم ولم نعرف أثراً
من اثارکم ولا اکرمتمونا فی هذه المدة المدیدة بصحیفة، وما کان
ذلك ظنا بکم فالمرجو منکم أن لا تنسونا من لطیف مکاتبکم، فان
المکاتب نوع مواصلة. والسلام

حضرت شاہ ابوسعید حسنیؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مخصوص لوگوں میں تھے، شاہ صاحب کے علوم وکمالات سے جن خوش قسمت افراد نے شاہ صاحب کی زندگی میں استفادہ کیا اور آپ کو پہچانا ان کے پہلے طبقہ میں شاہ ابوسعید حسنیؒ کا شمار ہے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو آپ سے کیا خصوصیت تھی اس کا اندازہ مولانا محمد نعمانؒ کے اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے سید شاہ ابوسعیدؒ کو شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات کے بعد شاہ صاحب کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع کے لئے لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں:

''بحمد للہ حضرت مرحوم کی جناب سے رضامندی اور آپ کے حال پر آنجناب کی توجہات عالیہ میں نے جتنی پائیں وہ بیان میں نہیں آسکتیں، اکثر اوقات جناب کے حالات دریافت فرماتے، ابدالیوں کی غارت گری کا واقعہ آپ کا عین ہنگامہ میں پہونچ جانا لوٹ مار کی آگ کا فرو ہو جانا زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو آپ سے آخری ملاقات کا خیال تھا، ایک مرتبہ فرمایا سید ابوسعید آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر جلد پہونچ جائیں تو بہتر ہے۔'' (ترجمہ عبارت فارسی از خط سید محمد نعمان)

سید شاہ ابوسعید جود وسخاوت، مہمان نوازی، غربا پروری میں اپنے زمانہ میں ممتاز تھے ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ آیا گھر کے باہر رکھ دیا اور وہیں سے ضرورت مندوں کو تقسیم کر دیا۔[1]

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ بحوالہ تذکرۃ الابرار۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان کا گھر کیا تھا ایک مہمان خانہ تھا، سیکڑوں آتے اور سیکڑوں جاتے، ان کے نام جو ہدایا آتے یا بادشاہ کی جانب سے جو معافیاں ملی تھیں وہ سب عزیزوں مسافروں اور مہمانوں پر خرچ ہوتیں تقریباً چالیس ہزار سالانہ حجاز میں خرچ تھا جس میں شیوخ اور معلمین کی تنخواہیں اور دوسرے مصارف تھے، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں رباطیں تھیں۔

مدراس اور چینا پٹن میں آپ کا بڑا اثر اور رسوخ تھا اور آپ کا اکثر سفر رہتا ۱۱۸۷ھ میں اپنے مریدوں اور اصحاب کے ساتھ حج کا سفر کیا، مکہ مکرمہ میں آخر ربیع الاول ۱۱۸۷ھ میں داخل ہوئے اور قیام کیا اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں چھ ماہ قیام کیا اور المصابیح کی سماعت شیخ ابوالحسن السندی الصغیر سے کی، مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھے اس عالم میں عجب کیفیت وسرور محسوس کیا ایک حال طاری ہوا ایسا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے اور سامنے بیٹھ گئے اور تبسم فرمایا، شیخ امین الدین بن عبدالحمید علوی محدث کاکوروی جو اس سفر میں ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ شاہ ابوسعید صاحب بعد میں فرماتے تھے کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، مدینہ طیبہ کے قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور شیخ محمد میر داد انصاری سے الجزریۃ پڑھی پھر طائف گئے اس کے بعد ہندوستان واپس ہوئے واپسی پر مدراس تشریف لے گئے وہاں ایک عرصہ قیام کیا، رجوع عام ہوا۔ [1]

۹ر رمضان المبارک ۱۱۹۳ھ میں اپنے وطن میں وفات پائی اور چھوٹی باغ (پورہ محمد میاں) جو تکیہ کلاں سے شمال کی جانب دو کھیت کے فاصلہ پر ہے تدفین عمل میں آئی، مریدوں نے بعد میں روضہ بنوا دیا اور چار دیواری کھینچ دی، جو روضہ شاہ ابوسعید حسنیؒ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کے خلفاء میں حسب ذیل اشخاص بہت مشہور ہیں، میر عبدالسلام بدخشانی،

---

(۱) امین الدین محدث کاکوروی جو آپ کے خلیفہ بھی تھے کا قلمبند کیا سفر نامہ حج ہے جو قلمی ہے کتب خانہ علویہ کاکوری میں محفوظ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ محمد میر داد انصاری قاری مکی، مولانا جمال الدین بن محمد صدیق قطب، مولانا عبداللہ آفندی، شیخ عبداللطیف حسینی مصری، حاجی امین الدین علوی کاکوروی، شاہ عبدالقادر خالص پوری۔

پہلی بیوی بی بی مہتاب بنت شاہ محمد صابرؒ سے ایک صاحبزادہ شاہ سید ابواللیث ہوئے دوسری بیوی بی بی غنیمت بنت میر گجراتی (۱) سے ایک پسر سید محمد احسن پیدا ہوئے۔

مولانا سید محمد نعمانؒ

حضرت سید محمد نورؒ کے صاحبزادہ تھے، والد ماجد حضرت سید محمد نور عام طور پر نصیر آباد میں قیام فرماتے تھے، آپ کی پیدائش بھی نصیر آباد میں ہوئی کچھ مدت تک وطن میں تحصیل علم کرنے کے بعد لکھنؤ جاکر مولانا عبداللہ امیٹھویؒ سے درسی کتابیں پڑھیں، اپنے والد ماجد سے تحصیل سلوک کا خیال تھا مگر والد ماجد علیل تھے خیال تھا کہ صحت کے بعد باقاعدہ علم باطن حاصل کریں گے مگر والد کی عمر نے وفا نہ کی اور ان کا انتقال ہوگیا ان کے انتقال سے مولانا سید محمد نعمان پر بڑا اثر پڑا اور اس نیک خواہش کے پورے نہ ہونے کا بہت افسوس ہوا، پھر رائے بریلی آئے اور خاندان کے عظیم المرتبت شیخ حضرت سید محمد جیؒ (جو حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے سب سے چھوٹے اور سب سے محبوب فرزند اور آپ کی نسبت خاصہ کے حامل تھے) بیعت کی اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر استفادہ کرتے رہے، حضرت سید محمد جیؒ کی وفات (۱۱۵۶ھ) کے بعد ان کے صاحبزادہ اور خلیفہ شیخ المشائخ حضرت سید محمد عدل عرف شاہ لعل صاحب (م ۱۱۹۲ھ) سے سلوک کی تکمیل کی اور ہندوستان کے مختلف شہروں اور دینی مرکزوں میں جاکر بڑے بڑے مشائخ اور علماء سے ملاقات و استفادہ کیا، حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے خلیفۂ خاص شیخ محمود رسن تاب

---

(۱) میر گجراتی، نام سید احمد تھا ابن سید علی اکبر بن حضرت شاہ داؤد برادر اکبر حضرت شاہ علم اللہؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

خورجوی، شیخ یوسف بن فتح محمد انبالوی نیز دوسرے حضرات کی خدمت میں حاضر ہوکر علمی وروحانی فیوض حاصل کئے۔

ذی قعدہ ۵ے۱۱ھ میں بڑھانہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے اور شاہ صاحب کی وفات (۳۰ محرم ۶ے۱۱ھ) تک حاضر باش رہ کر روزانہ ملاقات اور شاہ صاحب کی خصوصی توجہات اور شفقت والتفات سے محظوظ ہوتے رہے۔

مولانا سید محمد نعمان حضرت شاہ ابوسعید حسنی کے نام اپنے ایک خط میں اپنی بیعت اور حالات وکیفیات کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''دروقتِ آخریں شرف انتساب بیعت یافتہ ہر روز بشرفِ حضورِ پرنور بخدمت گاری ووسیلۂ حضور در حضور، مشفقا! ایں مجلس آخریں عجب مجلسے بود پرفیض دائما مہبط ملاء ملکوت ونزول ارواح طیبہ ارکان عالم ناسوت می گردید، ونفحات انس ورحمت ورشحات قدس وبرکت بمثال نزول غیث می بارید، اکثر یارانِ اہل نسبت بوجدان صحیحہ خودمی دریافتند، واحسرتا، اہل اللہ وعرفا لازال در ہر زمان می باشند، اما ایں چنیں مرد با جمعیت اوصاف حمیدہ، اعلم بکتاب وسنت، [متصف] باجتہاد مطلق، ودرحقائق ومعارف بحرِ مواج، در علوم دیگر محض فیاض، پس از صد ہا سال موجود می آید۔

دور ہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود
بایزید اندر خراسان باسہیل اندر یمن

یاران رائے باید کہ مصابرت وشکیبائی وزیدہ نسبت رابطۂ حضرت شیخ را بجامع ہمت در تصور نہاد، بمراقبات معلومہ مشغول باشند انشاء اللہ تعالیٰ، فیض صحبت ورابطہ برابر خواہد بود، کما یفیض من بعض رسالتہ رحمۃ اللہ علیہ۔''

''آخر زمانہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا روزانہ حاضری کی سعادت

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل کرتا میرے مشفق! یہ آخری مجلس عجیب پر فیض مجلس تھی، رحمت کے فرشتے اترتے، طیب روحیں اس عالم ناسوت میں نازل ہوتیں، محبت و رحمت کے جھونکے چلتے اور قدسی برکتیں بارش کی طرح برستیں، اکثر اہل نسبت اپنے وجدان سے ان کیفیات کو معلوم کر لیتے افسوس! اہل اللہ و عارفین برابر ہر زمانہ میں ہوتے ہیں لیکن ایسا اوصاف حمیدہ کا جامع، کتاب وسنت کا عالم، اجتہاد و مطلق سے متصف حقائق و معارف میں بحر مواج، دوسرے علوم میں بھی فیاض صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔

”زمانوں کے بعد کوئی صاحب دل مرد پیدا ہوتا ہے،

بایزید خراسان میں اور باسہیل یمن میں۔“

دوستوں کو چاہیئے کہ صبر و تحمل اختیار کریں اور حضرت شیخ سے نسبت و تعلق کو ہمت سے دھیان میں لائیں، معلوم مراقبوں میں مشغول ہوں انشاءاللہ صحبت کا فیض باقی رہے گا جیسا کہ حضرتؒ کے بعض خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔“

تقریباً ۱۱۹۲ھ کو حرمین شریفین کا سفر کیا، حج و زیارت کے بعد بیت المقدس اور الخلیل کی زیارت کی اور جب حضرت موسیٰؑ کے حظیرہ کی زیارت کو جا رہے تھے تو دریائے اردن کے قریب ذات الجنب کا مرض لاحق ہوا، ۵ رجمادی الاخری ۱۱۹۳ھ مطابق ۲۰ رجون ۱۷۷۹ء کو وہیں انتقال کیا اور حضرت موسیٰؑ کے حظیرہ میں مدفون ہوئے۔

تصنیفات میں ایک رسالہ سلوک طریقہ نقشبندیہ میں اور ایک رسالہ اپنے آباء کرام (حضرت سید شاہ علم اللہؒ اور ان کی اولاد و احفاد کے تذکرہ میں) اعلام الہدیٰ اور ملفوظات حضرت شاہ علم اللہؒ یادگار ہیں ان رسالوں کے علاوہ اور رسالے تحریر فرمائے تھے جو امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئے، ان کی کتاب اعلام الہدیٰ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ کے حالات اور ان کی اولاد کے حالات میں سب سے پہلی اور مستند کتاب ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید محمد حیاؒ

مولانا سید محمد حیا حضرت مولانا سید محمد جیؒ ابن شاہ علم اللہؒ کے نواسے اور مولانا سید محمد ثناؒ کے صاحبزادے تھے، تواضع وخاکساری، زہد وورع اور اتباع سنت میں اپنے دادا حضرت شاہ سید محمد ہدیٰ اور نانا حضرت مولانا شاہ سید محمد جیؒ کے قدم بقدم تھے، تعلیم و تربیت اپنے نانا کے زیر سایہ حاصل کی ۲۹ رشعبان یوم یکشنبہ ۱۱۵ھ کو پیدا ہوئے، خلوت کو پسند کرتے، دنیاداروں اور مالداروں سے دور بھاگتے، اوران کا محبوب مشغلہ تھا کہ جنگلوں اور دریا کے کناروں پر کئی کئی دن گذارتے، غریبوں اور یتیموں اور پریشان حالوں سے بڑی محبت سے پیش آتے اگر کوئی بیمار ہو جاتا چاہے وہ مرض جیسا بھی ہوتا اس کی تیمارداری اور خدمت اپنے ذمہ لے لیتے

می کوش کہ راحت بجہانے برسد
یادست شکستہ بنانے برسد

ان کی خدمت وتواضع بے نفسی ومنکسر المزاجی کا سب سے بڑا واقعہ یہ ہے کہ نصیر آباد میں ایک غیر مسلم کوڑھ (جذام) میں مبتلا ہو گیا جس کی بدبو کی وجہ سے راستہ چلنے والے دور سے نکلتے تھے مگر مولانا سید محمد حیا نے اس کی تیمارداری کی اس کو اپنے ساتھ دواخانہ لے گئے اس کا خوب جی لگا کر علاج کیا، اور ہر طرح اس کی خدمت کی، کھلاتے پلاتے، اس کو بے سہارا جان کر اس کا سہارا بن گئے ان کی خدمت سے وہ شفایاب ہو گیا، اور وہ مولانا سید محمد حیا کے ایثار اور خدمت سے اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

خانقاہ میں جو بھی آتا اس کے آرام وراحت کی فکر کرتے، باوجودیکہ وہ دائم

المریض تھے مگر سخت سے سخت سردی میں راتوں کو اٹھ جاتے نمازیں پڑھتے اور نمازیوں کے لئے صبح ہونے سے پہلے ہی پانی بھر کے رکھ دیتے اور یہ سارے کام اس طرح کرتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی، بعض دفعہ پوری پوری رات قیام میں گذار دیتے، بہت کم خوراک تھے اور اپنے کھانے میں سے بڑا حصہ دوسروں کو کھلا دیتے یعنی ان کے کے سامنے جو بھی کھانا آتا اس کے چار حصے کرتے ایک حصہ خود کھاتے اور تین حصے کسی غریب اور مسکین کو دیدیتے، رات کو فجر سے پہلے ہی لوگوں کو بیدار کرتے اور خود بھی اوراد واشغال میں مشغول ہو جاتے، چارپائی استعمال نہ کرتے بلکہ عام غریبوں کی طرح گھاس یا چٹائی پر لیٹ جاتے، سفر اکثر کرتے زیادہ تر دہلی جاتے مگر اپنے جانے کی بھی اطلاع دوسروں کو نہ دیتے اگر کسی دن ظہر کی نماز میں نہ ہوتے تو لوگوں کو یقین آجاتا کہ وہ سفر پر چلے گئے اور اسی طرح کئی کئی ماہ کے بعد کبھی ایک سال کے بعد اچانک آجاتے، ہمیشہ سفر تنہا کرتے، اخیر میں اپنے اہل وعیال اور احباب کو چھوڑ کر ہندوستان سے ہجرت کر گئے اور بھوپال، اورنگ آباد، برہان پور ہوتے ہوئے حجاز تشریف لے گئے، مذکورہ بالا مقامات میں جہاں جہاں گئے مخلوق خدا کا بڑا ہجوم ہوا، نواب دوست محمد خان والی بھوپال ان کے بڑے مداح اور شیدائی تھے، وہ بڑی محبت اور عقیدت سے پیش آئے، مولانا سید محمد حیا نے جب نواب صاحب کی عقیدت دیکھی اور عوام وخواص کا ہجوم و رجوع دیکھا تو خاموشی سے آگے روانہ ہو گئے، اورنگ آباد میں تکیہ شاہ مسافر میں قیام کیا، اس خانقاہ کے سجادہ نشین مرزا محمد سعید نے بڑی تواضع اور تکریم کا معاملہ کیا اور ہدایا اور تحائف پیش کیے، عوام وخواص نے آپ کی آمد سن کر بہت ہجوم کیا، اس ہجوم سے مولانا سید محمد حیا اتنے پریشان ہوئے کہ شہر کے کنارہ ایک ویران مسجد میں قیام کیا، اور مسجد کی مرمت اور تعمیر کے سلسلہ میں بڑے بڑے پتھر ڈھونے لگے، تاکہ لوگ انھیں مزدور سمجھیں اور اتنا ہجوم نہ کریں، چند دنوں کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر حجاز تشریف لے گئے اور وہاں سات سال قیام کیا چھ مہینے مکہ مکرمہ میں رہتے اور چھ مہینے مدینہ منورہ میں،

www.abulhasanalinadwi.org

اخیر میں مدینہ منورہ میں زیادہ رہنے لگے، کھجور خریدتے اور اس کی تجارت کرتے رفتہ رفتہ جذب وحال طاری ہوا اور یہ کیفیت ہوگئی کہ چلتے چلتے رک جاتے اور راستہ بھول جاتے دیوار سے اپنا سر لگا لیتے اور دیر تک ایسے کھڑے رہتے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ نابینا ہیں یا اس کے ہوش وحواس گم ہیں، اللہ کا کوئی بندہ آجاتا اور ان کا ہاتھ تھام کر منزل مقصود تک پہونچا دیتا، رسول اللہ ﷺ سے محبت وشیفتگی اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ ہمیشہ حضور ﷺ کے خیال اور تصور میں محو رہتے پہروں مواجہہ شریف کے سامنے بے خود بے حال بنے بیٹھے رہتے، نہ کھانے کی فکر نہ پینے کا خیال، دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ ایسا فدائی اور حضور ﷺ کے عشق ومحبت سے سرشار آدمی کم ہی کوئی دیکھنے میں آیا۔

حرم نبوی کے قریب کئی حجرے تھے ان میں سے ایک حجرہ میں حرم کے منتظمین نے سید موصوف کو رہنے کی اجازت دیدی، جب بعد نماز عشاء حرم کے دروازے بند ہوجاتے تو یہ اپنے حجرے سے نکلتے اور مشغول عبادت ہوجاتے، وجد وحال کی اس کیفیت، عبادت وریاضت کی کثرت اور ہجر وفراق نبوی کی تڑپ اور بے چینی اتنی بڑھی کہ قرار اڑ گیا آنکھوں سے آنسو جاری اور دل پر کیف وسرور طاری گویا ہر لمحہ زبان حال سے گویا رہتے۔

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم　　خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی　　از بہر تو میرم واز برائے تو زیم

مسلسل بے چینی و بے قراری اور آہ وزاری سے صحت نے جواب دیدیا اور بیمار ہوگئے، حرم کے منتظمین نے ارادہ کیا کہ یہ بیمار ہیں بیماری کی وجہ سے حرم کی بے حرمتی نہ ہو ان کو دوسرے مقام پر منتقل کردیا جائے، انہوں نے مولانا سید محمد حیا کو ان کے حجرہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کیا، رات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خواب میں ناراضگی ظاہر ہوئی اور آپ ؐ نے فرمایا کہ یہ فرزند مقبول بارگاہ ہے اس کا یہاں رہنا مجھے بخوشی منظور ہے، منتظمین کو اپنے اس عمل پر ندامت ہوئی اور سید موصوف کو حجرہ میں واپس لے آئے،

www.abulhasanalinadwi.org

جب انتقال کا وقت قریب آیا تو سید موصوف نے فرمایا کہ میرے پاس ایک قرآن شریف ہے وہ مجھے صحت کے وقت بہت عزیز تھا میرے انتقال کے بعد بیت المال کا منتظم اس کو نہ لے، اور میرے پاس کچھ کپڑا اور پیسے ہیں وہ میرے کفن کے لیے ہیں میری تجہیز و تکفین کا انتظام بیت المال نہ کرے، اگر میری تجہیز و تکفین میں کچھ کمی ہو تو میرے احباب اس کو پورا کردیں، اس کے بعد ۱۱ر رمضان المبارک ۱۱۶۸ھ کو نصف شب میں جب کہ نماز تراویح ہو چکی تھی مسکراتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے، صبح کے وقت بیت المال کے متولی آئے اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان میں غسل دیا اور حضرت عثمانؓ کے قبہ میں حضرت آدم بنوریؒ کے پہلو میں دفن کیا، انتقال کے وقت دو فرزند یادگار چھوڑے۔

مولانا سید محمد معینؒ

حضرت شاہ محمد ضیاءؒ بن شاہ آیت اللہؒ کے صاحبزادہ تھے دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اس کے بعد لکھنؤ اور امیٹھی جا کر مولانا عبید اللہ امیٹھویؒ سے درسیات کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے علم حدیث اور تربیت باطنی حاصل کی، شاہ صاحب کی خدمت میں مدتوں رہے اور مقصد براری حاصل کر کے وطن واپس ہوئے، مراقبہ کثرت سے کرتے تھے اور انقطاع عن الخلق اور رجوع الی اللہ میں ملکہ حاصل تھا، حضرت مولانا سید محمد نعمانؒ لکھتے ہیں:

> ”کہ میں نے بارہا ان کی زیارت کی ہے جب آپ مراقبہ میں مشغول ہوتے تھے اور قلب ذکر کرتا تھا تو دل کی جانب سے بدن میں حرکت پیدا ہوتی اور سارا جسم بے اختیار حرکت میں آجاتا۔“

www.abulhasanalinadwi.org

۱۱۷۵ھ میں انتقال فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو یک گونہ آپ سے تعلق تھا، میر محمد نعمان آپ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتقال کی خبر دی، حضرت شاہ صاحب نے حادثہ ارتحال کی خبر سنی تو گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور مغفرت کی دعا کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے خصوصی تعلق کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت محدث دہلویؒ نے مولانا سید محمد معینؒ کے نام تحریر فرمائے اور جن القاب سے ان خطوط میں مولانا کو مخاطب کیا ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"سیادت ونجابت مآب، عزیز القدر سلالۃ الکرام، میر سید محمد معین سلمہ اللہ تعالیٰ..... اسلاف کرام شما بہ ہمت عالیہ یافتند، ہرچہ یافتند پازدن حضرت سید علم اللہ قدس سرہ دنیا را واز ہمہ خصوصہا برطرف شدن اظہر من الشمس است فقیر را معتقد آنست کہ درنسل ایشاں ہمت عالی تا حال ودیعت است.... الخ۔"

حضرت مولانا شاہ محمد واضح محدثؒ

مولانا محمد واضح محدث بن مولانا شاہ محمد صابر بن شاہ محمد آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہؒ، مولانا محمد صابر کے فرزند رشید اور شاہ محمد آیت اللہؒ بن حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے تھے درسی کتابیں اپنے والد ماجد اور ملا عبداللہ امیٹھوی سے پڑھیں جو ایک طرح سے خاندانی استاد تھے، استاد الہند ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے اور استفادہ کرتے رہے، تکمیل علوم ظاہری کے بعد سے طریقہ نقشبندیہ احسنیہ حاصل کیا، صاحب تذکرۃ الابرار لکھتے ہیں:

www.abulhasanalinadwi.org

کتب درسیہ بخدمت والد ماجد خویش و ملا عبد اللہ امیٹھوی شاگردِ استاد الاساتذہ ملا نظام الدین فرنگی محلی تحصیلِ کمال رسانیدہ واز خدمتِ ملا نظام الدین ہم فیضہا ربودہ۔

درسی کتابیں اپنے والد صاحب اور استاد الاساتذہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد ملا عبد اللہ امیٹھوی سے مکمل کیں اور ملا نظام الدین سے بھی فیض حاصل کیا۔

پھر اپنے والد کے ارشاد کے مطابق دہلی تشریف لے گئے اس وقت حضرت شاہ ولی اللہ کے فضل وکمال اور درس حدیث کا شہرہ تھا وہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مدت تک قیام کیا اور حدیث خصوصاً جامع صحیح امام بخاری کی سند حاصل کی اور قادری سلسلہ میں بیعت ہوگئے، ان کے تدریس واجازت کے متعلق صاحب تذکرۂ الابرار لکھتے ہیں:

و بخدمتِ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ رسیدہ سندِ صحاح خصوصاً جامع صحیح امام بخاری حاصل کردند ودر طریقۂ عالیہ قادریہ بیعت نمودہ فیضہا ربودند، وباجازت تدریس صحاح وتعلیم طلباء وتسلیک مریدین امتیاز یافتہ۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر صحاح کی سند خاص طور سے جامع صحیح بخاری کی سند حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوکر فیضاب ہوگئے اور اجازت حاصل کر کے صحاح کی تدریس، طلبہ کی تعلیم اور مریدین کی رہنمائی میں ممتاز ہوئے۔

تعلیم وتربیت اور سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے رخصت ہوکر وطن واپس ہوئے والد ماجد علیل تھے ان کی خدمت اور تیمارداری کی فکر نے دہلی سے سفر کرایا راستہ میں امیٹھی اترے اور اپنے استاد ملا امیٹھویؒ کی ہمراہی میں والد کی خدمت میں حاضر ہوئے والد کی علالت کے دوران خدمت اور تیمارداری میں پوری طرح منہمک ہوگئے اسی بیماری میں والد ماجد کا ۱۱۶۳ھ میں انتقال ہوگیا، والد ماجد نے اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

فاضل فرزند کو طریقہ احسنیہ میں اجازت وخلافت اور نیابت عطا فرمادی تھی، والد ماجد کے انتقال کے بعد طالبین سلوک نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور ان سے استفادہ کرنے لگے اور چند ہی دنوں میں مقبولیت اور محبوبیت اتنی بڑھی کہ عوام وخواص کا رجوع عام ہونے لگا اور دور دور سے علماء ان کی خدمت میں آنے لگے اور ان کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنے لگے، مولانا محمد واضح حدیث، فقہ، نحو وصرف کا درس دیتے اور مختلف مقامات سے طلباء اور علماء حاضر ہوکر درس لیتے درسگاہ دائرہ شاہ علم اللہؒ کی مسجد رہتی۔

اس وقت دائرہ شاہ علم اللہؒ میں دو بزرگوں کا اجتماع تھا ایک شاہ سید ابوسعید حسنیؒ دوسرے مولانا سید محمد واضح حسنیؒ، اور دونوں کا چشمہ فیض جاری تھا، شاہ ابوسعید جود وسخا مہمان نوازی اور فیاضی کے مصدر تھے اور مولانا محمد واضح زہد وقناعت اور ایثار وتوکل کے پیکر تھے، والد ماجد کے انتقال کے زمانہ میں بھی اور ان کے انتقال کے بعد بھی اپنے استاد ومرشد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے مکاتبت کا سلسلہ جاری رکھا اور فیوض باطنی کا اکتساب کرتے رہے، مولانا محمد واضح کے حلقہ درس میں علماء اور اصحاب فضل و کمال شرکت کرتے تھے، مولانا محمد جعفر دلمویؒ جو اپنے زمانہ کے زاہد اور مرتاض بزرگ گذرے ہیں مولانا محمد واضح کے خاص شاگردوں اور تربیت یافتہ لوگوں میں تھے۔

مولانا محمد واضح کو ان کے ہم عصر علماء اور مشائخ نے بڑے بلند الفاظ میں یاد کیا ہے اور ان کے تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے، برکات احمدیہ میں ان کے ہم عصر بعض مشائخ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

درعوارف ومعارف وحقائق یگانۂ زمانہ،	عوارف ومعارف اور آگاہی حقائق میں
و در علوم ظاہری و باطنی و تصوف و	یگانۂ زمانہ اور علوم ظاہری و باطنی اور
سلوک علامہ وقت بودند۔	تصوف وسلوک میں علامہ وقت تھے۔

ملا عبد اللہ امیٹھویؒ کے صاحب علم پوتے سے ملا عبد اللہ امیٹھویؒ کے ایک شاگرد نے ملا صاحب موصوف کے متعلق چند سوالات کئے تھے مسئول عنہ نے اپنے دادا

www.abulhasanalinadwi.org

کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

ہر قدر کہ طلباء نیز مولوی عبد اللہ صاحب بودند ازاں جملہ چہار شخص عالم تبحر و بلند مدرس شدند: یک مولوی محمد واضح رئیس قصبہ رائے بریلی کہ از ابتدا تا انتہا شاگرد خاص جدم مولوی عبداللہ صاحب بودند، عالم تبحر وفقیہ و محدث وقت خود بودند۔	جتنے طلبہ اور مولوی عبد اللہ صاحب تھے ان میں سے چار شخص تبحر عالم اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہوئے ان میں سے ایک مولوی محمد واضح رئیس قبصہ رائے بریلی وہ شروع سے آخر تک میرے دادا مولوی عبد اللہ صاحب کے شاگرد رہے وہ تبحر عالم وفقیہ اور اپنے وقت کے محدث تھے۔

''وقائع احمدی'' جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے حالات میں مستند کتاب ہے اس میں ذکر ہے کہ ایک بار دائرہ حضرت شاہ علم اللہ کی مسجد میں حضرت سید احمد شہیدؒ مولانا اسمعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ دوسرے اہل علم حضرات کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے مولانا محمد واضح کا بڑے بلند الفاظ میں ذکر کیا اور ان کا ایک واقعہ بیان کیا جس میں ان کے کشف وکرامات خرق عادت اور تصرف باطنی کا حال تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد واضح کو عمل وتقویٰ و پرہیز گاری اور مشیخت کے ساتھ خودداری وخود اعتمادی اور اپنے مسلک یعنی سنت پر عمل، توحید پر سختی سے کاربند رہنے اور شرک و بدعت سے نفور میں تصلب عطا فرمایا تھا، وہ اظہار حق کی راہ میں بڑے سے بڑے صاحب اقتدار اور علماء ومشائخ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

اپنے اساتذہ اور جن سے تھوڑا سا بھی اکتساب علم کیا تھا یا جن کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا ان کا احترام ادب ولحاظ زبان و دل سے کرتے، مشائخ اور اہل علم وفضل کی قدر کرتے۔

اپنے خاندان کے بزرگوں کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بلند پایہ صاحبزادگان، نیز ملا عبداللہ امیٹھویؒ، ملا نظام الدینؒ بانی درس نظامی

www.abulhasanalinadwi.org

سے عقیدت ومحبت کا تعلق رکھتے تھے اوران حضرات سے استفادہ کرتے اوران کی صحبت میں حاضری کو باعث برکت جانتے تھے۔

سطور ذیل میں ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ کی خدمت میں ایک حاضری کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس حاضری کے موقع پر چند علمی مسائل پر گفتگواور ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ کے جوابات پر روشنی ڈالی ہے۔

مفتی محمد رضا انصاری تحریر کرتے ہیں:

''رائے بریلی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ علم اللہؒ تھے، جن کی طرف دائرہ شاہ علم اللہؒ منسوب ہے ان کے پوتے مولانا محمد واضح ملا نظام الدین کے ممتاز شاگرد ملا عبد اللہ امیٹھوی کے شاگرد تھے، یہی مولانا واضح ایک دفعہ ملا صاحب کی یعنی اپنے استاد الاساتذہ کی ملاقات کو آئے ملا ولی اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں، مولانا واضح بیان کرتے تھے کہ ملا صاحبؒ کی ملاقات کی غرض سے ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا، جاڑے کا زمانہ تھا اور شام کا وقت، بلکہ تھوڑا اندھیرا پھیل چکا تھا، اس وقت ملا صاحب بالوں کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے، اندھیرے کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ ملا صاحب کے سر پر اس طرح کے بال ہیں جیسے لوگ رکھ لیتے ہیں کہ سر کے گرد بالوں کا حلقہ اور بیچ سے بالوں کا صفایا، یہ طریقہ خلاف شرع ہے، اس وقت اس خلاف شرع بات کا گمان میرے دل میں ہوا، دو شبہے اور بھی تھے ایک یہ کہ ملا صاحب حقہ پیتے ہیں، دوسرے یہ کہ منطق پڑھانے میں مصروف رہتے ہیں، حالانکہ علماء نے منطق میں مشغولیت کو حرام لکھا ہے، ملا صاحب مجھ سے بڑی تواضع اور مدارات سے پیش آئے، اس کے بعد اپنے سر سے بالوں کی ٹوپی اتاری اور فرمایا! میاں محمد واضح سمور بہت گرم اور جاڑوں میں بہت مفید ہوتا ہے، میں سمجھ گیا کہ میرے دل میں جو بدظنی تھی اس پر ملا صاحب مطلع ہوکر میرے وہم کا

www.abulhasanalinadwi.org

جواب دے رہے ہیں، اتنے میں ایک خدمت گذار نے حقہ لاکر ملا صاحب کے سامنے رکھ دیا، اب میں حقہ کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں استفسار کرنا ہی چاہتا تھا کہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی ملا صاحب نے فرمایا ''ساری عمر فقہ کی کتابوں کے مطالعہ میں گذر گئی لیکن مستند مصنفین کی کتابوں میں کہیں بھی حقہ کشی اور منطق پڑھانے کی حرمت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، آپ کے دادا شاہ علم اللہؒ غالباً حقہ نوشی کو حرام بتاتے تھے، اگر یہ مسئلہ انہوں نے کسی کتاب سے لیا ہے تو مجھے بھی اس کا حوالہ بتایئے، میں نے کہا اس بارہ میں کوئی صراحت تو کتابوں میں نہیں ملتی، لیکن چونکہ یہ ایک بے کار اور لغو کام ہے اس لیے وہ منع کرتے تھے، ملا صاحب نے فرمایا'' لیکن حقہ نوشی میں فائدہ بھی تو ہے، ریاح کا توڑنا، قبض کو رفع کرنا درد اور بادی امراض میں اس کا مفید ہونا وغیرہ، جو لوگ اس سلسلہ میں افراط و تفریط کا شکار ہوگئے ہیں وہ مہمل اور فضول بات ہے اس لئے کہ ہر چیز مباح ہے، شریعت میں اگر حرام ہونے کی صراحت نہیں ہے تو اصل ہی پر ہر شئی کو محمول کرنا چاہیے، رہا منطق کا معاملہ تو وہ قوت عقلیہ میں اضافہ کرتی ہے اور صحیح اور غلط نتیجہ کے درمیان اس کے ذریعہ فرق کیا جا سکتا ہے، منطق کے قواعد کو پیش نظر رکھنے سے غور و فکر میں غلطی سے حفاظت ہوتی ہے اس لحاظ سے بقدر ضرورت منطق کا جاننا واجب ہے، اس لئے کہ وہ علم اصول فقہ کے مبادیات میں سے ہے، ممنوع یا حرام ہے تو وہ فلسفہ کے ان قواعد و اصول میں مشغولیت ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، (ماخوذ از مضمون مفتی محمد رضا فرنگی محلی، شائع شدہ ''قومی آواز'' لکھنؤ'')

مولانا سید محمد واضح کی وفات کا سن معلوم نہیں ہوسکا، انتقال کے بعد چار صاحب علم و فضل اور باکمال صاحبزادے یادگار چھوڑے، مولانا سید محمد جامع، مولانا سید

www.abulhasanalinadwi.org

غلام جیلانی، سید معصوم احمد، مولانا سید قطب الہدیٰ۔

مولانا شاہ ابوالليثؒ

مولانا شاہ ابواللیثؒ بن حضرت شاہ ابوسعیدؒ بن حضرت شاہ محمد صابرؒ بن حضرت شاہ آیت اللہؒ بن حضرت شاہ علم اللہ قدس سرہم۔

مولانا شاہ ابواللیثؒ حضرت شاہ سید ابوسعیدؒ کے یگانہ روزگار فرزند تھے جن کی تعلیم وتربیت میں شیخ وقت باپ نے بڑا اہتمام کیا تھا۔

مولانا سید محمد نعمان ''اعلام الہدیٰ'' میں لکھتے ہیں:

''حمیدہ خصائل فرخندہ حال ہمایوں کیش سید ابو العیش بارک اللہ بجمیع مقاصدہ یافتہ طریقہ راازوالد خویش اخذ کردہ۔''

نام ابواللیث تھا اور کنیت ابو العیش اپنے برگزیدہ والد کی گود میں آنکھ کھولی، علم و مشیخت کو گھر میں پایا باہر جانے کی ضرورت نہ تھی، والد ماجد سے علم ظاہر اور علم باطن حاصل کیا اور اپنے آباؤ واجداد کی نسبت خاصہ حاصل کی، والد ماجد حضرت شاہ ابوسعیدؒ جب دہلی تشریف لے گئے تو اپنے فرزند رشید کے فضل، علم ظاہر و باطن کا ذکر اکابر دہلی خصوصاً شاہ اہل اللہؒ برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے کیا، حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی نے شاہ ابواللیث کو خط لکھا اس میں ان کو مبارک باد دی اور ہمت افزائی کی وہ خط درج ذیل ہے:

''عزیز القدر سیادت مرتبت سید ابو العیش سلمہ، بعد از سلام شوق اینامہ مطالعہ فرمایند کہ شوق دیدار ایشاں از استماع سعادتمندی شان زبانی والد بزرگوار بحد کمال است، اللہ سبحانہ تعالیٰ بعافیت طرفین و خیریت جانبین ملاقات مسرت آیات میسر فرماید و یقین است کہ باشتغال علوم ظاہری و تحصیل سلوک باطنی از جناب حضرت قبلہ گاہ خود کہ مجمع کمالات دارین اند

www.abulhasanalinadwi.org

مشغول خواہید بود کہ بزرگ زادہائے خاندان عالیہ را ازیں ہر دو چیز ناگزیر است مادہ بجز شوق ودعا چہ نولیسد۔''

''عزیز القدر، سیادت مرتبت سید ابو العیش سلمہ سلام کے بعد معلوم ہو کہ آپ کے والد بزرگوار کی زبانی آپ کی سعادت مندی کا حال سن کر دیدار کا شوق کمال کی حد تک پہنچا، اللہ تعالیٰ طرفین کی خیریت و عافیت کے ساتھ ملاقات کا موقع عنایت فرمائیں یقین ہے کہ آپ کے والد بزرگوار سے جو دارین کے کمالات کا مجموعہ ہیں علوم ظاہری کے اشتغال وسلوک باطنی کے حصول میں مشغول ہوں گے کہ خاندان عالیہ کے بزرگ داروں کے لیے یہ دونوں چیزیں ناگزیر ہیں سوائے شوق ودعا کے اور کیا لکھا جائے۔''

ہندوستان کے فرمانروا شاہ عالم نے خدمت میں جو خط ارسال کیا اس میں بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے شاہ عالم کے خط کے الفاظ یہ ہیں ''حقائق ومعارف آگاہ شاہ ابو اللیث'' خط میں بڑی الحاح وزاری سے رونق خلافت وترویج دین محمدی علی صاحبہا السلام والتحیہ کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

۱۱۸۷ھ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ کی معیت میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی، حج سے واپسی کے بعد مدراس ودکن کا سفر کیا، مدراس میں مدتوں قیام کیا اور بے شمار مخلوق کو فیض پہونچایا اور خاص طور پر سلطان ٹیپو شہید نے بیعت کی اور پورے خاندان کو بیعت کروایا اور ٹیپو سلطان شہید نے بدعات اور غیر شرعی امور کی جو بیخ کنی کی وہ آپ کی صحبت وتربیت کا نتیجہ تھا، ۱۲۰۸ھ میں مدراس کی بندرگاہ کوڑیال (منگلور) میں انتقال کیا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید عبد السبحانؒ

حضرت شاہ سید محمد نورؒ کے چوتھے صاحبزادہ مولانا سید محمد عثمانؒ تھے، مولانا سید محمد عثمانؒ اپنے تینوں بھائیوں کی طرح صاحب وجاہت اور علم آشنا تھے، اور خاندانی اوصاف وکمالات سے متصف تھے، اپنے والد حضرت سید محمد نورؒ کے زیر تربیت رہے، اوران کو خدانے بزرگی اور دینی کمالات سے بھی نوازا تھا۔

مولانا سید محمد عثمانؒ کے بیٹے مولوی سید عبد السبحان نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی اوراس کے بعد آنولہ گئے اور درسی کتابیں وہاں کے علماء سے پڑھیں، پھر اپنے وطن واپس ہوئے اور وہاں کچھ مدت قیام کیا، اس کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے اور تکمیل علوم کی تکمیل کے بعد وطن میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا۔

عبادت وتقویٰ اور زہد وورع میں بھی ممتاز تھے، لکھنؤ میں شاہی لشکر میں مدتوں ملازم رہے، شوال ۱۲۱۲ھ کو برمکان مولوی عبد القادر خاں جائسی اسماعیل گنج میں ظہر کے وقت انتقال کیا اور تکیہ شاہ عبد النبی میں مدفون ہوئے مادہ تاریخ وفات یہ ہے ۔

زرضواں چو جستیم تاریخ فوت
بگفتا کہ خوش آمدی مرحبا

مولوی عبد السبحان کی حضرت سید احمد شہیدؒ کی بڑی ہمشیرہ سے شادی ہوئی تھی، ان کے چار یگانہ روزگار اور اہل فضل وکمال صاحبزادے ہوئے، مولوی سید محمد علی، مولوی سید احمد علی شہید، مولوی عبد الرحمٰن، مولوی حمید الدین، ان چاروں کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید محمد عرفانؒ ابن سید محمد نورؒ

مولانا سید محمد عرفان بن شاہ محمد نور بن شاہ محمد ہدی بن حضرت شاہ علم اللہ قدس سرہ۔

حضرت سید شاہ محمد ہدیٰ ابن سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے والد ماجد تھے، نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور اپنے بزرگ والد کے زیر سایہ نشو ونما حاصل کی، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور درسیات مقامی اور غیر مقامی علماء سے پڑھیں، ظاہری علوم کے حصول کے بعد سلوک کی تکمیل کی، اس وقت خاندان میں مشہور اور اہل نسبت مشائخ موجود تھے جن میں حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ حضرت مولانا سید محمد واضح محدثؒ، حضرت شاہ محمد عدلؒ اور برادر مکرم مولانا سید محمد نعمانؒ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں، لیکن یہ پتہ نہ چل سکا مولانا محمد عرفان اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ان مشائخ میں سے کن کے دست مبارک پر بیعت تھے اور کن کی نیابت و خلافت ان کو حاصل تھی، یہ تو ثابت ہے کہ مولانا سید محمد عرفان دوسروں کو بیعت کرتے تھے ان کے مریدین و معتقدین کی اچھی خاصی تعداد مختلف علاقوں میں تھی، آپ کے صاحبزادہ حضرت سید احمد شہیدؒ جب دہلی تشریف لے جانے لگے تو راستہ میں پیدل چلنے کی وجہ سے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے، راستہ میں ایک قصبہ کی مسجد میں قیام کیا وہاں ایک شخص نے صورت دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کہاں کا قصد ہے، آپ نے کہا: اگر وعدہ کریں کہ حارج نہ ہوں گے اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں گے تو عرض کروں! انہوں نے وعدہ کرلیا تو آپ نے نام ونشان بتایا وہ آپ کے والد مولانا سید محمد

www.abulhasanalinadwi.org

عرفانؒ کے مرید نکلے، آپ کو ہاتھوں ہاتھ گھر لے گئے ہاتھ منھ دھلایا، پاؤں سے خون جاری تھا اس پر مہندی اور ببول کے پتوں کا لیپ کیا اور وعدہ کر کے بہت پچھتائے مگر مجبور تھے، اپنے پیر کے صاحبزادہ کو احترام سے سوار کر کے خود دہلی تک پہنچا آئے۔

مولانا سید محمد عرفانؒ کے مریدوں کی زیادہ تعداد لکھنؤ اور اس کے اطراف میں تھی، اس سلسلہ میں وہ لکھنؤ اکثر آیا جایا کرتے تھے، فقر و غنا، توکل و قناعت اور پرہیزگاری میں وہ امتیازی شان رکھتے تھے، تقویٰ و طہارت اور جود و سخاوت میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے، حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی دامادی کا شرف حاصل تھا، اپنے صاحبزادوں سید ابراہیم، مولانا سید محمد اسحٰق کی تربیت بڑے اہتمام سے کی تھی، مولانا محمد اسحٰق علم اور تقویٰ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، جب حضرت سید احمد شہیدؒ پیدا ہوئے تو ان کی بھی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی مگر کوشش کے باجود حضرت سید احمد شہیدؒ نوشت و خواند میں دلچسپی نہ لے سکے، دونوں بڑے بھائی سید ابراہیم مولانا سید اسحٰق نے سارے وہ طریقے اپنائے جن سے حضرت سید احمد شہیدؒ تعلیم حاصل کر سکیں، والد ماجد مولانا سید محمد عرفانؒ نے جب دیکھا کہ سید احمد شہید تعلیم حاصل کرنے میں ناکام رہے تو اپنے بڑے بیٹوں سے فرمایا ''میاں ان کو خدا پر چھوڑ و! جو ان کے حق میں بہتر سمجھے گا کرے گا ہماری تاکید کا کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔''

حضرت سید احمد شہیدؒ کی ابھی چودہ ہی سال کی عمر تھی کہ والد ماجد مولانا سید محمد عرفانؒ کا انتقال ہو گیا، ۱۲۱۴ھ میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے جب وہاں سے اپنے وطن واپس ہوئے تو پیام اجل آ گیا وطن کے قریب ہی پہونچے تھے کہ انتقال فرمایا اعزہ و احباب ان کی آمد کے منتظر تھے مگر وہ خود نہ پہونچ سکے ان کی نعش پہونچی اس اچانک حادثہ سے گھر والوں پر جو گذری وہ گذری وطن کے سب ہی لوگوں پر ان کے صلاح و تقویٰ، خلق و محبت کا اثر تھا وہ ان کی جدائی سے بہت مغموم تھے، تجہیز و تکفین کے بعد دائرہ شاہ علم اللہؒ کی مسجد کے شمال مشرق کے گوشہ میں حضرت شاہ علم اللہ کے فرزند رشید سید

www.abulhasanalinadwi.org

ابو حنیفہؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔

مولانا سید قطب الہدیٰؒ ابن مولانا محمد واضح محدثؒ

مولانا سید قطب الہدیٰؒ بن مولانا محمد واضحؒ بن شاہ محمد صابرؒ بن شاہ آیت اللہؒ بن حضرت شاہ علم اللہ قدس سرہم۔

حضرت مولانا سید محمد واضح کی آغوش میں آنکھ کھولی اور تعلیم و تربیت حاصل کی، علوم عقلیہ کی کتابیں علامہ تفضّل حسین خاں اور دوسرے علماء لکھنؤ سے پڑھیں اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی کی خدمت میں رہ کر فقہ اور حدیث کا درس لیا اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں پوری دستگاہ حاصل کی اور کمال پیدا کیا علوم ظاہری سے فراغت کر کے حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ سے بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کی اور فیوض باطنی سے مالا مال ہوئے، مولانا سید قطب الہدیٰ نے جس وقت ہوش سنبھالا تو خاندان کے بڑے بڑے بزرگوں اور مشائخ کی وفات ہو چکی تھی، ۹ رسال کے تھے کہ حضرت مولانا سید محمد عدلؒ عرف شاہ لعل، حضرت مولانا سید شاہ ابو سعیدؒ، مولانا سید محمد نعمانؒ کا ایک ہی سال میں انتقال ہو گیا، صرف والد ماجد کا سایۂ عاطفت تھا جوان کے لئے سہارا تھا مگر ابھی تعلیم سے پوری طرح فراغت حاصل نہ کی تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا، دل میں علم باطن کے حصول کا جذبہ موجزن تھا اور بیقرار طبیعت سکون و اطمینان پر راضی نہ تھی وہ ایسے مرشد کی تلاش میں وطن سے باہر نکلے جوان کی پیاس کو بجھا سکے اور منزل مقصود تک پہونچا سکے، وہ اس راہ میں کن کن منزلوں سے گذرے، نواب وزیر الدولہ والی ٹونک اپنی کتاب ''وصایا الوزیر'' میں اس طرح لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا سید قطب الہدیٰ، امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے عزیز قریب تھے جو خود ولی کامل اور عارف باللہ تھے، ابتدائے سلوک میں تمنا ہوئی کہ کسی متبع

www.abulhasanalinadwi.org

سنت مرد باخدااور شیخ کامل کے دامن کو تھامیں اس لیے وہ ایسے بزرگ کی تلاش میں مدت تک سفر کرتے رہے اور شہر شہر گاؤں گاؤں جہاں بھی کسی بزرگ کو سنتے پہونچتے اور ان کی خدمت میں چند دن رہتے مگر چونکہ خود متبع سنت اور صاحب ورع وتقویٰ تھے اس لیے کوئی بزرگ بھی ان کی نظروں میں کامل نہ ہوتا اگر کسی میں ادنیٰ سی بات بھی خلاف سنت پاتے اس سے غیر مطمئن ہوکر آگے بڑھ جاتے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے (جوان کے استاد تھے) ایک دن فرمایا کہ آپ جن شرائط کے ساتھ شیخ کامل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اس کا ملنا مشکل ہے اس لیے ان شرائط کا خیال چھوڑ دیجیے اور کتاب وسنت کو اپنے ظاہر و باطن کا مقتدیٰ بنا کر زندگی گذاریئے، اس کے بعد حضرت مولانا سید قطب الہدیٰ وطن واپس تشریف لے آئے اور خلوت نشین ہوگئے، اور اپنی زندگی اتباع سنت میں ایسی گذار دی کہ سنت ان کی عادت ثانیہ بن گئی، اور علم وتقویٰ، احتیاط وورع میں امتیاز حاصل کیا، اور ایک عالم میں مشہور ومقبول ہوئے، جو بھی ان کی صحبت میں بیٹھتا بہت ہی کم عرصہ میں سلوک کی تکمیل کرلیتا، حضرت کا معمول تھا کہ سفر حضر میں نماز اول وقت پڑھتے تھے اور ہمہ وقت خدا کی یاد میں مشغول رہتے، لغویات وخرافات سے مکمل طور سے مجتنب رہتے، بس علوم دینیہ کی تدریس یا طالبین سلوک کی تربیت، صوم وصلوۃ کی پابندی، ذکر وشغل آپ کا معمول تھا، ان کی مجلس میں بیٹھنے والے بیان کرتے ہیں کہ آپ جیسا وجیہ وشکیل خوبرو اور خندہ جبیں، صاحب علم وفضیلت اور عارف کامل ہماری نگاہوں میں کم گذرا ہے، آپ کے صفات ظاہری وباطنی کا بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔''

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی نے ''نزھۃ الخواطر'' میں اور مولانا فخر الدین خیالی نے مہر جہانتاب میں لکھا ہے کہ مولانا سید قطب الہدیٰ نے مولانا شاہ غلام علی صاحب مجددیؒ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے بیعت ہوگئے اور راہ سلوک طے کی اور

www.abulhasanalinadwi.org

اجازت حاصل کی، مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

واخذ الطریقة عن الشیخ غلام علی العلوی الدهلوی ولازمه مدة ثم رجع الی بلدته وعکف علی الدرس والافادہ.	شیخ غلام علی علوی دہلوی سے اکتساب فیض کیا، اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے پھر وطن لوٹ کر تدریس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

دوسری بات صاحب وصایا وزیری نے مولانا سید قطب الہدیٰ کے فضل وکمال اور کیمیا اثر صحبت وخدمت کے متعلق لکھی ہے اس کی دوسری روایتوں سے بھی تصدیق ہوتی ہے، مولانا شاہ غلام رسول رسول نما جو کانپور کے ایک صاحب سجادہ بزرگ تھے وہ مولانا سید قطب الہدیٰ صاحب کی خدمت میں برسوں رہے اور ان سے استفادہ کیا، مولانا کے انتقال کے بعد ان کے دل پر کیا گذری وہ خود ان کی زبان سے سنئے:

مولوی سید رشید الدین حسنی (۱) جو مولانا سید قطب الہدیٰ کے برادر مکرم مولانا غلام جیلانی کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں:

''میں ایک بار فتحپور گیا تو معلوم ہوا کہ شاہ غلام رسول صاحب رسول نما تشریف لائے ہوئے ہیں، میں بصد شوق وذوق ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا، دیکھا آپ کی مجلس لگی ہوئی ہے اور تمام مجلس فتحپور کے علماء اور مشائخ، اصحاب وجاہت سے پُر ہے میں ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ گیا اور اس کی کوشش کی کہ میری خبر شاہ صاحب کو نہ ہو، مگر ایک شریک مجلس نے شاہ صاحب کو اطلاع دے دی، شاہ صاحب نے فوراً یاد فرمایا اور بڑی تواضع اور اخلاق کا معاملہ کیا اور مجھ سے دریافت حال کیا میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں کن کا بیٹا اور پوتا ہوں، شاہ صاحب نے اس تعارف کے بعد بے اختیار اپنے سے

(۱) برادر مولانا سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

لپٹا لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ایسے جاری ہوئے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، ان کی ریش مبارک اور کرتا متاثر ہوگیا، مجھے بڑی حیرت تھی کہ شاہ صاحب اتنا زیادہ کیوں رو رہے ہیں، کچھ دیر بعد جب شاہ صاحب کو سکون ہوا تو فرمایا کہ میں آپ کے بزرگوں کا ادنیٰ خادم ہوں مدت مدید تک حضرت مولانا سید قطب الہدیٰ کی خدمت میں رہا وہ میرے مرشد و آقا تھے، میں نے حضرت سے بہت استفادہ کیا اور جو کچھ بھی مجھ کو ملا ہے وہ حضرت ہی کی توجہ اور شفقت سے ملا ہے، حضرت کی وفات کے بعد میری نگاہوں میں علم و معرفت کا باغ اجڑ گیا اور میرے دل کی دنیا ویران ہوگئی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا معلوم ہوتا تھا، مجھ پر حضرت کے فراق سے جو غم و اندوہ کی کیفیت طاری ہوئی وہ بیان نہیں کرسکتا ہر وقت وحشت ہوتی تھی میں اسی وحشت میں مارا مارا پھرنے لگا مگر کہیں قرار نہ آتا آخر کار حضرت شیخ مراد اللہ کی خدمت میں رسائی ہوئی، دلِ بیقرار کو قرار آیا اور طبیعت بہلنے لگی مگر آپ کو دیکھ کر پرانی صورت تازہ ہوگئی اور حضرت کی یاد آگئی اس سبب سے دل بھر آیا اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔''

مولانا سید قطب الہدیٰ نہایت خوشخط تھے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نیز علماء متقدمین کے بہت سے علمی رسائل اپنے دست مبارک سے لکھے تقریباً چالیس نفیس اور نایاب کتب حدیث و تفسیر کی نقل کیں، کثرت تحریر کی وجہ سے انگلیوں میں نشانات پڑ گئے تھے۔

ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں آج بھی کتب خانہ کی زینت بنی ہیں، خط ایسا پاکیزہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا آج ہی لکھ کر اٹھا ہے، مولانا سید عبدالحی صاحب مولانا کے مقام و معرفت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

www.abulhasanalinadwi.org

الشيخ الامام المحدث قطب الهدیٰ بن محمد واضح بن محمد صابر بن آیت الله بن علم الله الحسني الحسيني النقشبندی البریلوی احد العلماء المبرزين في المعقول و المنقول لم يكن له نظير في زمانه في معرفة الفقه والحديث والعربية والانشاء والخط.

وكان قوی الحفظ سريع الادراك شديد الرغبة في البحث والتنقير شديد الحرص على الكتابة وكان خطه في غاية الجودة له تعليقات شتى على "صحيح البخاری" وجامع الترمذي و"عين العلم"، "وسفر السعادة" وعلى غيرها من الكتب وله رسالة نفيسة في اثبات كفر فرعون المسمى "بالجانب الشرقي في كفر فرعون الغرقي." (۱)

محدث کبیر امام قطب الہدیٰ بن محمد واضح بن محمد صابر بن آیت اللہ بن علم اللہ حسنی حسینی نقشبندی رائے بریلوی معقولات ومنقولات کے ماہر چنیدہ علماء میں شمار ہوتے تھے،فقہ وحدیث، عربی ادب وانشاء پردازی اور خطاطی میں یکتائے روزگار تھے، حافظہ نہایت قوی تھا، ذکی الحس تھے اور تحقیق وتنقید کے شیدا، خط نہایت عمدہ،خوشنویسی سے بے حد لگاؤ تھا، صحیح بخاری، جامع ترمذی ''عین العلم''،''سفر السعادۃ'' وغیرہ کتابوں پر حواشی مرتب فرمائے، نیز''الجانب الشرقی فی کفر فرعون الغرقی'' کے نام سے فرعون کے کفر کے اثبات میں ایک بیش قیمت رسالہ تحریر فرمایا۔

۱۲۲۶ھ میں حضرت مولانا سید قطب الہدیٰ بیمار ہوئے اور جب آخری وقت آیا تو حضرت سید احمد شہیدؒ کو بڑی توجہ ہوئی اور حاضرین سے فرمایا کہ جب ماموں صاحب کا بالکل آخری وقت ہوتو اطلاع کرنا،آخری وقت حضرت سید احمد شہیدؒ سرہانے تشریف لائے اورآخر تک بیٹھے رہے،انتقال کے بعد خوشی کا اظہار کیا اور خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ بہت اچھی حالت میں سفر آخرت فرمایا،مولانا سید قطب الہدیٰؒ نے ۱۹ ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ کو ۴۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا (۲) کسی نے انتقال کی تاریخ کہی ہے ۔

---

(۱) نزھۃ الخواطر ۷/۴۲۷۔ (۲) گلشن محمدی۔

www.abulhasanalinadwi.org

چوں قطب ہدیٰ ازیں جہاں رفت در دار بقا بحکم داور
تاریخ وفات آن شد نوزدہ در ربیع آخر

مولانا نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی، مولانا سید محمد ظاہر حسنی صاحب کو مثل بیٹے کو جانتے تھے اور انہی کو اپنا کتب خانہ ہدیہ کر دیا۔

سید محمد ابراہیم ابن مولانا سید محمد عرفانؒ

مولانا سید محمد عرفان کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے، دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، اپنے نانا حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ کا زمانہ پایا ان کی صحبت میں بیٹھے اور زہد و ورع سخاوت و فیاضی ورثہ میں پائی، والد کی کوشش کے باوجود کتابی علم سے کما حقہ واقف نہ ہو سکے لیکن اوامر شریعت کے بڑے پابند تھے، فرائض و نوافل، تسبیحات واذکار کا بڑا اہتمام رکھتے، سپاہیانہ زندگی گذارتے، تکلفات سے دور تھے، خدا نے جسمانی لحاظ سے طاقتور اور تنومند بنایا تھا، جہاد کا بڑا شوق تھا اور یہی شوق امیر خاں والی ریاست ٹونک کے لشکر میں لے گیا، "اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" کے ان صفات حمیدہ میں اسلاف کے قدم بقدم تھے۔

یہی وہ پہلے شخص ہیں جو نواب امیر خاں والیِ ٹونک کے لشکر میں گئے اور خاندان علم اللہی کا تعلق ٹونک سے پیدا کیا۔

باوجود فوج میں ملازم ہونے کے شب زندہ دار، عبادت گذار رہے، منہیات شرعیہ سے نہ صرف خود بچتے بلکہ دوسروں کو روکتے، ان کی عبادت و ریاضت، جفاکشی اور محنت، امانت و دیانت اور تقویٰ و طہارت سے نواب امیر خاں بہت متاثر ہوئے اور بڑی عقیدت و احترام سے پیش آنے لگے ان کے لیے سپاہی کا معمولی عہدہ مناسب نہ جانا کہ اس میں وہ کسی کے تابع تھے ان کو عزت و احترام کی جگہ دی اور فوج کی امامت کا

www.abulhasanalinadwi.org

عہدہ عطا کیا، اب وہ فوج کے اعلیٰ سے اعلیٰ افسر کو بھی نصیحت کرنے لگے اور وعظ و تذکیر سے فوج میں دینی حمیت اور جذبۂ جہاد پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے، اس مبارک مشغلہ میں انہوں نے زندگی گذاری اور آخر کار ۱۴ ر شوال ۱۲۲۴ھ بروز دوشنبہ اس جہانِ فانی سے دارِ بقا کو کوچ کر گئے اور موتی باغ میں بڑے ادب و احترام اعزاز و اکرام سے سپرد خاک کئے گئے، انتقال کے وقت ایک فرزند سید محمد یعقوب یادگار چھوڑا۔

مولانا سید محمد اسحٰق

مولانا سید محمد عرفان کے دوسرے صاحبزادہ تھے، ابتدائی کتب اپنے وطن میں پڑھیں پھر لکھنؤ اور اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے درسی کتابیں پڑھیں اور فقہ و حدیث کی تکمیل کی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ سے حدیث کی سند لی، اس کے بعد آپ ہی سے بیعت ہو کر طریقت کی تعلیم حاصل کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تصنیف کا اچھا ذوق اور دلچسپی تھی، عربی و فارسی میں قادر الکلام تھے فنون اور مسائل پر اچھی دسترس اور استحضار تھا، علمی مضامین اور فنی مسائل کو نظم کرنے کا خاص ملکہ تھا۔

مولانا سید محمد علی ''مخزن احمدی'' میں لکھتے ہیں:

سید محمد اسحٰق مرحوم متورع و متقی در اعصار و امصار عدیل وسہیم نداشتند ومرید خاص وخلیفہ باختصاص امام المحدثین وشاگرد رشید وجلیس انیس مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہ و در علم فصاحت وبلاغت واشعار عربیہ مداخلت تام ومہارت مالا کلام می داشتند

سید محمد اسحاق بڑے متورع اور متقی تھے وہ اپنے زمانہ وعلاقہ میں اپنا نظیر وثانی نہ رکھتے تھے، امام المحدثین (یعنی مولانا شاہ عبد العزیز کے مرید خاص وخلیفۂ اختصاص تھے) مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہ کے شاگرد رشید، صحبت یافتہ، فصاحت و بلاغت اور اشعار عربیہ میں ایسی مہارت تامہ رکھتے تھے جس میں کلام کی گنجائش نہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

میراث وحساب میں المائتین کے نام سے دو سو اشعار کا قصیدہ اور اس کی مبسوط شرح اور مسائل نحویہ کے بعض منظومات آپ کی فضیلت علمی کے گواہ ہیں ایک فارسی نظم بھی یادگار ہے جس میں اہل بدر علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی جمع کیے ہیں۔

زہد وتقویٰ اور علم وعمل میں اپنے والد و دادا کے نقش قدم پر تھے مزاج میں ایثار و قناعت اور زہد تھا زندگی بڑی سادہ تھی ہر ایک سے ملتے نرم گفتگو گرم جستجو کے مالک تھے وعظ کہتے اور خوب کہتے وعظ موثر اور دل پذیر ہوتا مولانا سید عبدالحی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

وكان آية من آيات الله في التقوىٰ والعمل وتاثير الوعظ وقلة الامل وايثار القناعة في الملبس والماكل.(١)

تقویٰ وعمل میں اور وعظ و بیان کی اثر خیزی آرزو کی کمی اور لباس وخوراک میں قناعت اختیار کرنے میں اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی تھے۔

کتابوں کا ذخیرہ کرنے کا بڑا شوق تھا، ان کے کتب خانہ میں بکثرت کتابیں تھیں اور ہر علم وفن کی تھیں، صرف فن تفسیر کی دو سو کتابیں ان کے کتب خانہ کی زینت تھیں، تکمیل سلوک کے بعد وطن تشریف لائے اور مطالعہ کتب، درس وتدریس، وعظ و تذکیر اصلاح وارشاد کے مبارک کام میں لگ گئے۔

اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید احمد شہیدؒ سے انتہائی محبت کرتے تھے وہ جب کہیں چلے جاتے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی، جب حضرت سید صاحب امیر خاں کے لشکر میں ٹونک چلے گئے اور مدتوں واپس نہ آئے تو شفیق بھائی کو فکر ہوئی لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں معلوم ہوا کہ ٹونک سے دہلی تشریف لائے ہیں تو بھائی سے ملنے دہلی چل دیئے وہاں آٹھ برس سے بچھڑے ہوئے بھائی سے ملاقات ہوئی ملتے ہی فرمایا'' مجھے نواب صاحب کے لشکر سے تمہاری واپسی دہلی کا علم ہوا مجھ کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو تم کہیں

(١) نزہۃ الخواطر ٧/٦١۔

www.abulhasanalinadwi.org

دور چلے جاؤ پھر ملاقات ہونی دشوار ہو اسی خیال سے میری طبیعت کو قرار نہ ہوا میں جلد محسن خاں کو ساتھ لے کر وہاں سے ادھر روانہ ہوا، سید صاحب نے اپنے شفیق بھائی کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ جلد وطن واپس ہوں گا۔

مولانا سید محمد اسحٰق نے اپنے بھائی کی بزرگی، علماء و مشائخ کا عمومی رجوع اور فضل و کمال اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کا دل پر بڑا اثر پڑا، جب وہ واپس ہوئے تو لکھنؤ میں اعزا ملنے آئے اور حضرت سید صاحب کا حال پوچھا تو مولانا اسحٰق نے بیان کیا:

"عنایت الٰہی سے سید احمد کو وہ رتبہ حاصل ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا، اپنی تو عمر میں نہ اس رتبہ کا آدمی دیکھا نہ سنا ہے، دہلی کے تمام علماء اور فضلاء اس کی طرف رجوع ہیں اور اس کی تقریر کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا اور ہم جیسے مولویوں کا وہاں کیا شمار کہ ان کے آگے بولیں اور چوں چرا کا لب کھولیں ان کو علم وہبی ہے کسبی نہیں ہے۔"

یہ سن کر برادری کے لوگ ہنسے اور بولے کہ وہ آپ کے بھائی ہیں جو چاہئے فرمایئے ہم ان کو خوب جانتے ہیں ان میں یہ مادہ اور لیاقت کہاں، مولانا نے فرمایا کہ میں نے مبالغہ سے کام نہیں لیا جب وہ آئیں گے تو تم خود دیکھ لینا۔

مولانا سید محمد اسحٰق لکھنؤ سے رائے بریلی تشریف لے گئے اور عزیز بھائی کی آمد کے شوق میں سراپا انتظار رہے مگر اللہ کو ان دونوں بھائیوں کی ملاقات وطن میں منظور نہیں تھی، چند دنوں کے بعد حضرت سید صاحب دہلی سے روانہ ہوئے اور غازی آباد پہونچے، نماز مغرب ہو چکی تھی اور حضرت سید صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رائے بریلی سے ایک قاصد خط لایا اس خط میں مشفق بھائی کے انتقال کی خبر تھی، حضرت سید صاحب کا اس خط سے چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے فرمایا کہ ہمارے بھائی صاحب مولانا سید محمد اسحٰق نے انتقال کیا، محسن خاں جن کو سید محمد اسحٰق صاحب سید صاحب کی ہمراہی کے لئے چھوڑ گئے تھے یہ سن کر زار و قطار رونے لگے، آپ نے فرمایا محسن خاں

www.abulhasanalinadwi.org

صبر کرو، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خود حضرت سید صاحب پر اتنا اثر تھا کہ ایک جگہ دعوت تھی، کھانے کے وقت فرمایا صاحبو تم لوگ کھانا کھالو میں اس وقت نہ کھاؤں گا، مولانا اسمٰعیل صاحب کے بار بار عرض کرنے سے دو چار لقمے کھائے۔ (۱)

مولانا سید محمد اسحٰق نے ۲۲ رجمادی الاخری ۱۲۳۴ھ کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں انتقال کیا اور اپنے نانا حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں (جو دائرہ شاہ علم اللہ کے متصل پورہ محمد میاں میں واقع ہے) مدفون ہوئے اپنی یادگار میں ایک فرزند سید محمد اسماعیل چھوڑا۔

مولانا سید محمد جامعؒ

مولانا سید محمد جامع، مولانا محمد واضح محدثؒ کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے، بڑے خوش الحان قاری اور حافظ تھے قاری خان محمد (مولانا محمد واضحؒ کے مرید) کے شاگرد تھے، ان کی خوش الحانی کا اعتراف حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمایا ہے، مولانا شاہ عبدالقادر خالص پوریؒ جو حضرت شاہ ابوسعید حسنیؒ کے خلیفہ ومجاز تھے ان کے صاحبزادہ نے ان کی سیرت میں لکھا ہے "بقول امام المسلمین سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے میں کعبہ شریف اور مدینہ منورہ تک گیا اور ہر ایک بزرگ کی راہ میں ملاقات کی مگر مولوی عبدالقادر کے سے اوقات اور سید محمد جامع کا سا کلام اللہ کا پڑھنا نہ پایا۔"

بڑے منکسر المزاج اور درویش صفت تھے، مہمان نواز مسافر پرور، قانع و صابر، جامع خیر وصلاح اور عبادت گزار تھے والد کے بعد مسجد ومدرسہ اور خانقاہ کا انتظام و انصرام آپ کے ذمہ ہوا، حکومت وقت کی جانب سے ایک تولیت نامہ بھی ملا تھا۔

مولانا سید محمد جامعؒ خود صاحب سجادہ تھے اور صاحب مشیخت، اس لئے انہوں نے کسی طرف توجہ نہ کی، اور مولانا محمد واضحؒ کے بعد کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا حتی کہ

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ کا آفتاب رشد وہدایت اپنے عروج پر ہوا لیکن ایک تو معاصرت دوسرے حضرت سید احمد شہیدؒ مولانا سید محمد جامعؒ سے عمر میں بھی کافی چھوٹے تھے اور رشتہ میں بھانجہ ہوتے تھے اس لیے مدتوں تک حضرت شہیدؒ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی، اور باوجود اس کے کہ ایک عالَم حضرت سید احمد شہیدؒ کی طرف برابر رجوع ہو رہا تھا، اور بڑے سے بڑا عالم اور شیخ اس مرد باخدا بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا تھا مگر مولانا سید محمد جامعؒ اس طرف سے بالکل یکسو تھے جب حضرت سید احمد شہیدؒ حج کو جانے لگے تو اتوار ۲۹ رشوال ۱۲۳۶ھ کو ان کو مولانا سید محمد جامعؒ کی طرف سے پیام ملا کہ آپ ایک لحظہ فرش مسجد کے مشرقی یا شمالی کونہ پر آویں میں بھی وہیں آتا ہوں مجھ کو آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں، یہ پیام سن کر سید صاحب تشریف لے گئے اور مولانا سید محمد جامع بھی تشریف لائے، مولانا سید محمد جامعؒ بڑے جسیم وتناور اور فربہ تھے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے چبوترہ پر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کیا ارشاد ہے انہوں نے کہا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے آیا ہوں، سچ بات تو یوں ہے کہ جب سے آپ دہلی سے تشریف لائے ہیں آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو فضل الٰہی سے ہدایت اس ملک میں ہوئی، ہم نے سنا بھی اور بچشم خود دیکھا بھی اور آپ کے طریقہ حق میں کچھ شک وشبہہ نہ تھا مگر آج تک ہم بھی اپنے نفس وشیطان کی شامت اور شرارت سے محروم اور بے نصیب رہے کہ آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوتے سو آگے جو قصور ہم سے ہوا سو ہوا اس سے ہماری توبہ ہے اور اب ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ہمارا کہا سنا آپ معاف کریں، یہ بات سن کر آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ کہ اللہ نے شیطان ملعون کو پشیمان کیا اور آپ کو توفیق خیر عطا فرمائی اور اس وقت چاروں طرف ان کے گرد بکثرت لوگوں کا اژدحام تھا اور اس بات سے سب کو کمال خوشی ہوئی پھر آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے واسطے دعا کی، آپ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ اس مجمع میں کم لوگ ایسے ہوں گے کہ ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی آنکھوں سے آنسو نہ جاری ہوئے ہوں پھر سید محمد جامع صاحب وہاں سے اپنے مکان تشریف لے گئے اور حضرت وہیں مسجد میں رہے۔ (۱)

بیعت کے بعد مولانا سید محمد جامع صاحب کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے بڑا تعلق ہو گیا، خود تو سید شہیدؒ کے ساتھ حج کو نہ جا سکے لیکن بڑے اہتمام کے ساتھ ان کو رخصت کیا، حج سے واپسی پر جب حضرت سید احمد شہیدؒ کا قیام رہا تو یہ تعلق اور بڑھتا گیا، صاحبزادہ مولوی عبد الباقی حضرت سید صاحب کے مرید صادق بنے، جب حضرت سید صاحب ہجرت کر کے سرحد تشریف لے گئے تو ایک مکتوب تحریر فرمایا جو قریبی اعزا کے نام تھا اس میں ایک مولانا محمد جامع بھی مخاطب تھے۔

مولانا محمد جامعؒ کا انتقال ۱۲۴۲ھ کو ہوا جب کہ حضرت سید صاحب ہجرت کر چکے تھے مسجد کے شمال مغرب کے گوشہ میں اپنے والد مولانا محمد واضحؒ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، اپنے پیچھے دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید سراج الدین (۲) مولوی سید عبد الباقی۔

☪ ☪ ☪ ☪

---

(۱) وقائع احمدی ص/۵۹۲۔

www.abulhasanalinadwi.org

وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ

بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ ٥

☆ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ ۱۲۴۶ھ

☆ سید احمد علی شہیدؒ ۱۲۴۵ھ

☆ سید حسن مثنیٰ شہیدؒ ۱۲۴۵ھ، ۱۲۴۶ھ

☆ سید ابو محمد شہیدؒ ۱۲۴۵ھ

☆ سید ابوالحسن شہیدؒ ۱۲۴۶ھ

☆ مولانا سید محمد اسلم شہیدؒ ۱۸۵۷ء

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

www.abulhasanalinadwi.org

گلاب ناب سے دھوتا ہوں مغز اندیشہ
کہ فکر مدحت سبط قسیم کوثر ہے
وہ کون امام جہاں و جہانیاں احمد
کہ محض مقتدیٰ سنت پیمبر ہے
زمیں کو مہر فلک سے نہ کیوں ہو دعویٰ نور
کہ اس کا رایتِ اقبال سایہ گستر ہے
زبسکہ کام نہیں ہے اسے سوائے جہاد
جو کوئی اس سے مقابل ہے سو وہ کافر ہے
وہ بادشاہ ملائک سپاہ کوکب دیں
کہ نور شمس و قمر جس کے گرد لشکر ہے
وہ برق خرمن ارباب شرک و اہل ضلال
کہ شعلہ خوشۂ حاصل تودانہ اخگر ہے
وہ شاہِ مملکت ایماں کہ جس کا سالِ خروج
امام برحق مہدی نشاں علی فر ہے

مومن خاں مومن

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ

ولادت

آپ مولانا سید محمد عرفانؒ کے تیسرے صاحبزادہ اور شاہ ابوسعید حسنیؒ کے نواسہ تھے، یکم صفر ۱۲۰۱ھ کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے جب چار سال کی عمر ہوئی تو مکتب میں بٹھائے گئے لیکن اپنے ہم عصروں کے برخلاف علم کی طرف طبیعت راغب نہیں ہوئی صرف قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوسکیں اور مفرد و مرکب الفاظ لکھنا سیکھ سکے، کھیل میں مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا شوق تھا۔

خدمت و عبادت

خدمت خلق کا ایسا ذوق پایا تھا کہ اچھے اچھے بزرگ انگشت بدنداں رہ گئے، ضعیفوں اپاہجوں اور بیواؤں کے گھروں پر دونوں وقت جاتے حال پوچھتے اور ان کا کام کرتے، عبادت اور ذکر الٰہی کا بچپن ہی سے ذوق تھا، رات کو تہجد ادا کرتے اور تلاوت، دعا اور مناجات میں مشغول رہتے، جہاد کا شوق کم عمری ہی سے پیدا ہو گیا تھا اور اس کی تیاری کرنے لگے تھے آپ کی عادت تھی کہ سورج نکلنے کے گھنٹوں بعد تک ورزش اور کشتی میں مشغول رہتے ورزش کرتے اور ڈنڈ لگاتے اور تیس تیس سیر کے مگدر ہلاتے، پیرنے اور پانی میں ٹھہرنے کی بڑی مشق بڑھائی تھی۔

سفر لکھنؤ و دہلی

والد کے انتقال کے بعد تحصیل معاش کی خاطر اپنے عزیزوں کے ساتھ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

تشریف لے گئے اور پورا سفر پیدل طے کیا اور چار ماہ قیام کر کے دہلی کا سفر کیا دہلی پہونچ کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے مصافحہ اور معانقہ کے بعد فرمایا کہ کہاں سے تشریف لائے، آپ نے فرمایا رائے بریلی سے، فرمایا کس خاندان سے تعلق ہے کہا وہاں کے سادات میں شمار ہے، فرمایا سید ابوسعید اور سید نعمان سے واقف ہیں، سید صاحب نے فرمایا کہ سید ابوسعید میرے نانا اور سید نعمان میرے حقیقی چچا تھے، شاہ صاحب نے اٹھ کر دوبارہ مصافحہ و معانقہ کیا اور پھر پوچھا کس غرض سے تکلیف فرمائی، سید صاحب نے جواب دیا کہ آپ کی ذات کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب کے لیے یہاں پہونچا، شاہ صاحب نے فرمایا اللہ کا فضل اگر شامل حال ہے تو اپنے ددیہال و ننہال کی میراث آپ کو مل جائے گی، چند دنوں کے بعد ایک شب جمعہ کو شاہ صاحب سے بیعت ہو گئے، شاہ صاحب نے طرق ثلاثہ چشتیہ، قادریہ نقشبندیہ میں داخل فرمالیا، اسی درمیان شاہ عبدالقادر صاحب سے آپ بعض کتابیں بھی پڑھتے تھے، چند دنوں کے بعد اس قدر باطنی ترقی ہوئی کہ دوسروں کو برسہابرس کی ریاضت اور مجاہدوں سے حاصل ہوتی ہے۔

سلوک کی تکمیل

ایک عرصہ کے بعد اپنے وطن رائے بریلی آئے، وہاں آپ کے لباس اور ایک مدت گذر جانے کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو نہیں پہچانا آپ نے وطن میں دو برس قیام کیا اور اسی مدت میں نکاح کیا اور صاحبزادی پیدا ہوئیں، اس کے بعد پھر دہلی تشریف لے گئے، دہلی پہونچتے ہی عوام و خواص کا رجوع عام ہوا، چند دنوں قیام فرما کر نواب امیر خاں والیِ ٹونک کے پاس چلے گئے اور ان کے لشکر میں چھ سال رہ کر مختلف جنگوں میں شرکت کی لیکن جب امیر خاں نے انگریزوں سے صلح کر لی تو حضرت سید صاحب بددل ہو کر دہلی واپس تشریف لائے، دہلی پہونچنے سے ایک ہفتہ قبل شاہ عبدالعزیز محدثؒ نے ایک خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جامع مسجد میں تشریف لائے اور حکم دے

www.abulhasanalinadwi.org

کر شاہ صاحب کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا اور فرمایا جو آنا چاہے اس کا حال مجھ سے بیان کرو اور میری اجازت سے اس کو آنے دو، شاہ صاحب دربان بنے اور ہزارہا آدمیوں نے حضور کی زیارت کی، صبح کے وقت حضرت شاہ غلام علی صاحب سے یہ خواب بیان کیا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کے یا آپ کے کسی مرید کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور فیض کا سلسلہ جاری ہوگا حضرت سید صاحب نے دہلی تشریف لا کر اکبرآبادی مسجد میں قیام کیا اور لوگوں کا رجوع ہوا۔

مولانا عبدالحیؒ اور مولانا اسماعیل دہلویؒ

مولانا عبدالحی بڈھانوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے حضوری قلب کا ذکر کیا تو انہوں نے حضرت سید صاحب سے رجوع ہونے کا مشورہ دیا وہ سید صاحب کی خدمت میں آئے اور ان سے گفتگو کی اور ان کے ساتھ نماز ادا کی اس نماز میں ایسا کیف محسوس کیا کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہوگئے، اس کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب نے بھی اسی طرح نماز پڑھ کر بیعت کی اور پھر عمر بھر ساتھ رہے اور حضرت سید صاحب کے عشق میں مست و سرشار رہے اور انھیں کے ساتھ شہادت کی دولت سے سرفراز ہوگئے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مختلف علاقوں کا دورہ

دن بدن آپ کی مقبولیت اور شہرت بڑھتی گئی، کثرت سے دعوت نامے آنے شروع ہوئے اور آپ نے شاہ صاحب کی اجازت سے مختلف علاقوں کا دورہ کیا جس میں سیکڑوں آدمیوں نے بیعت کی، جہاں آپ تھوڑی دیر ٹھہر گئے وہاں مساجد میں رونق اور اللہ رسول کا چرچا ایمان میں تازگی اتباع سنت کا شوق پیدا ہوا اور شرک و بدعت کا خاتمہ ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس پورے سفر میں پھلت کاندھلہ، سہارنپور، مظفرنگر، دیوبند، لوہاری، نانوتہ، گڈھ مکتیسر، رام پور، بریلی، شاہجہانپور اور دوسرے مقامات میں مولانا محمد اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی ساتھ رہے اور ان کے مواعظ سے بڑی اصلاح ہوئی اور لاکھوں افراد کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی خود مولانا عبدالحی اور مولانا اسمٰعیل کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے لگام تھامتے اور آپ سوتے تو وہ ساری رات جاگتے۔

مفتی الٰہی بخشؒ کی بیعت وارادت

کاندھلہ میں مفتی الٰہی بخشؒ جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد رشید اور بڑے عالم اور صاحب ورع بزرگ تھے حضرت سید صاحب سے نیاز حاصل کیا اور باوجود کبرسنی اور علم وفضل کے امام ہونے کے حضرت شہید کے دامن سے وابستہ ہوگئے وہ سید صاحب سے تعلق اور اشتیاق ملاقات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"ناگاہ از مدد غیبی باعانت سعادت ازلی صیت کمالات و قوت تکمیل وطنطنہ ارشادات وسرعت تاثیر جزیل و جمیل احمد حسنی مقتفی آثار وقدم بر قدم محمد مدنی ﷺ جاں بخش بگوش وہوش ودل نواز سامعہ حقیقت بنوش گردید ونشۂ اشتیاق درک حمیت سرآمد اولیائے آفاق چنداں دوبالاگشت کہ طائرہ صبر از آشیانہ دل پرید واز بیقراری جامۂ آرام برتن درید۔

مدد غیبی اور سعادت ازلی کی دستگیری سے سید احمد حسنی (جو حضرت محمد مدنی ﷺ کے قدم بقدم ہیں اور اور آپ کے اتباع میں کامل اور راسخ ہیں) کے کمالات و قوت تکمیل کا شہرہ اور ان کے ارشادات وسرعت تاثیر کا غلغلہ اچانک کان میں پڑا اور جاں بخش و دلنواز ہوا اس سرآمد اولیائے روزگار کی زیارت وصحبت حاصل کرنے کا شوق اتنا غالب ہوا کہ دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا اور سکون وآرام رخصت ہوگیا۔

اور پھر اس کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ سے اتنی عقیدت بڑھی کہ ان کی شان میں ایک موثر قصیدہ کہا جس کے چند اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جناب سید احمد کہ باشد فیض ربانی بسان مہر انور می کند ہر ذرہ نورانی
مجدد الف ثانی شد جناب احمد اول مجدد ماۃ ثالث جناب احمد ثانی
بخلق احمدی کامل بنور ایزدی واصل نمود اندر رضائے حق رضائے خویش رافانی
طریقت کاروبار او شریعت پیشکار او حقیقت ہست یار او بہ یمن لطف سبحانی
نیارد خطرہ در خاطر بجز تائید دین حق نیاید درخیال اوگر مشروع حقانی
پس اے خورشید راہ دیں بہ پیشت عرض می دارد غریبے بے سروسامان نشاط از فرط حیرانی
بپائے سعی خود را منزل مقصد رسیدن را بسے دشوار می بینم بفرما ہمت ارزانی

بعید از ہمت نبود کہ چوں من بے پروبالے
بہ بال زور بازویت رسد تا قرب یزدانی

سب سے زیادہ اثر دہلی اور سہارنپور اور اس کے اطراف میں ہوا، ہزاروں آدمیوں نے توبہ کی اور گاؤں کے گاؤں راہ پر آگئے اور فسق و فجور کا نشان مٹ گیا، بڑے بڑے اور اہل نسبت اور اصحاب سلسلہ بزرگ حضرت سید احمد شہیدؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، سہارنپور سے باہر ایک جم غفیر استقبال کے لیے موجود تھا، مسجد بونبی کے ایک حجرہ میں حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ رہتے تھے جو بڑے مشائخ میں سے تھے سیکڑوں آدمی ان کے مرید تھے انہوں نے اپنے تمام مریدوں کے ساتھ بیعت کی اور اپنے تمام مسترشدین کو حکم دیا کہ آپ سے بیعت ہو جاؤ ایسا مرشد کامل پھر ملنا مشکل ہے۔

رائے بریلی کا قیام اور لکھنؤ کا سفر

آپ رائے بریلی پہونچے اور وہاں قیام کیا اور شب و روز اپنی زبان مبارک سے علماء کے مجمع میں معارف و حقائق ارشاد فرماتے ساتھ ساتھ خدمت خلق کرتے، اس وقت آپ کی خدمت میں دہلی اور اطراف دہلی کے مشہور مشائخ اور علماء تھے ایک عرصہ کے بعد آپ نے لکھنؤ کا سفر کیا اور شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ پر قیام کیا، لوگوں کا ایسا

www.abulhasanalinadwi.org

رجوع اور ہجوم ہوا کہ آپ کی آمد کا گھر گھر چرچا ہوا مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی آپ کی صحبت سے ہزاروں آدمیوں کی حالت بدل گئی، مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی کے مواعظ سے دلوں کی دنیا بدل گئی، لکھنؤ میں ایک مہینہ قیام رہا پھر آپ رائے بریلی تشریف لائے اور الہ آباد، بنارس، کانپور وغیرہ کے دورے کیے اور ہزاروں آدمیوں نے بیعت وتوبہ کی، تکیہ کے قیام میں ہندوستان کے مشہور علماء کھینچ کھینچ کر آپ کی خدمت میں آتے اور فائدہ اٹھاتے، اب آپ نے جہاد کا شوق پیدا کرنا شروع کیا جس کو مضبوط وتوانا دیکھتے فرماتے کہ یہ ہمارے کام کا ہے، آپ کا زیادہ وقت فنون حرب کی مشق وتعلیم میں گذرنے لگا، رائے بریلی کا یہ قیام مجاہدہ وتربیت اور جسمانی وروحانی مشغولیت وخدمت کا خاص دور تھا ایک مختصر سا گاؤں آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کا کہکشاں بن گیا تھا، ہندوستان کے منتخب اور نامور علماء جمع تھے اور مولانا محمد اسماعیل، مولانا عبدالحی بڈہانوی، مولانا محمد یوسف پھلتی، حاجی عبدالرحیم ولایتی، شاہ ابوسعید مجددی، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، ان مشائخ کے سرخیل تھے، سارے علماء حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ مشقت کا کام کرتے، گھاس چھیلتے، اینٹیں تھاپتے، لکڑیاں جمع کرتے، مسجد بناتے گارا اٹھاتے، فاقے کرتے اور اس میں خوش اور مگن تھے۔

حج

آپ نے دائرہ شاہ علم اللہؒ سے مختلف شہروں کے لوگوں کو خطوط لکھوائے اور حج کے ارادہ کا اظہار کیا اور ان کو چلنے کی دعوت دی اور اپنے قریبی عزیزوں اور ساتھیوں کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے احباب کو اپنے ساتھ لیا، یکم شوال ۱۲۳۸ھ میں گھر سے نکلے اور کشتی کے ذریعہ دلمؤ سے الہ آباد بنارس ہوتے ہوئے کلکتہ پہونچے، ہر ہر مقام پر لوگوں کا ہجوم ہوتا اور بیعت کی جاتی دوسری قوموں کے لوگ بھی اتنا ہجوم کرتے کہ راستہ میں آدمی کا چلنا مشکل ہوجاتا، کلکتہ سے آپ حجاز

www.abulhasanalinadwi.org

روانہ ہوئے حجاز مین ناموراہل علم وکمال آپ سے بیعت ہوئے، آپ کا فیض مختلف وفود کے ذریعہ ممالک اسلامیہ میں عام ہوا، مدینہ منورہ میں پچیس روز قیام کیا، ۲۹ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ کو مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور یکم ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر شعبان ۱۲۳۹ھ کو دو سال گیارہ مہینہ کے بعد وطن پہونچے۔

ہجرت و جہاد

حضرت سید صاحب نے اپنی فراست ایمانی اور تفقہ دینی کے علاوہ تجربہ اور مشاہدہ سے سمجھ لیا تھا کہ اسلام کو قوت کی ضرورت ہے، اس وقت پنجاب میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور احکام شرعیہ مٹائے جارہے تھے، پنجاب کے حکمرانوں کے ہاتھوں شعائر اسلام کی علی الاعلان بے حرمتی ہورہی تھی اس کے لئے ضروری تھا کہ جہاد کیا جائے اور جہاد کے لئے ہجرت ضروری تھی۔

۱۲۴۱ھ کی ابتدا تھی کہ آپ نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی، پہلے ٹونک تشریف لے گئے اس کے بعد راجپوتانہ، مارواڑ، سندھ، بلوچستان، افغانستان ہوتے ہوئے صوبہ سرحد پہونچے، راستہ میں ریگستانوں، میدانوں، پہاڑوں، دروں، جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کیا اور بڑے بڑے مصائب خود آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اٹھائے لیکن جہاد کے شوق میں یہ مصیبتیں راحتیں محسوس ہوتی تھیں مختلف مقامات میں قیام فرماتے اور عوام وخواص سے بیعت جہاد لیتے۔

بیعتِ امامت

۱۲/ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ کو بالاتفاق آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت وخلافت کر لی گئی، جمعہ میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور جہاد کے معرکے شروع ہوگئے، مومن خاں نے اس موقع پر حسب ذیل قطعہ کہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جو سید احمد امام زماں و اہل زماں　　کر کے ملاحد بے دین سے ارادۂ جنگ
تو کیوں نہ صفحۂ عالم پہ لکھے سال دغا　　خروج مہدیٔ کفار سوز کلک تفنگ

مولانا خرم علی نے جہادیہ نظم کہی جس کا بند ہے

امام زمانہ کی یاری کرو　　خدا کے لیے جاں نثاری کرو

جن جن مقامات میں آپ کی امامت پر بیعت کی گئی وہاں پر نظام شرعی قائم کردیا گیا، مختلف اضلاع کے علماء پنجتار میں جمع ہوئے جن کی تعداد تین ہزار تھی، جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے جہاد کی اہمیت وضرورت اور پنجاب کی حالت اور علماء کے فرائض اس طرح بیان کیے کہ لوگوں پر وجد طاری ہوگیا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دم بخود تھے، خود آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور حمیت اسلامی کا دریا سینہ میں جوش مار رہا تھا۔

اسی کے ساتھ ساتھ ایک بڑی جماعت مختلف علاقوں پھیلی ہوئی تھی جو کسی نہ کسی وجہ سے اس جہاد و ہجرت کے سفر میں حضرت سید احمد شہید کے ہمراہی کا شرف حاصل نہ کرسکی تھی مگر آرزو وتمنا رکھتی تھی اور شرکت کی دعا کرتی تھی، مومن خاں مومن دہلوی جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید صادق تھے اپنے اشعار میں اس خواہش وآرزو کا اظہار کیا ہے اور ان بے شمار افراد کی نمائندگی کی ہے جن کے جسم تو اپنے وطنوں میں تھے مگر قلب ونگاہ میدان جہاد اور سفر ہجرت پر۔

خدایا لشکر اسلام تک پہونچا کہ آپہونچا　　لبوں پر دم بنا ہے جوش خوں شوق شہادت کا
نہ کر بیگانہ مہر اقتدا سنت　　کہ انکار آشنائے کفر ہے ان کی امامت کا
امیر لشکر اسلام کا محکوم ہوں یعنی　　ارادہ ہے مرا فوج ملائک پر حکومت کا

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

دوسری جگہ کہتے ہیں:

شوق بزم احمد ذوق شہادت ہے مجھے　　جلد مومن لے پہونچ اس مہدی دوراں تک

بہت سے شعرا نے جہادیہ نظمیں کہیں جس میں مولانا خرم علی بلہوری کی جہادیہ بہت مقبول ہوئی وہ میدان جہاد میں رجزیہ طور پر پڑھی جاتی تھی۔

خود مومن خاں مومن نے ایک جہادیہ نظم کہی تھی جس کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب یہ افضل سے افضل عبادت نصیب
کرم کر نکال اب یہاں سے مجھے ملادے امام زماں سے مجھے
یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں مری جاں فدا ہو تری راہ میں
میں گنج شہیداں میں مسرور ہوں
اسی فوج کے ساتھ محشور ہوں

یہ اور اس طرح کی جہادیہ نظمیں ایک جگہ نہیں ہر جگہ پڑھی جاتی تھیں اور لوگوں میں جہاد کا ذوق وشوق پیدا ہوتا اور لوگ جوق در جوق حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے جاتے اور خدا کی راہ میں اپنے سر دیدیتے۔

مقابلہ اور کامیابی

اس کے بعد سکھوں سے جھڑپیں شروع ہوگئیں اور آپ کے ساتھی ذوق جہاد سے سرشار اور شوقِ شہادت میں شہادت کے طلبگار آگے بڑھنے لگے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق مجاہدین کی کمک کے لئے آنے لگے ان جھڑپوں میں حضرت سید احمد صاحب کو پوری کامیابی ہوئی اور کئی علاقے دشمنوں سے چھین لئے، آپ نے مختلف علاقوں میں قاضی مقرر کردئے تھے جن کی وجہ سے نظم وضبط اور اسلامی نظام قائم ہوگیا۔

منافقین کی سازش

سید صاحب کے ساتھ جو مخلصین تھے وہ تو جانیں فدا کرنے پر کمربستہ تھے لیکن مقامی علاقوں میں کچھ حاسدین پیدا ہوگئے اور انہوں نے نفاق سے کام لیا اور حضرت سید صاحب کو زہر بھی دیا کئی روز آپ بیہوش رہے لیکن خدا نے جان کی حفاظت فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

عام تائید

صحت کے بعد بنیر وسوات کا دورہ فرمایا اور اس سفر میں تین چار لاکھ مسلمانوں نے بیعت امامت کی اور جہاد و خدمت دین کے لئے کمر بستہ ہو گئے، سندھ اور خراسان بلوچستان کے اہل ایمان اور سرحدی قبائل واقوام اور رؤساء تائید دین کے لئے تیار ہو گئے لیکن منافقین بھی ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔

اسی دوران میں مولانا عبدالحی بڈہانوی کا آٹھ شعبان ۱۲۴۳ھ کو مقام خہر میں انتقال ہو گیا اس حادثہ سے حضرت سید صاحب کو بڑا صدمہ پہونچا، چند دنوں کے بعد اتمان زئی کی جنگ ہوئی اور قلعہ ہنڈ فتح ہوا، اس لڑائی میں دشمن کا جرنل فرانسیسی تھا اس کی پسپائی سے قرب و جوار کے اضلاع اور عام سرداروں پر بڑا اچھا اثر پڑا مگر ایک سردار خادے خاں نے مخالفت کی اور دشمنی پر اتر آیا بالآخر اس کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد لشکر آگے بڑھا اور اس نے مختلف کامیاب شبخون مارے۔

مرکز کی تبدیلی

منافقوں اور سرحد کے بعض مقامی سرداروں کی سازشوں اور مخالفتوں اور مجاہدین وسفرا کو قتل کرنے کی وجہ سے آپ نے سرحد کے بجائے کشمیر کو اپنا مرکز بنانا چاہا اور ہجرت کی تیاری کی لوگوں کو جمع کر کے ان کی خدمات کا اعتراف اور شکریہ ادا کیا اور ان کو رخصتی کلمات نصیحت فرمائے، لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور ایک زبان ہو کر سب نے کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ نہیں سکتے ہماری خدمت و رفاقت قبول فرمائیں، چند شرائط کے ساتھ آپ نے رفاقت کی اجازت دیدی اور کوچ فرمایا، آپ وہاں سے کیا رخصت ہوئے کہ خیر و برکت اٹھ گئی مقامی لوگوں پر دشمنوں کا لشکر ٹوٹ پڑا۔

مشہد بالاکوٹ

آپ وہاں سے کوچ فرما کر بالاکوٹ تشریف لے گئے، شیر سنگھ نے اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

فوجیں اور توپیں بالاکوٹ میں جمع کردیں، اور دوکوس پر اپنا لشکر گاہ بنائی، سید صاحب نے یہ دیکھا تو ناکوں پر اپنے محافظ بٹھادیئے، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اپنے ہی دشمنوں کا ساتھ دے دیتے ہیں، یہاں بھی منافقین نے جو ظاہر میں حضرت سید صاحب کے ساتھ تھے اور حقیقت میں دشمنوں کے آلۂ کار تھے ان میں سے بعض لوگوں نے راجہ شیر سنگھ کو مجاہدین کی پوری کیفیت اور ان تک پہونچنے کا راستہ بتادیا، راجہ مایوس ہوکر اپنے لشکر گاہ واپس جانے والا تھا اس منافق رہبر کے بتانے کی وجہ سے حملہ پر آمادہ ہوگیا اور دفعتاً محافظ دستہ پر حملہ کرکے ناکوں پر قبضہ کرلیا، حضرت سید صاحب کو اطلاع ہوتے ہوتے دشمن کا لشکر پہاڑ پر مور و ملخ کی طرح چھا گیا مجاہدین نے یہ منظر دیکھا تو شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا سب نے اپنے ساتھیوں سے کہا سنا معاف کرایا اور شہادت کے شوق میں بے تاب و بیقرار ہوگئے، ۲۴/ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کی صبح تھی کہ حضرت سید صاحب نے تیاری شروع کی اس وقت آپ کا چہرہ دمک رہا تھا اس کی تابانی سے کسی کی نظر آپ پر ٹھہرتی نہیں تھی قائدین نے لشکر کو ترتیب دیا مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر لڑنے لگے مولانا اسماعیل شہید کا عجب حال تھا برسوں کے ارمان نکلنے کا وقت آیا مردانگی شجاعت اور حرارت ایمانی کے جوہر دکھلائے اور آخر اپنا سر دے کر شہادت کا رتبہ پایا، حضرت سید صاحب کی جب سے رکاب تھامی تھی تو جان دے کر چھوڑی۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر　　عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

ہر طرف تلواریں چل رہی تھیں، نعرے بلند ہو رہے تھے اور مجاہدین جوش و خروش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے، کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا اس حالت میں لوگوں نے دیکھا حضرت سید صاحب نظر نہیں آ رہے ہیں، بالاکوٹ کے اس میدان میں ایسے ایسے باکمال اصحاب علم و عمل مشائخ، اہل جاہ و عزت لوگ شہید ہوئے جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے باعثِ خیر و برکت تھے، تقدس اور تقویٰ، سنت و شریعت کا وہ عطر جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ

www.abulhasanalinadwi.org

گیا اور مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ غروب ہو کر رہ گیا، دیکھنے میں دین کا جلال اور اس کا تخت و تاج لٹ چکا لیکن ان مجاہدین نے جانیں دے کر اور شہید ہو کر ساری دنیا کو بتا دیا کہ خدا کی راہ میں شہادت اتنی عظیم چیز ہے کہ جس کے برابر بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں ہے۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن ۔۔۔ بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز ۔۔۔ اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اس کی قدر وہ کیا جانیں جو اللہ کی راہ میں شہادت سے ناآشنا اور سکون و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ایسے موقع پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے وہ اشعار یاد آرہے ہیں جو انہوں نے حضرت فضیل بن عیاض کو تحریر فرمائے تھے وہ کہتے ہیں ؎

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ۔۔۔ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب
من کان یخضب خدہ بدموعہ ۔۔۔ فنحورنا بدمائنا تتخضب
او کان یتعب خیلہ فی باطل ۔۔۔ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب
ریح العبیر لکم و نحن عبیرنا ۔۔۔ وھج السنابک و الغبار الاطیب
ولقد اتانا عن مقال نبینا ۔۔۔ قول صحیح صادق لایکذب
ھذا کتاب اللہ ینطق نبینا ۔۔۔ لیس الشھید بمیت لایکذب

شہادت کے بعد

جنگ کے بعد میدان کی حالت بڑی پر اثر تھی سارا میدان غریب الوطن شہداء کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا، سکھوں نے مشہور روایت کے مطابق حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی لاشوں کی شناخت کرا کے نہایت احترام سے اسلامی طریقہ پر دفن کروا دیا بعد میں گاؤں والے آئے تو انہوں نے دوسری لاشوں کو بھی سپرد خاک کیا، باقی ماندہ اشخاص پہاڑوں اور وادیوں میں منتشر ہو گئے، کچھ لوگ نواب وزیر الدولہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

درخواست پر ٹونک چلے آئے اور بقیہ زندگی عبادت و خدمت خلق، کتاب و سنت کی اشاعت میں لگ کر گذارتے لگے، دوسرے اصحاب ستھانہ چلے گئے اور وہاں فوجی مرکز اور شرعی نظام قائم کرلیا اور اسی ذوق جہاد اور شوق شہادت میں زندگی گذارنے لگے ﴿من المومنین رجال صدقوا ماعاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر و مابدلوا تبدیلا﴾

آج یہ بالاکوٹ کی سرزمین صرف ایک گاؤں اور چند کھیتوں اور پہاڑوں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ امت اسلامیہ کے علماء و مشائخ، اہل دردو فکر، امرا اور شاہزادوں کی شہادت گاہ ہے یہ گنج شہیداں ہے جس کے چپہ چپہ پر ایمان و یقین ایثار و قربانی کے نقوش ثبت ہیں، اور جس کا ذرہ ذرہ ان مبارک انسانوں کے خون سے تر رہ چکا ہے، ست بنے کے نالہ کے کنارہ حضرت مولانا اسماعیل دہلوی شہیدؒ آسودہ خاک ہیں، نالہ کے اردگرد سیکڑوں شہداء مدفون ہیں اس گنج شہیدان کو دیکھ کر ہر مومن کا خون گرم ہونے لگتا ہے، جہاد کا شوق پیدا ہوجاتا ہے اور خدا کی راہ میں جان دیدینے کا بے اختیار جی چاہنے لگتا ہے، نہ جانے کتنے اہل دل اس مشہد مبارک پر جاکر بے قابو ہوجاتے ہیں، کتنے زار و قطار رونے لگتے ہیں، کتنے اپنی جانیں فدا کرنے کا عہد کر بیٹھتے ہیں، کتنے عقیدت کے پھول برساتے ہیں۔

عقیدت کا اظہار کرنے والوں میں ایک صاحب احمد کریم فضلی نے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

مجاہدان صف شکن بڑھے جو نذر جاں لئے ۔۔۔ تو موت باادب بڑھی حیات جاوداں لئے
یہ وہ ہیں جن کے عمر بھر قدم نہ ڈگمگا سکے ۔۔۔ مصیبتوں نے بارہا ہزار امتحاں لئے
یہ سخت کوش و سخت جاں عجب پیام دے گئے ۔۔۔ کہ زندگی ہے بامزہ اگر ہے تلخیاں لئے
جلال بھی جمال بھی عجیب ان کی شان ہے ۔۔۔ نظر میں بجلیاں لئے نفس میں گلستاں لئے
جہاں پہ سر جھکا دیا وہیں پہ عرش آگیا ۔۔۔ یہ سجدۂ شہید ہے جبیں میں آستاں لئے

یہ سید شہید یہ مجاہدان ہم سفر — کہ جیسے ماہتاب ہو جلو میں کہکشاں لئے
مجاہدانِ باصفا کہ پیشوائی کے لئے — ملائکہ اتر رہے ہیں مژدہ جناں لئے

عقیدت وخلوص کے یہ چند پھول نذر ہیں
کھڑا ہے فضلی حزیں حقیر ارمغاں لئے

حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد مخلصین کی ایک بڑی تعداد کا عقیدہ بن گیا تھا کہ حضرت سید شہیدؒ شہید نہیں ہوئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور بعد میں وہ تشریف لائیں گے ان مخلصین میں سرحد کے مقیم مجاہدین اور اہل صادق پور اور ان کے متوسلین تھے یہ حضرات مدتوں آپ کے ظہور کے منتظر رہے اور آپ کے لیے چشم براہ، مولانا یحییٰ علی صادق پوریؒ مجاہدین کی مدد کے جرم میں جب پھانسی گھر میں تھے تو اکثر حضرت سید صاحبؒ کے فراق وہجر میں روتے رہتے تھے اور نہایت درد سے درد کی رباعی حضرت امام احمد شہیدؒ کے اشتیاق میں پڑھا کرتے تھے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا — جب صبا کوئے یار سے گذرے
کون سی رات آپ آئیں گے — دن بہت انتظار میں گذرے

خلفاء

حضرت سید صاحب کے بے شمار خلفاء تھے جو ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی پھیلے ہوئے تھے اور اصلاح وارشاد کا کام کررہے تھے، مشہد بالاکوٹ میں ایک بڑی تعداد نے جام شہادت نوش کیا، حضرت سید صاحب نے بالاکوٹ سے دو بزرگوں مولانا سید محمد علی رامپوری اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو تبلیغ واصلاح کے لئے ہندوستان بھیجا تھا مولانا ولایت علی حیدرآباد گئے اور مولانا محمد علی مدراس، دونوں حضرات نے کام کیا، شہادت بالاکوٹ کو سن کر مولانا ولایت علی پٹنہ آئے اور اپنی مسیحا نفسی روحانیت، تنظیمی قابلیت سے مردہ دلوں میں روح پھونک دی، گاؤں گاؤں دورے کئے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے ایک خلیفہ مولانا کرامت علی جون پوریؒ نے تقریباً پورے بنگال میں ایمان و یقین کی فضا پیدا کی اور ان کے دست مبارک پر لاکھوں آدمیوں نے بیعت اور توبہ کی۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ نے جہاد کا کام سنبھالا، ان کے بعد ان کے بھائی مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ اور خاندان کے دوسرے افراد مولانا یحییٰ علی، مولانا عبدالرحیم وغیرہ انگریزوں نے گرفتار کر کے دریائے شور بھیجا اور بڑے مظالم کئے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔[1]

فیض و تاثیر

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے خلفا کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ پڑھ کر اندازہ لگایئے کہ اس تحریک نے ہندوستانی مسلمانوں کو کیا دیا اور ایمان ویقین کی کس بلند چوٹی پر پہونچا دیا۔

> ''تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی، یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا، ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، اس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے، اس مجددانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہوئی کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور

---

(۱) اس خاندان کے مفصل حالات اور ایمان افروز واقعات میری کتاب صادقین صادق پور میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

شہید ہوئے حالانکہ یہ واقعہ اس پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔
سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ اور ولایت میں پہونچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرہ میں تجدید اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے، مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے، بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں، نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے، جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے، شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھیں، تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جا رہے تھے، بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے اور حق وصداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری مفلسی غربت کے باوجود تمام ملک میں ایک تحریک کے سپاہی پھیلے تھے اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے تھے۔"

حضرت سید احمد شہیدؒ کی اس تحریک کی جہانگیری اور اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں دعوت وتبلیغ اور ایمان ویقین کی باد بہاری کے باوجود اسلام کے ان مایہ ناز ہستیوں کی شہادت سے ملت اسلامیہ کو جو نقصان پہونچا اس کا داغ مدتوں نہ مٹے گا، اس حادثہ جانکاہ کو ڈیڑھ سو سال سے اوپر ہو چکا ہے مگر بقول کسی صاحب دل کے ان شہداء کے مزار پر عقیدت کے پھول چڑھانے اور ان پر چار آنسو بہانے پر اکتفا نہ کریں کہ یہ حضرات اس سے مستغنی ہیں۔

شہید حق کی لاش پر نہ سر جھکا کے روئیے　　وہ آنسوؤں کو کیا کرے لہو سے منھ جو دھو چکا

مولوی سید احمد علی شہیدؒ

مولوی سید احمد علی مولوی عبدالسبحان کے دوسرے صاحبزادہ تھے، ۱۱۹۸ھ میں نصیر آباد میں پیدا ہوئے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھانجہ تھے، ابتدائی کتابیں گھر پر

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھیں، باقی کتب اپنے دور کے علماء سے پڑھیں اور فراغت حاصل کی اس کے بعد اپنے صاحب فضل وکمال ماموں حضرت سید احمد شہیدؒ کا دامن تھاما ان کے مرید ہوئے اور شب وروز ان کی خدمت میں رہنے لگے اور ان سے سلوک کی تربیت حاصل کی، حضرت سید احمد شہیدؒ کی صحبت نے ان کو مرد باخدا اور مجاہد سربکف بنا دیا، مولانا عبدالحی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

کان صالحاً تقیاً متورعاً شجاعاً مقداماً باذلا نفسه فی ابتغاء مرضات الله سبحانه مجاهدا فی سبیله. (۱)

وہ صالح، متقی، پرہیزگار، بہادر تھے، حوصلہ مند تھے، اللہ کی رضا جوئی میں لگے رہتے تھے، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے تھے۔

بڑے نیک ذی استعداد عالم اور صاحب رعب ووقار تھے، ابتدائے عمر میں لکھنؤ میں ملازم تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ ان کو بھائی کہتے تھے اور سب سے زیادہ انہی سے محبت تھی، خود سید صاحب فرماتے تھے کہ سید احمد علی سچی بات کہنے میں مراعات ادب کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ مع اہل وعیال کے حج کیا، جب حضرت سید صاحب ہجرت کرنے لگے تو یہ بعض مشغولیتوں کی بنا پر ساتھ نہ ہو سکے بعد میں جا کر مل گئے اور جنگ امب میں سپہ سالار رہے، امب فتح کرنے کے بعد ہزارہ میں پیش قدمی کا فیصلہ ہوا تو انہوں نے امیر لشکر ہونے کی پیش کش کی تو سید احمد شہیدؒ نے اجازت دے دی اپنی سواری کا گھوڑا ان کے سپرد کیا، سید احمد علی کی خواہش پر وہ سیاہ قبا بھی عنایت فرمائی جو سید صاحب نے ۲۷/رمضان ۱۲۴۵ھ مطابق ۲۲/مارچ ۱۸۲۰ء کی رات کو عبادت کرتے وقت زیب تن کی تھی، سید احمد علی جوش جہاد اور شوق شہادت میں سید صاحب سے رخصت ہوئے اور لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دریا پار کیا اور شاہ کوٹ پہونچے اور اس پر قبضہ کرتے ہوئے پھولڑہ میں داخل ہو گئے۔

---

(۱) نزہۃ الخواطر/۷/۴۹۔

www.abulhasanalinadwi.org

تیسرے دن صبح کی اذان ہوئی، مجاہدین نماز کی تیاری میں لگے تھے کہ دشمن کا حملہ ہوگیا، سید احمد علی دعا کر کے آگے بڑھ اور مقابلہ کرنے لگے آخر نیزوں تلواروں اور گولیوں کے زخموں سے چور ہو کر گر گئے اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کردی اور ﴿من المومنین رجال صدقوا ماعاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر ومابدلوا تبدیلا﴾ کا مصداق بن کر جام شہادت نوش کیا، راویوں کا بیان ہے کہ ان کے بیشمار زخم آئے تھے لیکن سارے زخم جسم کے اگلے حصہ پر تھے پچھلے حصہ میں خراش تک نہیں آئی تھی۔

قاصد نے حضرت سید احمد شہیدؒ کو شہادت کی خبر سنائی، محبوب بھانجے کی شہادت کی خبر سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے فرمایا الحمد للہ وہ جو مراد لے کر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی مراد تک پہونچایا، اور جب قاصد نے عرض کیا کہ شمشیر و نیزے کے سارے زخم چہرے پر آئے تو پھر آنسو جاری ہوگئے، آپ الحمد للہ الحمد للہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

سید حسن مثنیٰ شہیدؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ کے محبوب بھانجہ سید احمد علی شہیدؒ کے منجھلے محبوب صاحبزادہ تھے، تعلیم گھر پر حاصل کی اور تربیت حضرت سید احمد شہیدؒ کے زیر سایہ لی، حضرت سید احمد شہیدؒ کو محبوب و عزیز تھے، ابتدا ہی سے جہاد کا شوق بہت تھا اور یہی شوق حضرت سید احمد شہیدؒ کی ہمراہی میں سرحد لے گیا، ۱۲۴۵ھ میں سید احمد علی شہید ہوگئے والد کی شہادت سے ان پر غم کا پہاڑ گر گیا کبھی کبھی اپنے رفیقوں سے کہتے اب کسی لڑائی میں جانے کا اتفاق ہوا تو میں انشاء اللہ لڑ کر شہید ہو جاؤں گا، حضرت سید احمد شہیدؒ کو اپنے شہید بھانجہ کے جگر بند کی یہ کیفیت معلوم تھی، جنگ مایار کے دن سید حسن مثنیٰ سواروں میں شامل تھے، حضرت شہیدؒ نے فرمایا اپنا گھوڑا کسی بھائی کو دے دو تم میرے ساتھ پاپیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

چلو مگر شوق شہادت نے ان کو اس پر آمادہ نہ کیا اور حضرت شہید سے عرض کیا مجھ کو اسی طرح رہنے دیجیے، سید صاحب نے پھر اصرار کیا، حملہ کے شروع ہوتے ہی دشمنوں میں گھس گئے، خوب جم کر لڑے اور بے طرح زخم کھائے، مگر شوق شہادت خون کو گرماتا رہا یہاں تک کہ زخموں سے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے کئی زخم سر پر آئے جب تک ہاتھ کام دیتے رہے لڑتے رہے اور جب ہاتھوں نے جواب دے دیا اور بے بس ہو گئے تو زخموں سے چور ہو کر گر گئے جنگ کے خاتمہ پر جب زخمیوں اور شہیدوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی تو دور سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی قریب جا کر دیکھا گیا تو شہید حسن مثنیٰ تھے، سر کے زخموں سے اتنا خون بہا تھا کہ آنکھیں بند ہو چکی تھیں اس حالت میں سب سے پہلے یہ پوچھا کون ہو؟ فتح کس کی ہوئی، خادے خان نے کہا فتح سید بادشاہ (حضرت سید احمد شہیدؒ) کی ہوئی، فرمایا الحمد للہ

من و دل گر فنا شدیم چہ باک عرض اندر میاں سلامت اوست

خادے خاں ان کو اٹھا کر لائے حضرت سید احمد شہیدؒ ان کو دیکھنے آئے تو فرمایا یہ فرزند توفیق الٰہی سے بڑا بہادر نکلا، مالک حقیقی کا خوب حق ادا کیا، پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا بیٹا! لکھنؤ میں دیکھا ہوگا کہ لوگ شیطان کے اکسانے سے فاحشہ عورتوں کے لئے کسی کے سامنے متکبرانہ کھانس کر لڑائی چھیڑ لیتے ہیں اور اس میں اپنے ہاتھ پیر کھو بیٹھتے ہیں اس طرح ان کا ثمرہ دنیا میں حمیت جاہلیت اور عقبیٰ میں عذاب الیم ہے، اللہ کا شکر ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں راہِ مولیٰ میں کام آئے اب اگر دیکھو کہ کوئی شخص خوش رفتار گھوڑے پر سوار اسے دوڑاتا کداتا ہوا جا رہا ہے تو کبھی حسرت دل میں نہ لانا کہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا تمہارے ہاتھ پاؤں بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئے خوش نصیب ہیں وہ ہاتھ پاؤں جو رضائے مولیٰ میں قربان ہوں اور اس پاک ذات کی خاطر کٹیں جو جہانوں کی پناہ گاہ ہے اگر کسی کو شمشیر برہنہ کے ساتھ پٹہ بازی کرتے ہوئے دیکھو تو یہ غم دل میں نہ لانا کہ میرے ہاتھ پاؤں ہوتے تو ایسے ہی

www.abulhasanalinadwi.org

جو ہر دکھا تا تمہارے دست وپا کو بڑا رتبہ ملا ان زخموں کے عوض میں ثواب عظیم حاصل ہوا سالم ہاتھ پاؤں والے کو ہر روز گناہوں کا خطرہ رہتا ہے تمہارے جوارح کو پروردگار حکیم کی بارگاہ میں بہت شاندار اجر ملا۔

سید حسن مثنیٰ نے عرض کیا میں ہزار زبان سے اللہ کی رضا پر راضی ہوں اور شاکر ہوں، الحمدللہ کہ میری ہستی نیک ترین عبادت میں صرف ہوئی خدا اس کو قبول فرمائے لیکن آپ سے ایک آرزو ہے، ہر روز خود تکلیف اٹھا کر اپنے جمال مبارک سے آنکھیں منور فرماتے رہیئے میں معذور ہو چکا ہوں آپ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ مجھے نہ کوئی رنج ہے نہ حسرت۔

منم وہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن به رخ تو دیدہ باشم، تو درون دیدہ باش

اس کے بعد علاج ہوتا رہا مگر زخم نہ بھرے آخر کار ۱۲۴۶ھ میں کنگئی میں وفات پائی اور وہیں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

سید ابو محمد شہیدؒ

سید ابو محمد نصیر آباد کے رہنے والے تھے اور حضرت سید احمد شہید کے قریبی عزیزوں میں سے تھے، حضرت شاہ علم اللہؒ کے حقیقی ماموں قاضی سید ابو محمد تھے جو قاضی سید محمد امین ابن قاضی محمود جد امجد حضرت شاہ علم اللہؒ کی اولاد میں تھے ان کی اولاد(1) میں

---

(1) ان بزرگوں میں سید عبد السلام، سید عبد الاحد، جو پوری طرح عالم و عادل نہایت متورع اور فرشتہ صورت و سیرت تھے، مفتی بہادر علی خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔

حافظ سید عبد العزیز بڑے قانع و صابر تھے ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی پھر حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے حدیث پڑھی اور بیعت ہو گئے اور ٹونک میں مسجد قافلہ کے امام ہوئے، ۲۳ / ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ میں وضو کرتے ہوئے گر گئے اور انتقال کر گئے اور موتی باغ میں تدفین ہوئی ان کے دو صاحبزادے تھے عبد الولی عبد القوی جو صنعت و حرفت میں ید طولیٰ رکھتے اور علم آشنا تھے۔

سید محمد صدیق حافظ کلام اللہ تھے اور بڑے عبادت گذار تھے ان کے بیٹے سید محمد اسماعیل نواب محمد علی خان امیر ٹونک کے نائب ہوئے بڑے علم دوست اور باوقار تھے ان کے صاحبزادہ سید محمد زکریا اور سید محمد یحییٰ ہیں ڈاکٹر سید محمد یحییٰ ہومیو پیتھ ڈاکٹر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بکثرت اہل علم اور اصحاب قضا گذرے ہیں انھیں قاضی سید ابو محمد کی اولاد میں سید ابو محمد شہید تھے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی اہلیہ محترمہ کے خالہ زاد بھائی تھے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی، بڑے خوبصورت اور خوش رو جوان تھے، لباس بڑا نفیس استعمال کرتے اور بانکوں کی طرح زندگی گذارتے، اول اول لکھنؤ میں اہل اللہ کمیدان کی بٹالین میں جمعدار تھے، سپہ گری کے علاوہ مختلف فنون میں مہارت رکھتے تھے، گھوڑے کی سواری خوب کرتے اور اس میں بڑے ماہر تھے، کھانا بہت اچھا پکاتے، کپڑا کاٹنے اور سینے میں ملکہ رکھتے تھے، اہل اللہ کمیدان ان کے کمالات کے پیش نظر ان کا بڑا احترام کرتے، خاص کام ان ہی سے لیتے تھے منہیات شرعیہ سے بہت بچتے تھے، نشہ سے دور بھاگتے کبھی کسی نامحرم عورت کی طرف نظر نہیں اٹھائی نہ منہیات شرعیہ کے نزدیک گئے، مزاج میں لطافت و نفاست بہت تھی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ سے اکثر ملنے آتے اور ان کا بڑا ادب و احترام کرتے، جب حضرت سید احمد شہیدؒ ہجرت کرنے لگے تو یہ بھی ملازمت چھوڑ چھاڑ ساتھ ہو لیے مگر اپنے ارادہ کی کسی کو خبر نہ کی اور پوچھنے پر بھی یہی کہتے کہ فلاں جگہ تک چلوں گا پھر واپس ہونے کا ارادہ ہے دلمؤ گئے پھر باندہ تک ارادہ کیا اور آخر میں سرحد تک جا پہونچے اور خدا کی راہ میں سر کٹا دیا۔

سرحد پہونچتے ہی عام تکلفات چھوڑ دیئے اور نزاکت و نفاست کو خیر باد کہہ دیا، اب وہ ایک فوجی تھے اور خالص سپاہی، نہ وہ خوش لباسی تھی نہ خوش خوراکی جو رسد مجاہدین میں تقسیم ہوتی اس پر قناعت کرتے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی صحبت و رفاقت نے ان کی دنیا بدل دی اب یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ غریب و امیر، اپنے پرائے کسی کی تیمارداری یا خدمت گذاری میں ننگ و عار نہ جانتے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے، اپنے ہاتھ سے بول و براز اٹھاتے، نہ کسی سے جھگڑتے، نہ ادھر ادھر پھرتے صرف خدمت و جہاد سے ہی غرض رکھتے، جنگ مایار کے لئے تورو سے روانہ ہونے لگے تو گھوڑا تھان پر چھوڑ کر

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''میاں صاحب! جس روز سے میں آپ کے ساتھ گھر سے نکلا ہوں یہی سمجھتا رہا کہ آپ میرے عزیز اور رشتہ دار ہیں، آپ کو عروج ہوگا تو میرے لیے بھی ترقی اور بہبودی کی صورت نکلے گی، نہ میری معیت خدا کے لیے تھی نہ ثواب جان کر کسی لڑائی میں شریک ہوا، اب اس فاسد خیال سے توبہ کرتا ہوں اور اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ رضائے باری تعالیٰ کے لیے جہاد کی بیعت لیں اور دعا کریں کہ خدا اس نیت اور ارادہ پر ثابت قدم رکھے۔''

حضرت سید احمد شہیدؒ نے ان سے بیعت لی اور دعا کی، اس وقت ایسا منظر تھا کہ حاضرین سید ابو محمد کے اخلاص کو دیکھ کر بے اختیار آبدیدہ ہوگئے، بیعت و دعا کے بعد سید ابو محمد نے حضرت سید صاحب سے مصافحہ کیا، پلٹ کر گھوڑے کی طرف چلے تو آنکھوں میں آنسو آگئے، بسم اللہ کہہ کر دایاں پاؤں رکاب میں رکھا اور سوار ہوتے ہوئے بلند آواز سے بولے:

''بھائیو! گواہ رہنا اب تک ہم شان و شوکت اور خواہش نفس کے لیے گھوڑے پر سوار ہوتے تھے خدا کا اس میں کچھ واسطہ نہ تھا، اب ہم محض خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے بہ نیت جہاد سوار ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد میدان کارزار میں جا گھسے اور درانیوں سے لڑنے لگے، جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت سید احمد شہیدؒ نے شہدا کی لاشیں اٹھانے کا حکم دیا، اٹھانے والوں نے دیکھا کہ ایک جگہ سید ابو محمد زخمی پڑے ہیں زخم ایسے کاری تھے کہ ہوش و حواس بھی بجا نہ تھے، ان کے کان میں کئی بار زور سے کہا گیا سید ابو محمد! حضرت امیر المومنین کو فتح حاصل ہوئی وہ ہونٹ چاٹ رہے تھے اور آہستہ آہستہ الحمد للہ الحمد للہ کہہ رہے تھے، لوگوں نے ان کو اٹھایا کچھ دیر کے بعد جاں بحق ہوگئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید ابوالحسن شہیدؒ

سید ابوالحسن نصیر آباد کے رہنے والے تھے، والد کا نام دیوان شاہ تھا جو سید محمد تقی نواسہ حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے تھے، سید ابوالحسن نصیر آباد میں پیدا ہوئے، اور تحصیل علم کے بعد لکھنؤ میں شیخ اہل اللہ کمیدان کی بٹالین کے ایک دستہ کے جمعدار ہو گئے اور مدتوں ملازمت پر رہے، وہ اکثر نصیر آباد آتے جاتے تھے تو کبھی کبھی اپنے اعزا سے ملنے دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی بھی آتے تھے، (ان دنوں تکیہ (دائرہ شاہ علم اللہ) میں حضرت سید احمد شہید کا آفتاب رشد و ہدایت طلوع ہو چکا تھا اور اہل علم جوق در جوق خدمت عالی میں حاضر ہوتے رہتے تھے، سید ابوالحسن کو حضرت شہید سے قلبی تعلق تھا اور شروع ہی سے عقیدت و محبت رکھتے تھے، حضرت سید احمد شہید بھی سید ابوالحسن سے بہت خاطر داری اور محبت سے پیش آتے تھے اور بہت زیادہ حسن سلوک اور صلۂ رحمی کا معاملہ کرتے تھے۔

سید ابوالحسن دادا ابوالحسن صاحب کے نام سے مشہور تھے بہت سادہ طبیعت پائی تھی، بہت کم بولتے، اور حضرت سید احمد شہید سے ان کی بہت کم عمری میں بیعت ہو گئے تھے، اس وقت تک حضرت شہید کی کرامت و ہدایت کا شہرہ بھی نہیں ہوا تھا اور لوگوں کا رجوع بھی عام نہیں ہوا تھا۔

جب حضرت سید احمد شہید ہجرت کرنے لگے تو نصیر آباد کے سارے اعزا رخصت کرنے حاضر ہوئے، دادا ابوالحسن لکھنؤ میں ملازمت پر تھے، انہوں نے جب

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ کی ہجرت کا حال سنا تو بجائے چھٹی لینے کے نوکری چھوڑ کر حاضر خدمت ہوئے اور بلا اطلاع کے ساتھ ہو گئے اور ظاہر یہ کیا کہ راستہ سے واپس ہو جائیں گے لیکن اخیر تک ساتھ رہے، جب لوگ پوچھتے کہ کہاں تک ساتھ رہو گے تو کہتے تکیہ سے دلموٗ تک، مگر دلموٗ سے آگے بڑھ گئے لوگوں نے پھر پوچھا تو باندہ تک ساتھ رہنے کی بات کہی، باندہ کے آگے لوگوں نے پوچھا تو گوالیار تک چلنے کو کہا، گوالیار سے ٹونک تک چلنے کا ارادہ کیا اور ٹونک کے بعد اجمیر تک اور اجمیر کے بعد جہاد کا ارادہ کر کے ساتھ ہو لیے اور واپس نہ آنے کا ارادہ ظاہر کر دیا اور پھر حضرت سید صاحب کی رکاب تھامی اور ہر وقت ساتھ رہنے لگے گویا حضرت شہیدؒ کے ترجمان بن گئے، محمد امیر خاں بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت سید صاحب نے ایک بار اپنے اصحاب سے دوبارہ بیعت لی مجھ سے فرمایا کہ بیعت ہو لو، میں نے عرض کیا کہ حضرت کون سی بیعت، میں تو دوبارہ بیعت ہو چکا ہوں، حضرت سید صاحب نے فرمایا بیعت ہو لو بعد میں اپنے ساتھیوں سے پوچھ لینا کہ کون سی بیعت ہے، بیعت کے بعد میں نے دادا سید ابوالحسن نصیر آبادی سے کہ وہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ کے قریبوں میں تھے پوچھا کہ دادا یہ کیسی بیعت ہے جو حضرت نے مجھ سے لی، انہوں نے فرمایا کہ بیعت اس عہد و پیمان کی ہوتی ہے کہ واسطے اپنی حاجات ضروریہ کے کسی سے سوال نہ کرے اور جو کام کرے وہ واسطے رضامندی پروردگار کے کرے اور کسی کی خوشی اور ناخوشی سے غرض نہ رکھے اور جس طرح اپنا کام کرے اسی طرح اور مسلمان بھائیوں کا کرے بلکہ ان کا کام اپنے کام پر مقدم رکھے اور اوپر تقدیر الٰہی کے ہر آن میں راضی رہے کسی امر میں حرف شکایت زبان پر نہ لاوے۔''

جنگ بالاکوٹ میں حضرت سید صاحبؒ کے ساتھ تین نشان تھے، دو نشان

تو سیاہ تھے اور تیسرا سرخ و سفید تھا، پہلا سیاہ نشان ابراہیم خیر آبادی کے پاس تھا، دوسرا سید ابوالحسن نصیر آبادی کے پاس، اس نشان کا نام صبغۃ اللہ تھا، سید ابوالحسن جماعت خاص کے علمدار تھے، حضرت سید صاحب نے سید ابوالحسن سے فرمایا کہ آپ اپنا نشان لے کر ہمارے آگے آگے چلیں، ان تینوں نشانوں میں صرف سید ابوالحسن کے نشان کو فخر حاصل تھا کہ وہ حضرت سید صاحب کے ہمراہ بلکہ پیش پیش چلا، سید ابوالحسن حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ مسجد بالا سے مسجد زیریں تک گئے اس وقت دشمنوں کی جانب سے گولیوں کی بوچھار ہو رہی تھی حضرت سید شہید اور دادا سید ابوالحسن آدھ گھنٹہ تک مسجد زیریں میں رکے اس کے بعد حضرت سید احمد شہید نے دادا سید ابوالحسن سے فرمایا آگے چلو اور پھر باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہو گئے اس وقت حضرت کے ساتھ اور کئی مخصوص حضرات تھے جن میں مولانا اسماعیل شہید ارباب بہرام خاں بھی تھے، سید ابوالحسن حضرت سید احمد شہید کے ہمراہ کئی کھیت آگے بڑھ گئے اور ایک پتھر کی آڑ میں تھوڑی دیر رکے اس کے بعد دونوں فریقوں میں دوبدو جنگ چھڑ گئی اور دادا ابوالحسن بے جگری سے لڑے اور حضرت سید احمد شہید کی طرف سے سینہ سپر ہو گئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا، دادا سید ابوالحسن کی شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو ہوئی اسی دن مولانا محمد اسماعیل شہید ارباب بہرام خاں شہید اور سیکڑوں علماء اور مردان غازی یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔

مولانا حکیم سید محمد اسلم شہیدؒ

دادا سید ابوالحسن شہید کے ایک صاحب علم و فضل صاحبزادہ تھے جن کا نام محمد اسلم تھا جو حکیم بھی تھے حکمت حکیم محمود دہلوی سے پڑھی تھی اور اس میں مہارت حاصل کی، بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے، عبادت و ریاضت میں ممتاز تھے بڑے کم گو متواضع اور خوش

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاق تھے، حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادی سے بیعت ہوئے اور سلوک واحسان میں ترقی کی، آخر میں مجاز ہوئے، پہلی جنگ آزادی میں مولوی لیاقت علی الہ آبادی کے ساتھ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے جہاد کیا اور اپنے بلند مرتبہ والد کی طرح شہادت سے سرفراز ہوئے، ان کی تصنیف طب میں ہے جس کا نام قرابادین ہے جو قلمی ہے اور ابھی تک مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا سید محمد اسلم کے ایک ہی صاحبزادہ ہوئے جن کا نام دادا کے نام پر ابوالحسن رکھا گیا۔

مولانا سید غلام جیلانیؒ

حضرت مولانا سید محمد واضح کے دوسرے صاحبزادہ تھے ۱۱۷۵ھ میں دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، غلام جیلانی تاریخی نام ہے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور قرآن شریف حفظ کیا اس کے بعد اپنے والد مولانا سید محمد واضح سے درسی کتابیں پڑھیں پھر لکھنؤ اور دہلی تشریف لے گئے اور دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ وقت گذارا اور ان سے استفادہ کیا، اس کے علاوہ دہلی کے اس وقت کے مشائخ اور علماء کی خدمت وصحبت سے فائدہ اٹھایا اور آخر میں اپنے والد کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب فیض کرتے رہے، والد ماجد مولانا سید محمد واضح کے انتقال کے بعد ان کی جگہ پر طلبہ کو تعلیم دینے کا کام سرانجام دیا اور پھر مدت العمر اس مبارک مشغلہ کو جاری رکھا، نحو وصرف میں بڑی دستگاہ حاصل تھی، مولانا سید غلام جیلانی کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے بڑی محبت ویگانگت تھی، اگرچہ حضرت شہیدؒ عمر میں ۲۵ سال چھوٹے تھے اور بھانجہ ہوتے تھے اور خود مولانا غلام جیلانی، صاحب درس وافتا اور صاحب وجاہت تھے اس لئے ایک مدت تک حضرت شہیدؒ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم نہ کر سکے اور ادھر توجہ بھی نہ کی لیکن جب حضرت سید صاحب حج کو تشریف لے جانے لگے تو

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دن پہلے ۲۹/شوال بروز دوشنبہ ۱۲۴۶ھ بعد مغرب حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے، حضرت شہیدؒ نے ان کو بڑی تعظیم وتوقیر سے اپنے پاس بٹھایا اور تشریف لانے کا سبب پوچھا، مولانا نے اب تک کی اپنی بے توجہی اور بیعت نہ ہونے کا عذر بیان کیا اور بیعت ہونے کی درخواست کی، حضرت شہیدؒ نے ان سے بیعت لی اور ان کے حق میں خیر وبرکت کی دعا کی۔

زہد وقناعت، ایثار وخدمت، انکسار وتواضع کی صفات سے متصف تھے، قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا اور بکثرت تلاوت کرتے تھے حق گو اور نہایت جری تھے، حق بات بغیر کسی خوف وہچکچاہٹ کے کہہ دیتے کسی کی رعایت نہ کرتے، بڑے عبادت گذار اور مرتاض تھے فقر ودرویشی ان کا خاص شیوہ تھا، صبر وتوکل اور زہد وقناعت اور استغناعن الغنی کی صفات سے ان کو پوری طرح اللہ تعالیٰ نے متصف کیا تھا ان صفات میں امتیاز رکھتے تھے۔

من پاکباز عشقم تخم غرض نہ کارم   پشت پناہ فقرم پشت طمع نہ دارم
نے بندہ خلق باشم نہ ہو کسے ہراسم   مرغے کشادہ بالم برگ قفس نہ دارم

باغبانی کا بہت شوق تھا سادگی اتنی تھی کہ خود اپنے ہاتھوں درخت نصب کرتے اور ان کی خود ہی دیکھ بھال اور پرورش کرتے، دائرہ شاہ علم اللہؒ کے مغربی جانب آدھ میل کے فاصلہ پر کاکٹر خاں کے نام سے موسوم ایک باغ تھا اس کے درخت خود اپنے ہاتھوں سے نصب کئے تھے اور روزانہ اس کی دیکھ بھال کو جاتے، آخر عمر میں جب ضعف بہت ہو گیا تھا ایک خچر پر سوار ہو کر جاتے اور ارد گرد خدام اور شاگرد ہوتے۔

خط بڑا پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا ایک بیاض لکھی تھی جس میں مختلف یادداشتیں درج تھیں، خاندان کے حالات چٹکلے، نسخہ جات، مختلف فارسی شعرا کا کلام، فتاویٰ اور مشائخ کے ارشادات، تصوف وسلوک کے طرق سے یہ کشکول مکمل ومرتب تھی، افسوس ہے کہ وہ مرور زمانہ سے کہیں ضائع ہوگئی۔

۱۲۵۴ھ یا ۱۲۵۵ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا اور مسجد کے شمال ومغرب

کے گوشہ میں اپنے آباء واجداد کے پہلو میں دفن ہوئے، اپنی یادگار میں دو صاحب علم فرزند چھوڑے (۱) مولانا سید محمد ظاہر، (۲) مولانا سید سعید الدین۔

مولانا سید قطب الدین محمدؒ

حضرت سید محمد معین ابن شاہ محمد ضیا کے پوتے اور سید معتصم کے صاحبزادہ تھے اپنے وطن دائرہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد دوسرے اساتذہ سے درسیات پڑھیں، تکمیل کے بعد مدراس چلے گئے وہاں حضرت شاہ ابو سعید کا بڑا اثر ورسوخ تھا اس لیے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا شروع عمر سے طبیعت میں سعادت پائی تھی بزرگوں کی صحبت نے اس کو جلا بخشی، عملیات اور تسخیر قلوب واجنہ میں ملکہ حاصل تھا، چنانچہ مدراس کے نواب کے دربار میں سو روپے کے گرانقدر مشاہرہ پر معزز عہدہ سے سرفراز تھے، حضرت مولانا سید محمد نعمانؒ اعلام الہدیٰ'' میں لکھتے ہیں:

''آپ کے ایک خادم حسین بخش نامی کو میں نے دیکھا ہے وہ نوے برس کی عمر کو پہونچ گئے تھے کہتے تھے کہ مدراس سے کبھی کبھی مجھے اصحاب تکیہ کی خیریت کے لئے حضرت بھیجا کرتے تھے آپ کے حکم سے ایک جن مجھ کو اپنے کندھے پر بٹھا کر تھوڑی دیر میں تکیہ پہونچا دیا کرتا تھا مجھ کو حکم نہیں تھا کہ کسی سے بات کروں صرف اعزہ واحباب تکیہ کو دیکھ کر اور خیریت معلوم کر کے اسی طرح واپس چلا جاتا، اگر کسی پر آسیب کا اثر ہوتا یا جن آتا آپ اس اثر کو زائل کر دیتے اور جن کو گرفتار کر لیتے، لیکن ان تمام چیزوں کا آپ پر یہ اثر پڑا کہ بیس لڑکے آپ کے ہوئے مگر کوئی زندہ نہ بچا، ۱۲۵۵ھ کو چینا پٹن (مدراس) میں انتقال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید مصطفیٰؒ

مولانا سید محمد حکمؒ کے پوتے اور مولانا سید محمد ثانیؒ جیسے صاحب علم وصلاح اور خدارسیدہ بزرگ کے صاحبزادہ تھے، علم ووجاہت، حلم وسخاوت، خوش مزاجی کی دولت اپنے والد ودادا سے ورثہ میں ملی تھی، بڑے مہمان نواز اور عزیزوں کا خیال کرنے والے تھے، علم ظاہری وباطنی سے آراستہ وپیراستہ تھے، شعر بھی کہتے تھے، سنجیدگی ودانشمندی بھی خدانے عطا کی تھی سلطنت مغلیہ کی طرف سے آباء واجداد کو جو معافی ملی تھی اس کی نگرانی اور انتظام ان کے ذمہ تھا کچھ دن کے بعد جب نوابان اودھ کا دور حکومت آیا تو ان کی جائداد ضبط کرلی گئی تو اس کے حصول کے لئے کئی بار عدالت جانا ہوا، ایک بار ان کو ۳۰ ہزار روپیہ ملا تو انہوں نے گھر پہونچتے ہی سارے اعزہ کی تنخواہیں مقرر کردیں اور اپنے احباب، فقراء ومساکین میں یہ رقم خرچ کردی، کچھ ایسے گاؤں بھی تھے جن کا انتظام ملازمین کے سپرد تھا، جنھوں نے ان کے صلاح وتقویٰ، صبر وقناعت اور دنیا سے بیزاری، خداترسی کی بنا پر خورد برد کردیا، اپنی ساری زندگی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر گذاری، حضرت سید احمد شہیدؒ سے خاص تعلق تھا، خود حضرت سید صاحب کو ان سے بہت محبت تھی، حضرت سید احمد شہیدؒ کی بہن ان کو منسوب تھیں، حضرت سید احمد شہیدؒ اپنی ہمشیرہ سے ملنے تکیہ کلاں سے قلعہ جاتے جو تقریباً تین کلومیٹر ہے، کبھی گھوڑے پر کبھی پاپیادہ اور دیر تک ٹھہرتے، سید صاحب کی شہادت کا سید مصطفیٰ پر بہت اثر پڑا، ۱۷ ررمضان بروز سہ شنبہ ۱۲۶۰ھ کو انتقال کیا دوفرزند اپنی یادگار چھوڑے (۱) علی

www.abulhasanalinadwi.org

مرتضیٰ جن کا اپنی والد ہی کی زندگی میں انتقال ہوگیا (۲) حسن مجتبیٰ بڑے خدا ترس، سعید صاحب علم تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے عزیز بھانجے تھے اور انھیں کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے، تقریباً روزانہ حضرت سید صاحب کی خدمت میں جاتے مولانا محمد اسماعیل شہید اکثر اپنے انتظام میں ان کی خاطر مدارات کرتے اور خوش ہوتے، ایک بار حضرت سید احمد شہیدؒ سے بعض لوگوں نے کہا کہ حسن مجتبیٰ بہت خوش خوراک ہیں اور اتنے چاول کھا جاتے ہیں، سید صاحب نے ان کو بلایا اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھلایا، دوسرے دن پھر کھلایا آپ کی برکت سے خوراک بہت کم ہوگئی، آپ نے پوچھا اتنا کم کیوں کھایا حسن مجتبیٰ نے جواب دیا کسی کی نظر لگ گئی، حضرت نے فرمایا نظر نہیں لگی اب عمر بھر تمہاری خوراک ایسی ہی رہے گی، افسوس ہے کہ ان کا بھی والد کی زندگی میں ۱۲۴۹ھ میں انتقال ہوگیا اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

مولانا حافظ سید محمدؒ

حافظ سید محمدؒ سید شاہ ابواللیثؒ کے صاحبزادہ تھے، ۱۱۹۴ھ میں اپنے وطن دائرہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے، سید خورشید تاریخی نام تھا، ولادت سے ایک سال قبل حضرت سید شاہ ابوسعیدؒ کا انتقال ہو چکا تھا، اپنے والد سے ابتدائی کتب پڑھیں اور قرآن شریف حفظ کیا اپنے زمانہ کے اساتذہ علم سے درسی کتابیں پڑھیں اور علم و عمل میں کمال حاصل کیا، قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا، حج کا سفر کیا تو حرم میں قرآن سنایا، کسی جگہ پر لقمہ نہ دیا جا سکا، ۱۴ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، تعلیم کے بعد والد کی جگہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور مدتوں ارشاد و تربیت کا مشغلہ جاری رکھا، خدا نے اس کم عمری میں صلاح و تقویٰ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور ان کے وجود سے طالبین کو فائدہ پہونچ رہا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

والد ماجد کا چونکہ حکام اور عمائد دولت پر بڑا اثر تھا اور خود ان کے اثرات حکام وقت پر بہت تھے، اس زمانہ میں نوابین اودھ کا رسوخ ہوا[1] اور رائے بریلی نصیر آباد، اودھ کے علاقہ میں تھے، اس لیے معافیاں ضبط ہونے لگیں اس ضبطی میں ان کی بھی معافی آئی وہ بحال کرانے کے لیے لکھنؤ پہونچے، لیکن موت کا وقت آپہونچا اور عین نماز کی حالت میں فالج کا اثر ہوا اور اسی حالت میں انتقال ہوگیا، انتقال پنجشنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ میں ہوا عمر ۶۲ سال کی پائی، نعش وطن تکیہ کلاں رائے بریلی لائی گئی اور بعد عصر روضہ حضرت سید شاہ ابوسعید چھوٹی باغ میں تدفین عمل میں آئی تاریخ وفات اس شعر سے نکلتی ہے۔

سال تاریخ وفاتش از فلک
گفت رضواں رفت در دارالسلام

حافظ سید محمد کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے نگ پر ''اللھم صل علی سیدنا محمد'' کندہ تھا، اپنے جد امجد حضرت شاہ علم اللہ کے روضہ سے متصل مشرقی جانب ایک بنگلہ تعمیر کرایا تھا جس میں مہمانوں اور مسافروں کا قیام رہتا، یہ بنگلہ بزرگوں اور مردان خدا کی قیام گاہ بھی رہا، ایک بار رائے بریلی سے ایک مجذوب صاحب تشریف لائے، حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمایا ان کو سید محمد صاحب کے بنگلے میں چل کر بٹھاؤ لوگوں نے ان کو سید محمد صاحب کے بنگلہ میں بٹھایا پھر حضرت سید احمد شہیدؒ بنگلہ تشریف لے گئے اور دروازہ بند کر کے بہت دیر تک وہاں رہے اور بعد میں ان مجذوب صاحب کو مٹھائی اور ایک روپیہ پیش کیا وہ مجذوب مٹھائی کھاتے جاتے اور روپیہ اچھالتے جاتے تھے۔ (وقائع احمدی ص/۲۶) ایک فرزند سید عبدالجلیل یادگار چھوڑا۔

---

(۱) نوابین اودھ کے زمانہ میں شیعیت کا دور دورہ ہوا جن خاندانوں نے شیعیت قبول کرنے سے انکار کیا ان کی معافیاں جو سلطنت مغلیہ نے دی تھیں ضبط کرلی گئیں اس ضبطی کا شکار خانوادہ علم اللہی بھی ہوا۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید نجم الہدیٰؒ

مولانا سید محمد حیاؒ کے پوتے اور سید محمد ثابت کے صاحبزادہ تھے، نصیر آباد رائے بریلی میں پیدا ہوئے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ہی خاندان کے بزرگ حضرت شاہ لعل صاحب کے مجاز و خلیفہ مولانا محمد یحییٰ جائسی سے بیعت ہوئے اور مدتوں ان کی خدمت میں رہے اور ان سے اجازت وخلافت حاصل کی، ان کے انتقال کے بعد لوگوں کا رجوع عام ان کی طرف ہوا اور طالبین سلوک کو عام فائدہ ہوا آپ کے دست مبارک پر ہزاروں نے توبہ کی اور کئی طالبین سلوک کو اجازت مرحمت فرمائی، ان میں ممتاز خلیفہ یار محمد لعل گنجی، شیخ مختار احمد جائسی اور مولانا سید یسین نصیر آبادی ہیں۔

جذب اکثر طاری رہتا اور کشف و کرامات کا بہت صدور ہوتا، اس کے باوجود اتباع سنت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے اور جد امجد حضرت شاہ علم اللہ کے پیرو، زہد وتقویٰ، حلم وحیا، تواضع وانکساری وحسن وسلوک میں اپنے دادا مولانا سید محمد حیا کے قدم بقدم تھے، ۱۲۵۷ھ میں انتقال کیا اور صاحب سلسلہ ہوئے۔

مولانا سید نجم الہدیٰ کو نظم ونثر میں یکساں درک تھا، ایک ضخیم کتاب مسائل پر نظم کی جس کا نام نجم الہدایت تھا، مولانا نجم الہدیٰ کے ایک فرزند ہوئے تھے جن کا نام سید آدم تھا لیکن بہت کم سنی میں انتقال ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید علم الہدیٰؒ

مولانا محمد حیا کے پوتے اور سید محمد ثابت کے دوسرے صاحبزادہ تھے بڑے بھائی کا نام مولانا سید نجم الہدیٰ تھا جو اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں تھے، مولانا سید نجم الہدیٰ سید علم الہدیٰ کے علاتی بھائی تھے، سید علم الہدیٰ اپنے بھائی کے برخلاف تعلیم حاصل نہ کر سکے، مگر زہد وتقویٰ میں اپنے برادر مکرم اور اخلاق ومروت میں اپنے جدامجد مولانا سید محمد حیا کے مثل تھے، خدا نے اسی کے ساتھ جرأت وہمت، عالی حوصلگی اور خوش خلقی بھی عطا فرمائی تھی، شروع عمر میں سیر وشکار کا بہت شوق تھا، شاہان اودھ کے سواروں میں تھے، لشکر میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا تھا، شریعت وسنت کے بڑے پابند تھے، حضرت مولانا محمد واضح محدث کی دامادی کا شرف حاصل تھا، حضرت سید احمد شہیدؒ سے گہرا ربط و تعلق رکھتے تھے، طویل عمر پائی ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ کو فالج کے مرض میں انتقال کیا، ایک صاحبزادہ سید نور الہدیٰ تھے جن کا انتقال والد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا صاحبزادہ بڑے بہادر اور جرأت مند تھے اسی کے ساتھ ذکر وشغل اور تلاوت قرآن مجید کے بڑے پابند تھے، جنات کے استیصال میں خاص درک رکھتے تھے، دو فرزند یادگار چھوڑے، (۱) سید قطب الہدیٰ (۲) سید شمس الہدیٰ۔

سید قطب الہدیٰ مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے مرید تھے جذب طاری ہوا اور وطن چھوڑ کر چلے گئے کوئی اولاد نہیں چھوڑی سید شمس الہدیٰ بڑے خوش مزاج عبادت گذار اور متبع شریعت تھے ۱۳۱۰ھ کو ٹونک میں انتقال کیا تین فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید محمد حیا (۲) سید محمد ضیاء (۳) سید عبد الرحمٰن عرف مانو میاں، سید محمد حیا کا انتقال

www.abulhasanalinadwi.org

۱۳۳۲ھ میں ہوا، ایک فرزند سید محمد ضیاء یادگار چھوڑا، سید عبد الرحمٰن عرف مانو میاں بڑے اچھے حافظ قرآن تھے بہت صاف اور اچھا پڑھتے تھے بڑے سادہ مزاج، خوش اطوار تھے خدمت خلق کا خاص جذبہ تھا دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) محمد سلیم (۲) محمد شمیم۔ سید علم الہدیٰ کی ایک صاحبزادی سیدہ حمیرہ تھیں۔

مولانا سید محمد یسینؒ

دیوان خواجہ سید احمد نصیر آبادی کے اخلاف میں تھے، بڑے صاحب دل اور نہایت پاکیزہ سیرت بزرگ تھے مولانا سید نجم الہدیٰ نصیر آبادی کے خلیفہ تھے ان سے ایک خلقت نے فائدہ اٹھایا اور ان سے سلسلہ احسنیہ کی بڑی اشاعت ہوئی، ۱۴ر رجب ۱۲۶۳ھ کو انتقال ہوا، شاہان اودھ کے زمانہ میں ملازم تھے مگر اس کے باوجود تقویٰ و طہارت، زہد و ورع اور خدمت خلق میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اپنی یادگار دو عظیم المرتبت فرزند حضرت مولانا خواجہ احمد (۲) اور میاں سید محمد (۳) چھوڑے۔

---

(۱) صاحبزادی سیدہ حمیراء بنت سید علم الہدیٰ نصیر آبادی جو کہ مولانا سید سراج الدین ہسوی خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی اہلیہ تھیں، کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ان کو حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کی صاحبزادی سے (جن سے غالباً سفر حج میں ملاقات ہوئی تھی) شاہ صاحب کی مقبول عام تفسیر موضح القرآن کی روایت واجازت تھی، ان کے نواسہ مولانا سید عبد الحی صاحب کو انھیں سے روایت واجازت حاصل ہوئی، جذبہ شہادت وعبادت ایسا تھا کہ ان کے نواسہ مولانا سید عبد الحی حسنی مصنف نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں "کہ میری نانی صاحبہ (جو خود بھی حضرت سید صاحب سے بیعت تھیں) مجھے یہ لوری سنا سنا کر سلاتی تھیں۔

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب
یہ افضل سے افضل عبادت نصیت

(ملاحظہ ہو حیات عبد الحی مولفہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

(۲) مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادی کے تفصیلی حالات اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔ (۳) میاں سید محمد علوم ضروریہ سے فارغ ہو کر ریاست جاورہ میں تحصیلدار کے عہدہ پر مامور ہوئے تھے منصف بھی تھے، نصیر آباد بہت کم آنا جانا ہوتا تھا بڑے باوقار، ہوشمند، جہاندیدہ شخصیت کے مالک تھے عدل وانصاف سے کام لیتے دنیاوی کاروبار کے ساتھ ساتھ خوف خدا، عبادت الٰہی، اور زہد وورع میں اپنے والد و بھائی کے قدم بقدم تھے، ساری زندگی ریاست جاورہ میں گذار دی اور وہیں وفات پائی کوئی اولاد نرینہ یادگار نہیں چھوڑی۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید معصوم احمد

حضرت مولانا شاہ سید محمد واضح محدثؒ کے تیسرے صاحبزادہ تھے ۱۱۸۴ھ میں ولادت ہوئی بڑے باوضع کریم النفس صاحب وجاہت وعزت بزرگ تھے، دینی اور دینوی لحاظ سے بلند پایہ تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے حقیقی بہنوئی تھے، حضرت سید احمد شہید حج کو تشریف لے جانے لگے تو سید معصوم احمد اپنے عزیز سید محمد یعقوب برادرزادہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہمراہ حاضر ہوئے اور دریائے سئی کے کنارے ایک باغ میں بیعت وارادت سے سرفراز ہوئے۔

بڑے خوش پوشاک وخوش خوراک تھے، چندگاؤں معافی کے طور پر ملے تھے (۱) چک بلندہ (۲) چک محمد پور (۳) ترگدی مئو (۴) بڑاگاؤں، یہ معافیاں عہد نواب باقر علی خاں وزین العابدین خاں میں ملی تھیں جو دوآبہ کے درمیانی حصہ کے مالک تھے، بعض گاؤں بھائیوں کی شرکت میں تھے، اور بعض خود کی ملکیت تھے، دوسرے بھائی گھر پر رہتے یہی وصول کر کے بھائیوں کے حصہ کے کپڑے اور دوسرا سامان فتح پور سے خرید کر واپسی کے وقت لاتے اور دیتے، نقد بھی دیتے لوگوں کے بہت کام آتے، اپنے خاندان کے لوگ ہوں یا دوسرے، غریب وامیر سب کے ساتھ حسب حیثیت سلوک کرتے انتظام وانصرام کی بڑی صلاحیت تھی، علم وجاہ وجاہت، وقار وعزت عقل ولیاقت صوری ومعنوی کے حامل تھے، حافظ وقاری تھے، قرآن شریف بہت پڑھتے تھے اور خوب پڑھتے تھے۔

مولانا فخر الدین خیالی لکھتے ہیں:

www.abulhasanalinadwi.org

سید معصوم احمد صاحب علم وجاہ ووجاہت ووقار وعزت و اعتبار وعقل ولیاقت صوری و معنوی ودینی ودنیوی بودند وخوش خوراک وخوش پوشاک میان برادران بکمال تمکنت وخودداری واثر وعزت خاندانی ماندند۔	سید معصوم احمد جوصاحب علم وجاہ تھے وہ ظاہری وباطنی دینی ودنیاوی اعتبار سے وجاہت، وقار، اعتبار عقل ولیاقت کے مالک تھے اچھا کھاتے، اچھا پہنتے، اپنے بھائیوں کے درمیان کمال تمکنت کے ساتھ خودداری،اثر اور عزت خاندانی کے ساتھ رہتے تھے۔

سید معصوم احمد کو انساب کا بڑا علم تھا اہل خاندان ہوں یا دوسرے خاندان والے ان کے انساب پر گہری نظر تھی، اپنے اسلاف واکابر سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے، حضرت شاہ علم اللہؒ کے نام نامی پر فدا تھے اور اس تعلق ومحبت کا یہ اثر تھا کہ کسی اور کا نام علم اللہ پسند نہ کرتے تھے کہ اس میں بے ادبی کا شائبہ پایا جاتا ہے، مولانا فخر الدین خیالی ''سیرت السادات'' میں لکھتے ہیں:

فقیر ہشتاد سالہ بود کہ ایشاں رحلت کردند اکثر امور شاں یاد دارم، بنگلہ خس پوش پیش دروازہ خود ساختہ درآنجامی بودند، چوں شنیدند کہ نام علم اللہ کردہ اند گفتند آدم چرا نہ نامیدند ومی گفتند ہر کہ زنش درخانہ دے باشد واو درخانہ دے آن جنادہ است وہر کہ برلبادہ انگرکھا یا مرزئی پوشد آن جنادہ ہر کہ درنشیب نشستہ بربلندی بشاشد آں جنادہ یعنی بے خرد است بالجملہ تا آخر عمر بعزت زیستہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ انتقال کردند عمر ایشاں بالائے ہشتاد رسیدہ باشد وکشیدہ قامت گندم رنگ بودند۔	اسی (۸۰) سال کے بزرگ تھے کہ انہوں نے رحلت فرمائی ان کی اکثر باتیں یاد ہیں، اپنے دروازہ پر ایک خس پوش بنگلہ خود بنایا تھا، وہیں رہتے تھے جب سنتے کہ کسی نے علم اللہ نام رکھا ہے تو کہتے کہ آدم نام کیوں نہ رکھا، کہتے کہ جس کی بیوی اس کے گھر میں ہو اور وہ اس کے گھر میں وہ جنادہ ہے اور جو لبادہ ہے اوپر انگرکھا یا مرزئی پہنتا ہے وہ جنادہ ہے اور جو نشیب میں بیٹھ کر بلندی کی جانب پیشاب کرے وہ جنادہ ہے یعنی بے عقل ہے، غرض کہ آخر عمر میں عزت کے ساتھ رہ کر ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ میں انتقال فرمایا ان کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی کشیدہ قامت اور گندمی رنگ کے تھے۔

سید معصوم احمد اپنے بھائیوں کی طرح دینی ودنیوی وجاہت کے ساتھ زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

بسر کرتے رہے، اور ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ کو دائرہ شاہ علم اللہ میں انتقال کیا، انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی، اپنے والد مولانا محمد واضح کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولانا سید محمد علیؒ

مولانا سید محمد علی حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھانجہ اور مولوی عبدالسبحانؒ کے بڑے صاحبزادہ تھے، آپ کی ولادت رائے بریلی میں ۱۱۹۵ھ میں ہوئی، ابتدائی درسیات کی تعلیم اپنے وطن اور خاندان کے علماءؒ سے حاصل کی اس کے بعد لکھنؤ تشریف لائے اور بقیہ درسیات کی تکمیل لکھنؤ کے فاضل علماء سے کی، اس کے بعد اپنے ماموں حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے اور ان کی خدمت میں رہنے لگے، حضرت شہیدؒ سے سب سے پہلی بیعت کا فخر مولانا محمد علی کو حاصل ہے، مولانا محمد علی صاحب کی بیعت کا عجیب قصہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت سید احمد شہیدؒ دہلی سے سلوک کی تکمیل کر کے تشریف لائے تو یہ اطلاع تکیہ کلاں پہونچے، گھر میں اطلاع ہوئی والدہ صاحبہ نے بلایا، آپ کے جسم پر کمبل کا کرتہ اور کمبل ہی کا ٹوپ سر پر تھا، اور ایک تسمہ کمر سے لگائے ہوئے تھے، والدہ صاحبہ نے سفید لباس پہننے کو دیا، حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنا ٹوپ اور کرتا کھونٹی پر لٹکا دیا اور فرمایا خبردار اس میں کوئی ہاتھ نہ لگائے اور گھر کا لباس پہن لیا، اس کے بعد کا حال ''وقائع احمدی'' سے نقل کیا جاتا ہے:

''ایک دن سید محمد علی صاحب مرحوم مغفور تاج مبارک اپنے سر پر دھر کر مسجد میں تشریف لائے اور فوراً آتے ہی بیہوش ہوگئے، لوگوں میں شور اٹھا کہ مولوی محمد علی صاحب بیہوش ہوگئے، حضرت امیر المومنینؒ نے سنا تو گھر میں جا کر دیکھا کہ ٹوپ نہیں، جلد مسجد کو دوڑے اور مولوی صاحب کے سر سے وہ ٹوپ اتار لیا اور پانی پر کچھ پڑھ کر مولوی صاحب کے چہرہ پر چھینٹا مارا، بعد کچھ دیر کے افاقہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا، آپ نے فرمایا میں نے اسی روز منع کر دیا تھا کہ کوئی میرا لباس نہ چھوئے، تم نے یہ ٹوپ کیوں سر پر دھرا، اگر مجھ کو خبر نہ ہوتی تو ہلاک ہو جاتے، مولوی صاحب نے کہا، حضرت یہ حال مجھ کو اصلاً معلوم نہ تھا ورنہ کاہے کو پہنتا، پھر چند روز کے بعد مولوی صاحب موصوف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ مجھ کو آپ بیعت کر لیں اور کچھ علم تصوف کی تعلیم فرمائیں، حضرت نے عذر کیا اور کہا ابھی میں کسی کو مرید نہیں کرتا ہوں اور جو کچھ میں تعلیم دوں گا اس کی برداشت تم سے نہ ہو سکے گی، مولوی صاحب نے نہ مانا کئی روز اسی امر میں درپے رہے اور حضرت انکار کیا کیے، پھر ایک دن حضرت نے فرمایا کہ تم اس بات کے بہت درپے ہو خیر بہتر، آج چھوٹے باغ کے مقبرہ میں لوٹے میں پانی لے چلو تم کو کچھ تعلیم کریں گے، پھر مولوی صاحب پانی لے کر آپ کے ساتھ اس باغ کے مقبرے میں گئے، وہاں آپ نے ان کو مرید کیا اور توجہ دی، توجہ کی گرمی سے بیتاب ہو کر بیہوش ہو گئے اور چلانے لگے کہ جلا اور مرا، حضرت نے اپنے دست مبارک سے ان کے چہرہ پر پانی کے کئی چھینٹے مارے، مولوی صاحب ہوش میں آئے اور سوزش و گرمی طبیعت کی موقوف ہوئی آپ نے فرمایا اسی سبب سے میں کہتا تھا کہ تم سے اس کا تحمل نہ ہو سکے گا۔"

مولانا سید محمد علی کو تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا مولانا نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سب سے اہم کتاب "مخزن احمدی" ہے جس میں سید صاحب کے حالات وواقعات درج ہیں، حضرت سید شہیدؒ کے حالات میں سب سے پہلی مستند کتاب اور مأخذ یہی کتاب ہے اس میں اوائل عمر سے سفر حج تک کے واقعات ہیں جابجا اشعار ہیں، عالم و شاعر اور فارسی کے اچھے منشی تھے، حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں ایک منظوم کتاب لکھی تھی جس کا نام "جلاء العیون فی سیرۃ النبی الامین المامون" ہے اسی طرح حضور ﷺ کے سراپا پر منظور رسالہ تصنیف فرمایا، تیسرا رسالہ "باغ رحمت" نصائح اور

www.abulhasanalinadwi.org

احکام شریعت پر ایک رسالہ مرتب کیا اور وہ بھی نظم میں ہے، مولانا محمد علی کا تخلص علی تھا آپ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، حج کے سفر میں جب مدینہ منورہ قریب آیا تو ذوق و شوق کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

اے ساربان محمل بکش براشتران بادپا — وانگہ بپاویزاں درا بہر حدیٰ لب برکشا
آہنگ عشرت ساز کن درہاے شادی باز کن — جانم بعیش انباز کن رحمے بکن لطف نما
بے بغض وکینہ می روم سوئے مدینہ می روم — بہر سکینہ می روم سوئے مزار مصطفیٰؐ
آں خاتم پیغمبراں وخطیب مرسلاں — بروے فداروح رواں محبوب ومطلوب خدا

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے انتقال پر کہتے ہیں:

امام جن وانس شیخ آفاق — بعشق اللہ جفت ازماسوے طاق
چو عزتہائے دیں او راسپردند — ازاں عبد العزیزش نام کردند
چوتنگ آمد ازیں زندانِ فانی — رخ آوردہ بملک جاودانی
سوئے خلد بریں منزل گزیں شد — بفردوس آمد ومسند نشیں شد

حضرت سید احمد شہیدؒ کی مدح وتوصیف میں ایک بڑی نظم کہی اس کے چند اشعار سنیے:

گل ز خلوت جانب یار آمدہ — زیب دستار جہاں دار آمدہ
از چہ فرق بیں خورشید من — برفراز چرخ دوار آمدہ
درمکنوں از صدف چوں شد بروں — بوالعجب منظور نظار آمدہ
بدر کامل شد ہلال یک شبہ — راں سہا خورشید کردار آمدہ
خوزد تر نخلے زفصل نخلبند — رشک طوبیٰ گشت وبرمار آمدہ
سنت از دے خوش رو اجے یافتہ — بدعت ازوے خوار وفی النار آمدہ
خرمن کفر وضلالت سوختہ — برق تیغ اوشرربار آمدہ
سید السادات شمع اولیاء — مرشد اعصار وامصار آمدہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہر کر ایک جرعہ از جامش رسید تاقیامت مست و سرشار آمدہ
باغ احمد را علی خوش بلبل است زاں بمدحش نغز گفتار آمدہ

حضرت سید احمد شہیدؒ نے لکھنؤ کا سب سے پہلا جو سفر کیا اس میں آپ بھی شریک تھے، اسی طرح حج میں بھی ساتھ تھے، سید صاحب نے جب حج کا ارادہ کیا تو مولانا کے سوا ان کے سارے بھائی اور والدہ ماجدہ ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے، حضرت سید صاحب نے مولانا محمد علی سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں چلتے، مولانا محمد علی نے جواب دیا کہ یہ مہینہ ساون کا ہے بارش خوب ہے آپ مشرق سے ہو کر جا رہے ہیں سمندر طغیانی پر ہوگا مجھ کو خوف محسوس ہوتا ہے کہ راستہ میں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے، حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ تم کو موت کا خطرہ ہے اگر موت یہیں آجائے تو؟ اور تم نے کیا سنا نہیں "مرگ انبوہ جشنے دارد" مع ہذا حج وعمرہ کا ثواب ملے گا نیز شرف شہادت، جس کا جویا ہر مسلمان ہے، تو سید محمد علی ساتھ ہو گئے، حضرت سید صاحب آپ کو مُلّاً کہہ کر پکارتے تھے، طبیعت بے تکلف پائی تھی اور زہد وقناعت، صبر و شکر، حلم کے اوصاف سے متصف تھے، مولانا عبدالحی صاحب تحریر کرتے ہیں:

وکان زاھداً متقللاً قانعاً بالیسر شاعراً مجید الشعر.	زاہد تھے دنیا سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھانے والے اور تھوڑے پر قناعت کرنے والے تھے، اچھے شاعر تھے۔

نواب وزیر الدولہ مرحوم کا سخت اصرار تھا کہ آپ کوئی عہدہ قبول فرمائیں، آپ نے باصرار پچاس روپیہ ماہوار قبول فرمائے۔

لکھنؤ اکثر آیا کرتے تھے اس شہر میں آپ کے معتقدین کی تعداد بکثرت تھی خصوصاً قندھاریوں کی چھاونی میں قیام فرماتے، ۴؍ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ کو ٹونک میں انتقال کیا، اپنی یادگار میں ایک فرزند سید نور الہدیٰ [1] چھوڑا۔

---

(۱) مولانا سید محمد علی کے تین اور فرزند تھے جو دوسری بیوی سے تھے، نور اللہ، ظہور اللہ، ولی اللہ، سید نور اللہ کے دو فرزند علیم اللہ، محمد علی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید حمید الدینؒ ابن مولوی سید عبدالسبحانؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ کے تیسرے بھانجہ تھے، نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے علم دین کے حصول کے لیے وطن چھوڑا اور مختلف مقامات کے علماء سے درسیات پڑھیں، بڑے فاضل، علم دوست اور شاعر تھے حمیدی تخلص کرتے تھے، ابتداہی سے حضرت سید احمد شہیدؒ سے وابستہ ہو گئے تھے، سفر و حضر میں ساتھ رہتا، حتی کہ سفر حج اور سفر ہجرت میں بھی ہمرکاب رہے، حضرت شہیدؒ اپنے عزیزوں کے خطوط ان ہی سے لکھاتے تھے گویا حضرت شہیدؒ کے میر منشی تھے، حضرت شہیدؒ کی شہادت کے بعد قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی کے ساتھ کلکتہ گئے اور ملازم ہو گئے، آخر میں نواب وزیر الدولہ کے میر منشی ہوئے، نواب وزیر الدولہ ان کو بڑی وقعت سے دیکھتے تھے، وہ اس درجہ معزز تھے کہ حکمراں خاندان کے بعض افراد نے سرکشی کی اور بعد میں فرماں برداری اختیار کی تو سید حمید الدینؒ ہی کی وساطت سے وہ دربار میں حاضر ہوئے اور معافی پائی۔

۲۰؍ جمادی الاولی ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۱؍ اکتوبر ۱۸۶۵ء کو شام کے وقت ٹونک میں وفات پائی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادیؒ

قاضی سید محمود نصیر آبادیؒ کی اولاد میں حضرت سید محمد اسحٰق نصیر آبادی بڑے پایہ کے بزرگ اور حضرت شاہ علم اللہ کے حقیقی چچا تھے ان کی اولاد میں سید علی محمد ایک صاحب علم بزرگ تھے، جو مدتوں کوٹہ راجستھان میں ایک اہم عہدہ پر فائز رہے[1] مولانا سید عبدالعلی ان ہی سید علی محمد کے صاحبزادہ اور مولانا سید محمد ظاہرؒ کے داماد تھے ۱۲۲۱ھ میں نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے خاندانی روایات کے مطابق عربی اور فارسی کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے ماموں زاد بھائی مولانا سید محمد نصیر آبادی سے عربی اور فارسی پڑھی، اس کے بعد لکھنؤ میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی، تفسیر وحدیث مولانا محمد علی رامپوریؒ سے (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلفاء میں سے تھے) پڑھی، مولانا محمد علی رامپوری نے مولانا عبدالعلی کو بڑے ذوق وشوق اور توجہ و انہماک سے حدیث وتفسیر کا درس دیا، نیز دوسرے علوم عالیہ کی تکمیل کرائی اور سند فراغت عطا فرمائی، تکمیل کے بعد اپنے بزرگوں کے ہمراہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں پہنچے، اور بیعت وارادت سے سرفراز ہوئے، لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہمراہ ہجرت و جہاد میں شرکت نہ کر سکے، اور مولانا محمد علی رامپوریؒ سے منازل سلوک طے کئے، حسن اتفاق سے ریاست ناگود میں مولانا عبدالعلی سررشتہ دار کے عہدہ پر فائز ہوئے، اور اسی زمانہ میں مولانا محمد علی رامپوری ناگود میں قیام پذیر تھے، اس لئے تربیت، خدمت وصحبت کا برابر موقع ملتا رہا، تکمیل سلوک کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کی طرف سے خلافت

---

(۱) حضرت خواجہ احمد نصیر آبادی آپ کے داماد تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

واجازت عطا فرمائی گئی۔

مولانا سید محمد ظاہرؒ جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنی اعمام میں سے تھے اور حضرت شہیدؒ کے مجاز تھے ان کی دو صاحبزادیاں تھیں جو یکے بعد دیگرے مولانا عبدالعلی کو منسوب ہوئیں ان میں سے دوسری کا نام فاطمہ بی بی تھا جو نہایت خوش اوقات، تعلیم یافتہ اور اوراد و وظائف کی پابند اور فقہ وحدیث کے رسائل کا مطالعہ کرنے والی بی بی تھیں۔

مولانا عبدالعلی ناگود (بندیلکھنڈ) میں سب سے پہلے سررشتہ دار ہوئے حسن کارکردگی کی بنا پر بعد میں تحصلیدار ہوگئے، ان کی امانت ودیانت، تقویٰ وطہارت، محنت ومشقت اور حسن انتظام کو دیکھتے ہوئے ریاست کے اہم امور بھی تفویض کردیئے گئے، یعنی فوجداری، دیوانی اور پولیس کے شعبہ جات کا انتظام ان کے سپرد کیا گیا، باوجود ملازمت اور مقدمات کے تسلسل کے ''دل بیار، دست بکار'' کے مصداق تھے، سب کے ہوتے ہوئے بھی وہ کسی کے نہ تھے، ان کے سارے ملنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حددرجہ بااخلاق، خوش مزاج، غریب پرور، مہمان نواز، سادہ طبیعت، خندہ رو، اور پاکباز شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے ساری زندگی حسن سلوک اور ہرکس وناکس کی مدد میں گزاردی، ایک سو پچاس روپیہ تنخواہ تھی، صرف تیس روپے اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرتے، باقی ساری آمدنی مہمانوں، غریبوں اور ضرورتمندوں پر صرف کرتے، باوجود مشیخت اور فضل وکمال کے بہت سادہ زندگی گزارتے اور ظاہراً دیکھنے والوں کو اس کا خیال بھی نہ ہوتا کہ یہ دنیاوی اعتبار سے ایک بڑے عہدہ پر فائز ہیں اور دینی اعتبار سے مشیخت کے مالک ہیں، مولانا کے صاحبزادہ مولانا سید فخرالدین جو اپنے والد ماجد کے ہمراہ ناگود میں مدتوں رہے ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

''اپنے لیے دو ایک جوڑے سادہ کپڑوں کے سوا کچھ نہ رکھتے، جو حاجت مند آپ کے پاس آتا اس کو حتی الامکان ملازم رکھوا کر اس کے کھانے پینے کا انتظام کرتے، اکثر پیدل چلتے، اپنے ساتھ پیادہ اور خدمتگار نہ لیتے مجلس

www.abulhasanalinadwi.org

میں مخصوص جگہ نہ بیٹھتے، گفتگو میں ضد یا اصرار نہ کرتے، حق بات فوراً قبول کر لیتے، اپنے ماتحتوں پر کبھی خفگی کا اظہار نہ کرتے، نوکروں کے قصور اور غلطی سے اغماض کرتے، غیبت کبھی زبان پر نہ لاتے، کھانا جو سامنے آجاتا کھالیتے، کھانے کی برائی نہ کرتے اگر نمک نہ ہوتا تو بھی نہ کہتے، انکساری اور سادگی کا یہ حال تھا کہ کبھی تخت پر سو رہتے، کبھی کرسی پر، کبھی زمین پر۔"

مولانا سید عبد العلیؒ نہایت خوش اوقات اور ذاکر و شاغل تھے، خلوت میں عبادت و ریاضت کا انہماک حد درجہ بڑھا ہوا تھا، ۹ بجے دن سے لے کر عصر تک فرائض کے علاوہ امور سلطنت میں مشغول رہتے اور مقدمات کی سماعت اور فیصلوں اور عمائد سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ان اوقات کے علاوہ سارا وقت ذکر و شغل میں گزرتا، شب بیداری کا معمول تھا، اور نماز صبح کے بعد مصلیٰ ہی پر بیٹھے رہتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر اٹھتے، عصر کے بعد سے مغرب تک تخلیہ میں رہتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، مغرب سے عشاء تک اوراد و وظائف کا معمول رکھتے، اس درمیان میں نہ کسی سے بات کرتے نہ کوئی ان کے معمولات کے درمیان حارج ہوتا، منہیات شرعیہ سے کلی اجتناب کرتے، خوف آخرت سے اشکبار رہتے، خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب سرکاری ڈاک آپ کے ہاتھ میں دی جاتی تو روز قیامت میں حساب و کتاب کا پرچہ یاد کر کے رو پڑتے، کھانے پینے اور حصول زر، کسب منفعت میں بہت محتاط تھے، کسی فریق مقدمہ کے یہاں کھانا نہ کھاتے نہ اس کا ہدیہ قبول کرتے، نہ دنیاوی غرض سے کسی کے یہاں جاتے، نہ سفارش قبول کرتے۔

خدا نے علمی و ادبی ذوق بھی عطا فرمایا تھا، خط نسخ و نستعلیق، طغریٰ کشی، صنعت نجاری زرگری اور ترصیع میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، ان کے لکھے ہوئے اوراق اور طغرے مدتوں تک مرکز توجہ بنے رہے، خصوصاً ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حمائل شریف

www.abulhasanalinadwi.org

اب تک موجود ہے جو مطلا اور نہایت نفیس ہے، اس کی دلکشی اور دیدہ زیبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس حمائل کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں اپنے ہاتھ سے تحریر کیں، ان میں ایک رسالہ حقیقت سزا و جزا اور دوسرا شجرہ نقشبندیہ پر ہے، شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے، فارسی میں ہجر اور عربی میں علی تخلص کرتے تھے۔

مولانا عبد العلیؒ کے قیام سے ریاست ناگود[1] میں دین کا بڑا کام ہوا، ان کی مجلسوں میں ہر طبقہ خیال کے لوگ آتے اور فائدہ اٹھاتے، آپ کی ذات سے بے شمار آدمیوں نے تعلق مع اللہ کی دولت پائی، لوگوں کے دلوں میں انقلاب آیا اور جنھوں نے کبھی مسجد کی صورت نہ دیکھی تھی وہ ذاکر و شاغل بن گئے، مولانا ہی کی کوشش سے ناگود میں پہلی مسجد کی تعمیر ہوئی جس کو مسجد عبد السبحان کے نام سے شہرت ہوئی اس لئے کہ عبد السبحان کاریگر تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تعمیر کی،

افسوس ہے کہ مولانا نے بہت کم عمر پائی ۴۸ سال کی عمر تھی کہ فالج کا حملہ ہوا اور ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں اپنے وطن سے بہت دور ریاست ناگود میں کثیر التعداد معتقدوں اور محبت کرنے والوں کے درمیان انتقال کر گئے۔

انتقال کے وقت زبان پر ھوالرفیق الاعلیٰ کا کلمہ تھا انتقال کے بعد ناگود ہی میں مسجد عبد السبحان کے باہر سپرد خاک کئے گئے[2]، مولانا کے ایک عزیز مولانا سید سراج احمد نصیر آبادی نے ان کے انتقال پر حسب ذیل قطعہ میں تاریخ نکالی۔

سید عبد العلی نیکو سرشت رفت از دار دنیا در بہشت
برمزارش نقشبند کاف و نون عاش مجدا مات اشواقا بنشست

---

(۱) ناگود، بگھیل کھنڈ کی ایک ہندو ریاست تھی اب بھی اسی نام سے یہ شہر ہے جو باندہ (اتر پردیش) سے جانب جنوب ۴۷ میل اور ستنا اسٹیشن (مدھیہ پردیش) سے جانب غرب سولہ میل پر واقع ہے۔

(۲) مولانا سید عبد العلی کا مزار مسجد عبد السبحان (نزد قلعہ ناگود) جس کو سمہ کاریگر کی مسجد کہتے ہیں کے جانب مشرق جنوبی گوشہ کے سامنے ہے جو بلند ہے اور اس کی کرسی پتھروں کی بنی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی یادگار میں ایک فاضل یگانہ مولانا حکیم فخر الدین خیالؔی اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں۔(۱)

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا سید محمد طٰہٰ نصیر آبادیؒ

حضرت شاہ علم اللہؒ کے نواسہ سید محمد تقی کے صاحبزادہ سید محمد ماہ کے اخلاف میں تھے اپنے آبائی وطن قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے، سید زین الدین احمد(۲) جیسے باخدا باپ کی گود میں پرورش پائی، والد ماجد کا حال یہ تھا کہ ہر وقت مسجد میں دل اٹکا رہتا اور نماز و روزہ اور اوراد و وظائف کے بڑے پابند تھے، اس لیے سید محمد طٰہٰ بھی خدا رسیدہ بزرگ ہوئے علم ظاہری حاصل کر کے علم باطن حاصل کیا اور پوری زندگی قناعت، زہد، متانت و وقار کے ساتھ گذار دی، علم حاصل کرنے کے لیے

---

(۱) مولوی سید رشید الدین رائے بریلوی، مولوی سید عبد العزیز ہسوی، سید محمد یقین نصیر آبادی، مولوی عبد الرزاق کلامی ٹونکی آپ کے داماد تھے۔

(۲) سید زین الدین احمد سید محمد ماہ کے بیٹے اور سید محمد تقی نواسہ حضرت شاہ علم اللہؒ کے پوتے تھے، صلاح و تقویٰ میں اپنے دادا کے مثل اور وظائف و اوراد کے پابند تھے ۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۱ھ کو انتقال کیا، سید زین الدین کے دوسرے صاحبزادے سید عبد الغنی تھے جن کے بیٹے میانجان اور ان کے بیٹے مولوی حسن مجتبیٰ صاحب علم اور سلفی مسلک کے حامل تھے اور بڑے متبع سنت تھے آخر عمر میں مدنیہ منورہ ہجرت کی اور وہیں انتقال کیا ان کے ایک فرزند سید محمد اسماعیل ہیں جو سعودی عرب کے باشندہ ہیں، سید زین الدین کے بھائی سید علی حمزہ اور سید پیر علی تھے سید علی حمزہ کے دو بیٹے قاضی امام الدین اور قاضی نصیر الدین تھے قاضی امام الدین صاحب علم اور صاحب وجاہت تھے نواب فقیر محمد خاں کے عہد میں ۱۲۵۷ھ میں شہید ہوئے لیکن شہادت کے بعد ان کے بھائی سید نصیر الدین نصیر آباد کے قاضی ہوئے ۱۳۰۸ھ میں انتقال کیا ان کے صاحبزادہ مولوی محمد تقی بڑے ذکی سلیم الطبع اور علم کا ذوق رکھتے تھے خصوصاً معقولات کا بڑا علم رکھتے تھے، بحث و تقریر سے بہت دلچسپی تھی، ۲۰؍ سال کی عمر میں انتقال کیا ان کے بھائی سید عبد الرحمٰن قاضی تھے بڑے فیاض اور شاہ خرچ تھے سید عبد الرحمٰن کے صاحبزادہ قاضی فضل الرحمٰن مرد صالح اور اپنے اسلاف کا نمونہ تھے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

لکھنؤ کا سفر کیا اور مولانا عبدالحلیم لکھنوی سے درسیات کی تعلیم حاصل کی اور تکمیل کی، ان کے علاوہ دوسرے علماء سے استفادہ کیا پھر ناگود گئے اور مولانا عبدالعلی نصیر آبادیؒ کی خدمت میں رہے اور آخر وقت تک ساتھ رہے، زہد وورع میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے، مولانا سید محمد طہٰؒ سے مولانا فخر الدین خیالی نے ترجمہ قرآن پڑھا اس کے علاوہ منطق پڑھی، مولانا سید محمد طہٰ کو ۵۶ سال کی عمر میں دق ہوگئی اور اسی میں ۱۲۷۴ھ کو انتقال کیا، اور نصیر آباد میں قاضی باغ میں مدفون ہوئے، اپنے پیچھے تین اہل علم صاحبزادے یادگار چھوڑے (۱) مولانا سید محمد امین (۲) حکیم محمد متین (۳) ڈپٹی سید عبدالستار۔

مولانا سید محمد ظاہرؒ

مولانا سید غلام جیلانی کے صاحبزادہ اور مولانا سید محمد واضح محدثؒ کے پوتے تھے ۱۱۹۸ھ میں دائرہ شاہ علم اللہؒ میں پیدا ہوئے، محمد ظاہر تاریخی نام ہے ابتدائی درسی کتابیں اپنے حقیقی چچا مولانا سید قطب الہدیٰؒ (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) سے پڑھیں، پھر ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم کے دو شاگردوں مولانا ذوالفقار علی دیوی اور مولانا عبدالجامع سید نپوری سے تکمیل کی اور اکابر علمائے عصر سے استفادہ ومذاکرہ کیا اور مختلف اطباء سے طب کی تعلیم حاصل کی پھر وطن تشریف لائے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی اور آپ کی معیت میں ۱۲۳۶ھ کو حج کیا سالہا سال آپ کے ساتھ رہے خصوصاً لکھنؤ اور کلکتہ کے سفر میں ہمرکابی کا شرف حاصل کیا اور ان دونوں جگہوں کے بڑے بڑے جلسوں کو خطاب کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تقریر میں بڑا اثر بخشا تھا، نہایت سلجھی بات کہتے، تقریر خشونت ونفسانیت سے پاک ہوتی تھی متفق علیہ مسائل کو ہمیشہ بیان کرتے، فقہ کے جزوی مسائل پر گہری نظر رکھتے، مسائل کی تنقیح اور احادیث کی تحقیق کا

www.abulhasanalinadwi.org

اہتمام تھا، رائے بریلی، غازی پور، اعظم گڈھ، جونپور وغیرہ میں آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں کا بڑا اعتبار کیا جاتا تھا اوران دیار میں فتاویٰ میں آپ سب کے مرجع تھے، طرق خمسہ چشتیہ، قادریہ، مجددیہ، نقشبندیہ ومحمدیہ میں آپ کو خلافت حاصل تھی لیکن ہمیشہ طریقہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے، سلوک وطریقت میں ایک مفید رسالہ ''خیر المسالک'' کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو طالبین سلوک کے لئے بہت مفید ہے، مولوی سید خلیل الدین مرحوم رائے بریلوی نے اس کو طبع کرایا۔ (۱) اس کے علاوہ عربی فارسی میں آپ کے دوسرے رسائل وتصنیفات ہیں ردشرک وبدعت میں ''قامع البدعت'' اور مسئلہ مااحل بہ لغیر اللہ میں رسالہ ''تحریم الحرام'' ہے اور ایک رسالہ وحدت وجود و وحدت شہود ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی نزہۃ الخواطر میں مولانا سید محمد ظاہر حسنیؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان ورعا تقيا ذامهابة وخلق حسن و تواضع سليم العقل فصيح اللسان يحترمه الناس لما اشتمل عليه من حسن الصورة وحلو المنطق وعذوبة المحاضرة لم يزل مشتغلا بالوعظ والخطابة والتدريس والافتاء وفصل الخصومات من غير ان ينصبه السطلة وكان ذلك مع الفضل والدين والرزانة	وجاہت، اور اچھے اخلاق کے ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری کا پیکر تھے، تواضع، عقل کی پختگی، زبان کی فصاحت ان کا خاص وصف تھا، اچھی صورت شیریں گفتگو اور خوبی تقریر کی وجہ سے لوگ آپ کا احترام کرتے تھے، وعظ، تقریر، درس وافتا، بغیر کسی زور زبردستی جھگڑوں کو نپٹانا ان کا مشغلہ تھا صاحب فضل وکمال اور دیندار تھے، سنجیدگی وفا اور امانت کے پیکر تھے۔

مولانا سید محمد ظاہرؒ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ باوجود علم وفضل اور مشیخت کے ریا اور سمعہ کا نام بھی نہ تھا، مولانا فخر الدین خیالی جوان کے ساتھ سفر وحضر میں مدتوں ساتھ رہے وہ بیان کرتے ہیں:

---

(۱) اب اس کا اردو ترجمہ مولانا عتیق احمد بستوی کے قلم سے سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی سے شائع ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

"یہ فقیر حضرت والا کی خدمت میں مدت دراز تک رہا اور مواعظ سنے سفر اور حضر میں ساتھ رہا، آپ صوم وصلوٰۃ اوراد وظائف کی کثرت جو وطن میں فرماتے تھے، اپنے مریدوں کے سامنے اتنی کثرت سے بچتے تھے، جناب عالی ریا اور سمعہ سے پوری طرح بچتے تھے اور جو کہتے تھے صاف اور بے لاگ کہتے تھے، مگر شائستہ الفاظ استعمال کرتے اور میٹھی زبان سے بولتے سامعین پر بجائے گراں گذرنے کے ان کے دلوں میں بات اتر جاتی، آپ کا معمول یہ تھا کہ آخر شب میں قرآن کی تلاوت کرتے، یہ فقیر جب بیدار ہوتا تو آپ کو مصروف تلاوت پاتا، اگرچہ آپ حافظ قرآن نہ تھے مگر قرآن کریم اکثر یاد تھا، اکثر مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرماتے، فقہی جزئیات مع اختلاف ائمہ کے مستحضر تھیں، اگرچہ حنفی مسلک پر عمل فرماتے تھے مگر مقلد جامد نہ تھے بلکہ آیات واحادیث صحیحہ کو پیش نظر رکھتے۔ آپ کبھی کبھی سماع سنتے تھے مگر باجا کا استعمال اور کسی لڑکے یا عورت کی زبان سے سننا حرام جانتے اور سماع کے وقت مراقب رہتے۔"

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ساتھ برابر اٹھنا بیٹھنا رہتا ان سے گہرا ربط وتعلق تھا جس وقت صراط مستقیم لکھی جارہی تھی اس کی تسوید وتبیض کے وقت مولانا اسمعیل شہیدؒ کے ساتھ مولانا محمد ظاہرؒ بھی شریک رہتے، اسی طریقہ سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ترجمۂ قرآن کے بہت قائل تھے اور وہ اکثر پڑھتے اور بہت مزہ لے لے کر پڑھتے خصوصاً حسب ذیل آیت کا ترجمہ بہت مرغوب تھا ﴿فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ﴾ بستیوں کے کوٹ میں یا دیواروں کے اوٹ میں ﴿لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ﴾ (مٹکاتے ہیں سر اپنا (منافقین کے لئے) اسی طرح اور بھی۔

اردو فارسی اور بھاکا کے شاعر تھے، ظاہر تخلص کرتے تھے، مولانا فخر الدین خیالی

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنی کتاب ''مہر جہانتاب'' میں ان کے بے شمار اشعار درج کیے ہیں جن میں فارسی اور اردو کے اشعار اور بھاکا کی غزلیں ہیں ان کی ٹھمریاں مدتوں زبان زد خاص و عام رہی ہیں، ان کا قاعدہ تھا کہ ٹھمریاں اور ہولی کہتے اور گاؤں کے کوری جمع ہوتے خود کرسی پر اکڑوں بیٹھ جاتے اور وہ ٹھمریاں اور ہولی اپنی زبان سے بڑے درد و سوز سے پڑھتے اور کوری ان کو دہراتے، دہراتے دہراتے ان کوریوں کو یہ اشعار یاد ہوجاتے اور پھر وہ اپنے گھروں میں مجمعوں میں پڑھتے، یہ سلسلہ مدتوں چلا اور اس سے پڑھنے والوں میں رقت پیدا ہوتی، ایک بار میں بعد مغرب تکیہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ہر طرف سکوت تھا کہ دریا پار کے باغ سے آواز آئی کہ ایک غیر مسلم بڑے درد و سوز سے کچھ اشعار دیہاتی زبان میں پڑھ رہا تھا ہر شعر سے ایمان و یقین جھلکتا تھا کسی مصرعہ میں کعبہ کسی میں خدا و رسولؐ، قیامت و آخرت کا ذکر ہوتا، میں بغور سننے لگا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد ظاہرؒ کے وہ اشعار ہیں جو انہوں نے گاؤں والوں کو سکھائے تھے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ یاد ہوتے آئے ہیں۔

مولانا نے اپنی عمر کے آخری چند سال ریاست ریواں میں گذارے اور دوران قیام میں سیکڑوں اصحاب کو خدا واصل بنایا اور اپنے ذکر و شغل، دعوت الی اللہ سے اس کفرستان میں ایمان کی روشنی پھیلائی اپنے اشعار سے دلوں کو گرمایا اور اپنے گہرے نقوش چھوڑے، مولانا رحمان علی ناروی جو ریاست ریواں میں اچھے عہدہ پر تھے مولانا سے بہت حسن عقیدت رکھتے تھے اور ان کی صحبت میں اکثر اوقات بیٹھتے تھے اپنی کتاب تذکرۂ علمائے ہند میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت والا (مولوی محمد ظاہرؒ) تصنیف و تالیف افتاء و تدریس، وعظ و ہدایت اور مشاغل وظائف کے باوجود کبھی کبھی نظم بھی لکھتے تھے، ان کے اشعار فارسی، اردو، ہندی ہر زبان میں خوب مرغوب و مقبول ہوئے ہیں جس زمانہ میں صاحب ترجمہ (مولوی محمد ظاہر) پانڈے دین بہادر دیوان

www.abulhasanalinadwi.org

ریاست ریواں کے بیٹوں کی تعلیم کی غرض سے ریواں میں مقیم تھے تو مسوّد اوراق (مولوی رحمان علی) اکثر اوقات ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین کی یادگار تھے، ریاست ریواں کے کچھ لوگ ان کے مرید بھی تھے ان کی کچھ طبع زاد ٹھمری اور ہولی (ہوری) ریواں کے بعض لوگوں کو یاد ہیں۔"

مولانا فخر الدین خیاؔلی نے مہر جہانتاب میں سیکڑوں اشعار نقل کیے ہیں چند درج ذیل ہے۔

(فارسی)

قدسیاں کاکل مجموعہ تراشانہ زدند　　بہر عشاق ہمیں فال پریشانہ زدند
زہد کردند نصیب دگراں روز ازل　　برسردروکشاں ساغر مستانہ زدند
ابلہاں درپے، حوراں نہ تو دور افتادند　　عاقلاں دست بداماں مردانہ زدند
آمداز مسجد وتبخانہ بسے بوئے ریا　　لاجرم جرعہ کشاں دست بہ پیمانہ زدند

(اردو)

دن کو آرام ہے نہ رات کو چین　　پھر یہ کیا زندگی ہماری ہے
ہوگئی شام پر نہ آیا یار　　صبح سے مجھ کو انتظاری ہے

ہنر کی کچھ نہیں حاجت جہاں تیری عنایت ہو　　ہنر والے پھریں خیرات پاویں بے ہنر پہلے

(بھاکا)

جیہو تم کونے ڈگریا رے　　جگ میں رہنا بہیو کچھ تھوڑا
پہلے تو آؤ بھگت بہو کینا　　پاچھے کے ناتا توڑا
مہلا دومہلا سیج بچھونا　　لوگ کٹم سب چھوڑا
آن بوڑھاپے ماں جتے ظاہر　　لاگا جو موت کا کوڑا

www.abulhasanalinadwi.org

ہمکا گرج ہے تم اگرجی اب میں بہو تمہکا چھنا
پیا ہریمان بھکٹ ظاہر تم گئی ڈہو نڈہت مکہ مدنیا
چتون کے ٹونا منین بس مورا فر کہینو نیناں گھومائے کے جادونہ چلاؤ
توری نیناں کا گھائل ہے ظاہر گھاؤ پر جالم اب گھاؤ نہ لگاؤ

علم وعرفان کے ساتھ فنون سپہ گری خصوصاً بانک، بنوٹ، بندوق لگانے میں اساتذۂ وقت میں سے تھے، عزت وحرمت کی زندگی بسر کر کے ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، فالج کا حملہ ہوا اور ۲۲ محرم ۱۲۷۸ھ کو اپنے حجرہ میں جو روضہ شاہ علم اللہؒ کے جنوبی جانب دیوار سے متصل تھا وفات پائی اور مسجد کے شمال مغربی جانب اپنے آباء کرام کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، آہ سید محمد ظاہر تاریخ وفات ہے۔

بی بی رقیہ بنت حافظ سید محمد جامع عم خود سے شادی ہوئی اور دو صاحبزادیاں ہوئیں (۱) بی بی نجم النساء، (۲) بی بی فاطمہ[۱] یہ یکے بعد دیگرے مولانا سید عبد العلی صاحب نصیر آبادی کے نکاح میں آئیں۔

مولانا سید محمد ظاہرؒ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اولاد دختری میں ایک نواسہ مولانا حکیم فخر الدین اور پانچ نواسیاں تھیں۔

(۱) بی بی فاطمہ نہایت خوش اوقات اپنے زمانہ کے لحاظ سے تعلیم یافتہ اور خاندان میں بہت باوقار بیوی تھیں، ابتدائے شعور سے تادم مرگ فرائض وسنن ورواتب تہجد، اوابین، چاشت، اشراق اور نوافل طاعات تلاوت قرآن مجید، مطالعہ رسائل فقہ وحدیث اوراد واذکار کی پابند تھیں، ترجمہ مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح، مفتاح الجنۃ، عنان الفردوس، حکایات الصالحین، طب احسانی، رسالہ خوان نعمت وغیرہ کا مطالعہ رہتا تھا، بچوں اور عورتوں کے علاج میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید سراج احمد نصیر آبادیؒ

حضرت شاہ علم اللہ کے نواسہ سید محمد تقی کی اولاد میں سید پیر علی صاحب کے تین صاجزادے تھے (۱) سید وحید الدین[۱] (۲) سید سعید الدین[۲] (۳) مولوی سید سراج الدین احمد۔

مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادیؒ کے مرید تھے اور ان کا دامن اس طرح تھاما کہ عمر بھر نہ چھوڑا، اور خوف خدا اللّٰہیت، ذوق عبادت میں ایسا امتیاز حاصل کیا کہ باید وشاید۔ شب وروز نوافل، اوراد ووظائف کا اہتمام کرتے، اور اکثر وبیشتر دن کو روزے رکھتے، رسول اللہ ﷺ سے عشق تھا، ہر وقت آپ کی مدح وتوصیف اور نعت سے زبان تر رہتی، آواز بہت اچھی پائی تھی اور درد وسوز کی نعمت سے سرفراز تھے، بڑے دلکش انداز سے نعت پڑھتے اور خود بھی محبت رسولؐ سے سرشار ہوتے اور دوسروں کو بھی بیخود اور بے حال کردیتے، سرمستی کا حال یہ تھا کہ پڑھتے پڑھتے محبت وعشق رسولؐ میں ڈوب جاتے، روز بروز ان کے حالات میں تغیر ہوتا گیا اور آخر زندگی میں اولیاء اللہ کے حالات پیدا ہونے لگے اور دنیا سے دل سرد ہوگیا، ہر وقت توجہ الی اللہ کی کیفیت طاری رہنے لگی، خدا نے

---

(۱) سید وحید الدین بڑے وجیہ ہوشمند معاملہ فہم تھے مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ کے مرید تھے بھوپال میں کپتان ہوئے اور ۱۳۰۰ھ میں انتقال کیا۔

(۲) سید سعید الدین نصیر آباد میں رہے مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ سے تعلق تھا ان کے صاجزادہ سید نور الدین بڑے خوش طبع کریم الاخلاق اور دیندار تھے آخر عمر میں بھوپال میں قیام کیا اور وہیں انتقال کیا ان کے صاجزادہ سید محمد زبیر قطبی بھی زندگی بھر بھوپال میں رہے ان کے دو صاجزادے ہیں (۱) سید مصطفیٰ (۲) سید حسن یہ دونوں وفات پاچکے، اب ان کی اولاد بھوپال میں رہتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شہادت کی نعمت سے بھی نواز دیا، ان کو کسی معاند نے ۱۲۷۹ھ میں زہر دے دیا جس کے اثر سے وہ انتقال کر گئے اور ''عاش حمیداً مات شهيداً '' کے مصداق بن کر اپنے رب سے جا ملے، مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادیؒ کے ساتھ مدتوں نا گود میں بھی رہے شعر و سخن سے بھی ذوق رکھتے تھے مولانا عبدالعلی کے انتقال پر ایک تاریخی قطعہ بھی کہا تھا۔

حافظ سید محمد احسن ابن حضرت شاہ ابو سعیدؒ

حضرت شاہ ابو سعیدؒ ضعیف العمر تھے کہ سید محمد احسن پیدا ہوئے، سید موصوف کی ولادت ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور دو ہی تین سال کے بعد والد ماجد حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ کا وصال ہو گیا، ہوش سنبھالا اور جوان ہوئے تو جذب طاری ہو گیا اسی جذب کی حالت میں قرآن شریف یاد کیا اور کئی بار تراویح میں سنایا قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا ان کے جذب کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، جب سئی ندی بہت بڑھتی اور طوفان کی شکل اختیار کر لیتی تو چونکہ سید صاحب موصوف بالکل لب دریا رہتے تھے لاٹھی لے کر تشریف لے جاتے اور بڑے جذب کے عالم میں لاٹھی پانی پر مارتے اور کہتے دھت کتی، لوگ دیکھتے کہ دریا گھٹنا شروع ہو جاتا، جب جذب طاری ہوا تو کہیں شادی نہیں ہوئی تھی، حضرت سید احمد شہیدؒ کے چونکہ ماموں ہوتے تھے اس لیے حضرت شہید کو ان کے نکاح کی بڑی فکر تھی، اپنے مرید و معتقد نواب فقیر محمد خاں سے کہہ کر ایک جگہ شادی کرا دی، سید محمد احسن نے بڑی عمر پائی حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے بعد ۴۴ سال زندہ رہے اور ۱۲۸۰ھ میں انتقال کیا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے (۱) سید عبدالغنی (۲) سید عبدالواحد۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید زین العابدین عرف میاں عابد

مولوی سید احمد علی شہیدؒ خواہرزادہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے صاحبزادہ تھے، عابد وزاہد، نیک خو، راست باز، اور کم سخن تھے اور نہایت ذاکر وشاغل اور خوش اوقات تھے، خدمت خلق میں اپنا مثیل نہ رکھتے تھے، اتباع سنت میں کمال پایا تھا، تہجد گزار شب بیدار تھے، اتقیاء زمانہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

كان غاية في الزهد والصلاح والعفة والامانة حسن السمت والدل والهدى كثير الصمت شديد التعبد عميم الاحسان.

زہد وصلاح وعفت اور امانت داری میں رتبہ عالی رکھتے تھے، اچھے طور طریق اور حسن سیرت وکردار کے حامل تھے، اکثر خاموش رہتے عبادت گزاری میں چاق وچوبند ہوتے لطف وکرم ہر ایک کے ساتھ رکھتے۔

نواب وزیر الدولہ کی سرکار میں ملازم تھے، سید حمید الدین عم خود کے بعد میر منشی ہوئے ایک سو پچاس روپے ماہانہ مشاہرہ تھا۔

یہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعا کی برکت تھی اور آپ کی تعلیم کا نتیجہ، حضرت شہید نے ان کو بچپن ہی سے لکھنے کی تعلیم دی، اس کا واقعہ حسب ذیل ہے۔

''جب حضرت سید احمد شہیدؒ حج کو تشریف لے جانے لگے تو مختلف مقامات میں اپنے متعلقین اور معتقدین کو خطوط لکھوانے چاہے مگر حسب مرضی کوئی کاتب نہیں ملا، آپ نے سید زین العابدین کو بلا کر فرمایا کہ تم خط لکھو، انہوں نے عذر کیا کہ آپ تو جانتے ہیں کہ مجھ کو اس میں مہارت نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس آؤ جس طرح سے ہم تم کو بتاتے جاویں

www.abulhasanalinadwi.org

اس طرح تم لکھتے جاؤ پھر قلم ودوات کاغذ لے کر وہ آئے، آپ نے ان کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ دعا میری اللہ تعالیٰ و تقدس نے مستجاب کی، انشاء اللہ تم کو خط لکھنا آجاوے گا پھر الگ بٹھا کر ان سے آپ نے مسودہ کرانا شروع کیا کئی روز کے بعد وہ بخوبی لکھنے لگے پھر تمام خطوط جو حاجت تھی ان سے لکھا کر آپ نے جا بجا ارسال فرمائے۔"

اعزاواقارب کا بڑا خیال رکھتے اگر کوئی وطن رائے بریلی سے آجاتا تو بغیر اس کے کہے اس کو برسر روزگار لانے اور ملازمت دلانے میں لگ جاتے، زیب وزینت سے دور بھاگتے، دنیا سے بے رغبتی شفقت علی الناس میں سلف کا نمونہ اور شرافت کا مجسمہ تھے، اہل علم اور علماء کی بڑی قدر کرتے، نواب سید صدیق حسن خاںؒ بھوپال سے ٹونک تشریف لائے تو آپ کے یہاں قیام کیا، آپ نے نواب وزیر الدولہ سے سفارش کی، وزیر الدولہ نے اسی روپیہ مشاہرہ مقرر کر دیا، بعد میں بھوپال واپس گئے، بہت سادہ لباس زیب تن کرتے، دوش پر ایک چادر رہتی، کشیدہ قامت، اوسط اندام چہرے پر ہلکے ہلکے داغ گندمی رنگ پایا تھا، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید تھے، ۲۳ر رجب ۱۲۸۱ھ جمعہ کے دن بخار اور پہلو کے درد میں مبتلا ہو کر ۶۱ سال کی عمر میں انتقال کیا اور موتی باغ ٹونک میں مدفون ہوئے۔

اپنی یادگار میں ایک فرزند سید احمد علی عرف چنو میاں یادگار چھوڑا۔

سید محی الدین احمد

سید عبد المقتدر کے صاحبزادے اور سید عبد الشکور مصنف "گلشن محمودی" کے والد ماجد تھے بعض وجوہ کی بنا پر علم ظاہری حاصل نہ کر سکے، لیکن زہد وورع میں ممتاز نیک

www.abulhasanalinadwi.org

خصلت تھے، شروع عمر میں لکھنؤ میں ملازم تھے اور شاہ اودھ کے سواروں میں رہے جب عمر میں پختگی آئی تو ملازمت چھوڑ کر ٹونک چلے گئے اور اپنے عزیز قریب سید عبدالرحمٰن عرف چھوٹے میاں (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھانجہ تھے) کے ساتھ رہے، نواب ٹونک کی طرف سے وظیفہ مقرر ہو گیا اور زندگی بڑے آرام سے گذار دی، نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے، حکومت کی نگاہ میں بڑے باوقار اور صاحب عزت اور جری و بہادر تھے، مختلف جنگوں میں داد شجاعت دی، ۹ رصفر بروز شنبہ ۱۲۸۶ھ کو ٹونک میں انتقال کیا، دو فرزند تھے سید عبدالشکور کا والد کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تھا دوسرے فرزند سید عبدالعزیز بعد تک زندہ تھے۔

سید عبدالشکور

حضرت مولانا سید محمد معین ابن شاہ محمد ضیا کے پوتے عبدالمقتدر تھے ان کے صاحبزادہ سید محی الدین احمد تھے ان ہی سید محی الدین احمد کے صاحبزادہ سید عبدالشکور تھے ۱۲۳۴ھ میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں گھر میں ہی پڑھیں جب ہوش سنبھالا تو اپنے نانا سید محمد مصطفیٰ کی جائداد کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، اور مدتوں رائے بریلی اور الہ آباد جائداد کے سلسلہ میں آنا جانا رہا، ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد یہ معافی ضبط ہوگئی تو آپ نے سرکاری دفتر میں ملازمت اختیار کر لی اور کچھ عرصہ کے بعد ٹونک جاکر ملازم ہو گئے، عربی فارسی کے شاعر تھے، تاریخ وانساب سے حد درجہ شغف تھا اور بڑی دلچسپی تھی نیز فرائض کا علم بھی خوب رکھتے تھے، نہایت خوشخط اور بڑے کاریگر تھے، خاندان کے انساب پر ایک کتاب بنام ''گلشن محمودی'' لکھی تھی جو ابتک قلمی ہے، ۴۸ سال کی عمر میں استسقا ہو گیا اور اسی میں ۱۴ر ربیع الاول بروز سہ شنبہ

www.abulhasanalinadwi.org

۱۲۸۲ھ (۱۹۱۸ء) کوٹونک میں انتقال ہوگیا، اپنے پیچھے دوفرزند (۱) سید قطب الدین احمد(۱) (۲) مولوی سید علی مرتضی یادگار چھوڑے۔

حافظ سید محمد یعقوب

سید محمد ابراہیم خلف الرشید حضرت مولانا سید محمد عرفانؒ کے صاحبزادہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے محبوب بھتیجہ تھے، قرآن شریف کو حفظ کیا اور خوف وخشیت، للّٰہیت، تقویٰ وطہارت کو اپنا شیوہ بنایا، احکام شرعیہ کا حد سے بڑھ کر لحاظ کرتے، کوئی عمل ایسا نہ کرتے جو جادۂ شریعت سے ذرا بھی ہٹا ہوتا، حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے ان بھتیجہ کا حد سے بڑھ کر خیال کرتے اور بیحد محبت کرتے، ایک بار فرمایا: ''میں خدا اور رسولؐ برحق کی اطاعت میں عزیزوں اور رشتہ داروں میں کسی خوشی یا ناخوشی کو خاطر میں نہ لاؤں گا اس وقت مجھے سب سے زیادہ محمد یعقوب عزیز ہے، دنیا کی چیزوں میں وہ جو چاہے لے لے لیکن اللہ ورسولؐ کے احکامات بجالانے میں اس کی بھی رعایت نہ کروں گا۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کو اپنے محبوب بھتیجہ کی تربیت کی بڑی فکر تھی اور اکثر دینی معاملات میں ان کو بڑھاتے تھے تاکہ وہ اس میں ترقی کریں، وقائع احمدی میں ذکر ہے کہ جب ان کی عمر کم تھی تو ایک بار حضرت شہیدؒ نے ان سے فرمایا کہ آج جمعہ کا خطبہ تم پڑھو اور نماز بھی تم پڑھاؤ، اگر تم کو خطبہ یاد ہو تو بہتر ہے ورنہ دیکھ کر اس کو یاد کرلو سید

---

(۱) سید قطب الدین احمد ۱۲۶۶ھ کو پیدا ہوئے درسیات کی تکمیل کی اور منصفی کے عہدہ پر ٹونک میں ممتاز ہوئے، بڑے ذکی، فہیم اور سوجھ بوجھ کے آدمی تھے پانچ فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید مصطفیٰ ۱۲۸۶ء میں پیدا ہوئے ۱۳۱۸ھ کو انتقال کیا، بڑے عالم تھے ایک صاحبزادہ سید عبداللہ تھے، (۲) سید عبدالشکور ۱۲۹۰ھ کو پیدا ہوئے، (۳) سید عبید اللہ عرف بدو ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۵ھ کو آکلہ کے مرض میں انتقال کیا دوفرزند یادگار چھوڑے، سید عبدالرب اور سید حامد، (۴) سید حسن مجتبیٰ ۱۲۹۸ھ میں پیدا ہوئے تعلیم حاصل کی اور ٹونک میں ملازم ہوئے، ایک فرزند سید محمد عامر یادگار چھوڑا، (۵) سید عقیل ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے مدتوں دہلی میں ملازم رہے تقسیم ہند کے بعد کراچی چلے گئے ایک فرزند سید جعفر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

محمد یعقوب نے عرض کیا کہ خطبہ مجھ کو یاد ہے، اور دیکھ بھی لوں گا، نماز کے وقت حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ میاں یعقوب خطبہ پڑھو اور نماز پڑھاؤ، سید محمد یعقوب نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی، نماز کے بعد حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ نماز پڑھانے میں تمہارا کیا حال ہوا انہوں نے عرض کیا کہ رکعت اول میں تو کچھ دیر پیروں پر رعشہ سا واقع ہوا مگر پھر آپ ہی جاتا رہا۔

سید یعقوب کے لئے یہ کیا کم فضیلت تھی کہ ان کے پیچھے حضرت شہیدؒ اور جانے کتنے علماء اور مشائخ نے نماز پڑھی، کچھ دنوں کے بعد حضرت شہیدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ اب کی جمعہ کو آپ نے سید محمد یعقوب سے نماز پڑھوائی حضرت سید احمد شہیدؒ نے فوراً جواب دیا کہ مجھ کو میرے پروردگار کی طرف سے الہام ہوا کہ تو سید محمد یعقوب کو تعلیم دے میں نے عرض کی الٰہی تعلیم کرنا تیرے اختیار میں ہے تیرا ہی تعلیم کرنا صحیح ہے، پھر میرا ارادہ یہ ہوا کہ پہلے میں ان سے نماز جمعہ پڑھاؤں مگر پھر بھی دل میں خدشہ گزرا کہ وہ ابھی کم سن ہیں ایسا نہ ہو کہ نماز پڑھانے میں لغزش کھا جاویں کہ نماز میں کچھ خلل واقع ہو، پھر جناب باری عزاسمہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس بات کا تو اندیشہ کیوں کرتا ہے دل تو ہمارے قبضہ میں ہے بے حکم ہمارے لغزش نہ ہوگی، میں نے جانا کہ اس امر کا اس طرف بھی اشارہ ہے اس سبب سے میں نے ان کو نماز پر کھڑا کیا، اب میرے دل میں یہ بھی آتا ہے کہ ان سے کہہ دوں کہ میں جس وقت حاضر نہ ہوں یا میں کہوں، نماز تمہیں پڑھایا کرو پھر بعد اس کے آپ نے ایسا ہی کیا یعنی سید محمد یعقوب صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت دی اور انہوں نے بار ہا روبرو آپ کے اس مسجد میں امامت لوگوں کی کی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی معیت و رفاقت میں حج بھی کیا اور ہجرت بھی کی، حضرت سید احمد شہید کے مرید تھے اور تقویٰ اور طہارت اور کمال احتیاط میں حضرت شہیدؒ کے پیرو، بالاکوٹ کے حادثہ شہادت کے بعد جب خاندان ٹونک منتقل ہوا اور محلہ قافلہ میں قیام کیا تو نواب وزیر الدولہ نے سید محمد یعقوب کو عدالت کا محکمہ دینا چاہا، آپ نے

www.abulhasanalinadwi.org

انکار کر دیا اور فرمایا ''من بر زرڈ گری سود نخواہم کرد'' انکار پر نواب نے پچاس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔

اپنے والد ماجد کی طرح کتابی علم سے نا آشنا تھے مگر ان کی زندگی بڑے بڑے علماء کے لئے قابل تقلید تھی، اسی سال کی عمر میں ۲۱/شوال کو بروز جمعہ ۱۲۸۷ھ کو ٹونک میں انتقال کیا، دو فرزند یادگار چھوڑے، (۱) سید محمد یوسف جن کا انتقال اپنے والد ہی کی زندگی میں ہو گیا تھا اور جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے داماد ہوئے، دوسرے سید محمد ایوب جو لاولد تھے۔

سید محمد اسماعیل

مولانا سید محمد اسحاق بن مولانا سید محمد عرفان کے فرزند اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھتیجے اور داماد تھے، اگرچہ کتابی علم حاصل نہ کر سکے مگر بڑے ذہین اور سمجھدار آدمی تھے نواب وزیر الدولہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے داماد ہونے کی وجہ سے بڑا احترام کرتے تھے ۱۲ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کی تھی، اس کے انتظام وانصرام میں بڑے ہوش وگوش سے کام لیتے، والدین کے خصائل حمیدہ سے متصف تھے، بڑے کریم مہمان نواز تھے، خدا کی دی ہوئی دولت سے علماء اور اہل دین کی خدمت اور پریشان حالوں کے ساتھ حسن سلوک ان کا خاص شیوہ تھا، نواب صدیق حسن خاںؒ جب ٹونک تشریف لے گئے تو سید اسمٰعیل کے یہاں تقریباً دو ماہ اور کچھ دن قیام کیا، سید اسماعیل نے جو بڑے مہمان نواز اور علماء اور اہل دین کی قدر کرنے والے تھے نواب صاحب کی بڑی قدر کی اور انتہائی اکرام سے پیش آئے اور قیام کی پوری مدت تک مہمان نوازی کی، حضرت سید احمد شہیدؒ کی دامادی کا شرف حاصل تھا، حضرت سید صاحب کی صاحبزادی سے ایک صاحبزادہ (۱) ہوئے جن کا نام سید محمد اسحٰق رکھا، آخر عمر میں بعض وجوہ کی بنا پر قناعت اور

---

(۱) سید اسماعیل کی دوسری بیوی جو خاندان کی نہیں تھیں ایک فرزند سید ابراہیم ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

زہد کی زندگی گزاری اور جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا۔

سید محمد یوسف

سید محمد یوسف، سید محمد یعقوب بن سید ابراہیم بن مولانا محمد عرفان کے صاحبزادہ تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی دامادی کا فخر حاصل تھا، اپنے والد کی طرح کتابی علم سے ناآشنا تھے، لیکن تقویٰ وطہارت، زہد وورع میں اسلاف کے سچے پیرو تھے، بڑے سنجیدہ، متین، صاحب وقار، سخی و فیاض تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی ولایتی بیوی کے داماد تھے، نواب وزیر الدولہ کی سرکار میں ملازم تھے، ۷ر صفر بروز پنجشنبہ ۱۲۸۶ھ کو اپنے والد کی حیات ہی میں تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں فالج کا شکار ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

تین باکمال صاحبزادے اپنی یادگار چھوڑے، مولانا سید محمد عرفان، مولانا سید محمد مصطفیٰ، مولانا سید محمد یونس۔

مولانا سید محمد نصیر آبادیؒ

حضرت شاہ علم اللہ کے نواسہ سید محمد تقی کے اخلاف میں تھے اور سید اعلیٰ شاہ کے صاحبزادہ تھے مولانا سید محمد بن سید اعلی شاہ ایک بڑے فاضل، عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے، لکھنؤ کے علماء سے تعلیم کی تکمیل کرنے کے بعد مولانا اسماعیل شہید کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور مزید علمی استفادہ کیا، حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کی، حضرت شہید کی خدمت میں مدتوں رہے اس کے بعد جب حضرت شہید کو شہادت نصیب ہوئی تو اپنے وطن نصیر آباد میں درس اور طالبین سلوک کی

www.abulhasanalinadwi.org

ہدایت کا مشغلہ جاری کیا، مولانا سید محمد نصیر آبادی سے طالبین کو بڑا فائدہ پہنچا اور وہ مرجع خاص و عام بن گئے، مشہور علماء اور مشائخ نے ان سے سلوک کی تربیت حاصل کی اور شیخ کامل بنے خصوصاً مولانا سید علی نصیر آبادی اور مولانا خواجہ احمد نصیر آبادی نے سلسلہ احمدیہ میں دست مبارک پر بیعت کی اور سلوک کی راہ طے کی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ نے ان کو تحریری اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا جس پر حضرت سید صاحب کی مہر ثبت ہے، جس میں تفصیل سے بیعت کی ضرورت، اس کا مقصود اور مشائخ طریقت کے یہاں اس کی اہمیت، اتباع شریعت، شرک و بدعت سے نفرت، عبادات، معاملات، معاشی امور میں اتباع سنت، عرس و تعزیہ سازی کی مخالفت اور اعمال خیر کی دعوت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور آخر میں حسب ذیل الفاظ تحریر کیے:

مولوی صاحب ہدایت مآب سیادت	مولوی صاحب ہدایت مآب سیادت
انتساب مولوی سید محمد صاحب کہ	انتساب مولوی سید محمد صاحب کہ انہوں
بردست ایں فقیر بیعت نمودہ اند وایں	نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور
فقیر ایں امور را روبروئے ایشاں	اس فقیر نے اس بیعت سے متعلق امور کو
کماحقہ اظہار نمود وایشاں را مجاز	کماحقہ ان پر ظاہر کر کے ان کو بیعت لینے
باخذ بیعت وتعلیم اشغال از جانب	کا مجاز اور اس راہ کے اشغال کی تعلیم کی
خود نمودہ	اجازت دے دی۔

مولانا سید محمد نصیر آبادی کا انتقال یکم شعبان ۱۲۸۶ھ کو فالج کے حملہ سے ہوا اور نصیر آباد میں مدفون ہوئے کوئی فرزند یادگار نہیں چھوڑا صرف تین صاحبزادیاں تھیں[1]۔

---

(۱) مولانا سید محمد کے دو بھائی اور تھے (۱) سید محمد اسحٰق (۲) سید عبد الرزاق، سید اسحٰق بڑے صاحب علم، صاحب عقل اور جہاندیدہ تھے، نوابی عہد میں رائے بریلی کے تحصیلدار تھے اور نواب فقیر محمد خاں کے دور میں ہسوہ اور ضلع رائے بریلی کے ناظم رہے تھے خاندان میں ان کو بڑی عزت کا مقام حاصل تھا کوئی اولاد نہیں چھوڑی اپنے عم زاد بھائی سید انوار الحق ابن سید محمد احسن کو اپنا فرزند بنایا تھا ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور آخر عمر میں اپنی جائداد ان کو ہبہ کردی تھی، سید انوار الحق کے والد سید محمد حسن بڑے بہادر صاحب علم تھے اور پاکیزہ و خوش خط تھے محمود آباد میں تحصیلدار رہے ۱۲۶۴ھ میں انتقال کیا، سید انوار الحق بھی بڑے سخی فیاض اور صاحب علم تھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

سید عبدالرحمٰن ابن مولوی سید عبدالسبحانؒ

مولوی سید عبدالسبحان کے چھوٹے صاحبزادہ تھے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھانجہ خاندان کے لوگ ان کو چھوٹے میاں کہہ کر پکارتے تھے، بڑے جری اور صاحب اقبال تھے، قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، شروع میں لکھنؤ میں لشکر میں ملازم رہے، ہجرت کے وقت حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ ہوئے مگر ٹونک پہونچ کر سید صاحب نے ان کو رائے بریلی بھیجا کہ وہ اہل عیال کو لے آئیں مگر جب ٹونک پہونچے تو سید صاحب آگے بڑھ چکے تھے اور پھر زندگی میں شرف زیارت حاصل نہ ہوسکا، پھر سندھ گئے اور سید صاحب کے انتظام کے مطابق پیرکوٹ میں سید صبغت اللہ شاہ کے پاس ٹھہرے جن کے خاندان نے بعد میں پیر پگاڑو کے نام سے ہمہ گیر شہرت حاصل کی، سید صاحبؒ کی خواہش تھی کہ اہل وعیال کو سرحد بلوالیں مگر راستہ میں درانی سرداروں کی شورش سے راستہ بڑا پر خطر تھا، اس انتظار میں کہ راستہ پر امن ہو سید صاحب کی شہادت کی خبر ملی۔

سید عبدالرحمٰن قرآن شریف خوب پڑھتے تھے ایک بار تہجد میں سورہ روم کا ایک رکوع حفظ کر رہے تھے، حضرت سید صاحب نے رکوع سن لیا اور صبح کی نماز کے بعد بلایا اور فرمایا مراقبہ لوجہ اللہ کا مضمون یہی ہے۔

سید عبدالرحمٰن حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد دس سال تک سندھ میں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بھوپال میں تحصیلدار رہے اور آخر عمر میں اپنے وطن نصیر آباد آگئے اور خانہ نشین ہوگئے ۱۳۰۵ھ کو انتقال کیا اور تین فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید اعلی شاہ، (۲) محمد حسن، (۳) محمود، سید اعلی شاہ کے ایک بیٹے محمد اسحٰق تھے اور ان کے صاحبزادہ سید اشفاق۔

www.abulhasanalinadwi.org

رہے پھر علی مراد خاں والی خیر پور نے ان کو اپنا مصاحب بنالیا، ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں نواب وزیر الدولہ نے ان کو دعوت دے کر اپنے پاس بلایا، وہ حضرت سید صاحب کے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین کے ساتھ ٹونک آگئے، نواب ٹونک نے ان کو کپتان مقرر کردیا اور وہ ریاست کے جملہ امور کے ذمہ دار ٹھہرے اور انہیں کے حکم پر مسجد قافلہ کا انتظام ہوا اور جمعہ و جماعت قائم ہوئی، قافلہ کے سارے مقدمات انہیں کے سپرد ہوتے۔

ایک عرصہ تک سرونج کے ناظم رہے، موجع ڈاڈرہ جمعی آٹھ ہزار جاگیر میں تھا، آپ کا خطاب قطب الامرا بدر الملک سید عبد الرحمن خاں بہادر مظفر جنگ تھا، آخر میں آپ خانہ نشین ہوگئے، آخر کار فالج کا حملہ ہوا اور بروز جمعہ ماہ رجب ۱۲۸۷ھ کو اسی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، ایک صاحبزادہ سید عبد الرزاق تھے جو مادرزاد ولی تھے، نہایت متقی، متورع جوان صالح والد کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا، ان کے علاوہ اور کوئی اولاد نہ ہوئی اور سلسلہ ختم ہوگیا۔

مولوی سید محمد امین اگھا میاںؒ

حضرت شاہ علم اللہ کے چچازاد بھائی مولانا سید ہدایت اللہ، شاہجہانی دور کے ایک اہم عہدہ پر فائز تھے اور اپنے وقت کے ایک بڑے ذی علم شخصیت کے مالک تھے ان کی اولاد میں مسلسل ذی علم حضرات ہوئے اور مختلف دور میں محکمۂ قضا پر فائز ہوتے رہے، ان میں قاضی محمد قابل، سید محمد شامل، سید محمد یقین (۱) قابل ذکر ہیں، سید محمد یقین کے ایک صاحبزادے سید محمد امین عرف اگھا میاں تھے ان کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ قوت وطاقت بے پایاں عطا کی تھی، ان کی قوت وطاقت کے واقعات بہت مشہور ہیں،

(۱) مولانا سید ہدایت اللہ کے بیٹے قاضی امین اللہ کے بیٹے قاضی شامل ہیں ان کے بیٹے سید محمد یقین مولانا ہدایت اللہ کے دوسرے بیٹے سید عبد الرحیم شہید ہوئے وہ حضرت شاہ علم اللہ کے داماد تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی طرح عملیات میں ان کو بڑا دخل تھا، بڑے عامل اور کامل تھے، صبح وشام عوام اور خواص ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مطلب براری کرتے، ان کے بعض واقعات ایسے مشہور ہیں، جو اس وقت ہم جیسے ضعیف البنیان لوگوں کو سمجھ میں نہیں آسکتے ان کو اللہ تعالی نے اولاد بھی اعلی صلاحیتوں کی عطا کی تھی، زوجۂ اولی سے چار صاحبزادے، سید محمد نعیم، سید محمد مقیم، سید محمد سلیم، سید محمد مستقیم اور دو دختر تھیں، سید محمد مقیم اور سید محمد سلیم ۱۲۷۳ھ میں جنگ اہلادگنج میں شہید ہوئے دونوں بھائی بڑے جری اور غیور تھے اور شاہان اودھ کی فوج میں تھے، سید محمد مستقیم جری اور جوان صالح تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ سے تعلق رکھتے تھے، اور رفض کے بڑے مخالف تھے، جب حضرت سید صاحب نصیر آبادی تشریف لے گئے تو یہ تلوار لیے پہرہ دے رہے تھے اور سید صاحب کی آمد کی خبر اہل نصیر آباد کو دی تھی، سید محمد سلیم کے ایک صاحبزادہ سید احمد مرتضی تھے جو اپنے والد کی طرح سرکار اودھ میں ملازم تھے، اور بڑے صاحب وجاہت اور لیاقت تھے۔

اگھا میاں کے دوسری اہلیہ سے تین بیٹے سید حیدر علی، محمد مبین، محمد شامل تھے اور ایک بیٹی خاتون بی[1] زوجہ مولانا سید محمد طہ نصیر آبادی تھیں، صاحبزادہ سید حیدر علی بہت نیک وصالح پرہیزگار تھے، ٹونک میں مدت تک رسالدار رہے اور ۱۳۰٦ھ میں انتقال کیا، دوسرے صاحبزادہ سید محمد شامل بھی نیک سیرت تھے، بڑے جری قانع اور بہت اچھے شہسوار سخی اور فیاض تھے، حضرت شاہ ضیاء النبی حسنیؒ کے مرید تھے، سید عبد المعبود جو سید حیدر علی ابن سید محمد امین اگھا میاں کے صاحبزادہ تھے کتب درسیہ پوری کر کے عین جوانی میں انتقال کر گئے، جوان صالح، کم گو، سنجیدہ اور متین تھے، سید حیدر علی کی صاحبزادی خیر النساء مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کی زوجہ ثانیہ تھیں۔

---

(۱) والدہ حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید محمد مستقیم نصیرآبادیؒ

سید محمد امین عرف اگھا میاں کے بیٹے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے پائی بڑے صاحب اوصاف شخص تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید باختصاص تھے اور ان کی معیت میں رہتے تھے اور سفر حج میں بھی خدمت بابرکت میں رہے، منظورۃ السعداء میں مولانا جعفر علی نقویؒ نے ان کے متعدد واقعات نقل کیے ہیں سید محمد مستقیم بیان کرتے ہیں۔

''جب حضرت سید احمد شہیدؒ دہلی سے دولت خانہ رائے بریلی تشریف لائے ہوئے تھے صبح کی نماز کے بعد روزانہ توجہ کا حلقہ لگایا کرتے تھے تمام اکابر علماء و دیگر رفقاء اور یہ خاکسار بھی ہوتا تھا، ایک دن استغراق کی حالت (مجھ پر) طاری ہوئی، اس حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک نورانی شخص نے حضرت سید صاحب کے سامنے آکر کہا کہ جناب رسالت مآب ﷺ تشریف لا رہے ہیں، دیر نہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ رونق افروز ہوگئے اس وقت حضرت سید صاحب کی پیشانی سے ایک نور پھوٹ رہا تھا جو کہ آسمان تک پہونچ رہا تھا، سید صاحب جناب رسالت مآب ﷺ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک کو سید صاحب کے چہرہ و پیشانی پر پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ پروردگار عالم جل جلالہ فرماتا ہے کہ تمھارے تمام کام پسند ہیں، پھر آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے، جب اس حالت سے مجھ کو افاقہ ہوا تو حضرت سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ کس عالم میں ہو میں نے عرض کیا کہ اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا، فرمایا کچھ تو کہنا چاہیئے جب میں نے عرض کیا تو ارشاد فرمایا اس وقت رکے رہو تنہائی میں سنوں

www.abulhasanalinadwi.org

گا، پھر وہاں سے اٹھ کر مسجد کی چھت پر تشریف لے گئے، اور مولوی محمد یوسف پھلتی کو زینہ پر اس غرض سے بیٹھا دیا کہ وہ دوسروں کو آنے سے روکیں، اور تنہائی میں مجھ سے حالات کے متعلق استفسار کیا، میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا، اس کو سن کر حضرت آبدیدہ ہو گئے اور اپنے عجز و انکسار اور حق تعالیٰ کی عنایات اور احسانات کا تذکرہ فرمایا اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا فرمائی۔

(منظورۃ السعداء، ترجمہ مولانا مفتی عبید اللہ الاسعدی)

سید محمد مستقیم کو ترقی باطنی اور حصول دولت عشق الٰہی کی بڑی تمنا اور آرزو تھی اور اس کے حصول کے لئے وہ اپنی زندگی کھپائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت سید صاحب کے ذریعہ ان کی یہ آرزو کس طرح پوری کی بیان کرتے ہیں:

''رمضان المبارک تھا میں نے حضرت سید صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھ پر ایسی توجہ فرمادیں کہ میرے دل میں محبت الٰہی کی ترقی ہو اور تجلی کے انوار کی زیارت ہو، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ معاملہ تو قدرت الٰہی کے بس میں ہے، میرے اختیار میں نہیں ہے، مگر تم اس ماہ کی ۲۷ر تاریخ تک انتظار کرو، اس رات میں تمہارے لیے دعا کروں گا، میں اعتکاف میں تھا کہ ستائیسویں تاریخ آگئی، تہجد کے وقت حضرت تشریف لائے، جب کہ رات کا آخری تہائی حصہ تھا اور فرمایا کہ میں اس وقت، اس دن کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں، پھر حضرت نے مراقبہ فرما کر مجھ پر توجہ فرمائی، جس سے مجھ پر غشی طاری ہوئی، دیکھا کہ جناب رسالت مآب ﷺ آئے ہوئے ہیں، اور سورج کی مانند ایسی تجلی (روشنی) پیدا ہوئی کہ نظر بصیرت اس کی تاب نہیں رکھتی تھی اس تجلی کے گرد ملائکہ جمع تھے جن میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص ہیں؟ پھر ان ہی نے کہا یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہ تجلی جو تم دیکھ رہے ہو حق تعالیٰ شانہ ہیں، میں اسی

حالت میں تھا کہ حضرت سید صاحب نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا بس! جب مجھے افاقہ ہوا فرمایا تم اپنے مقصد کو پہونچ گئے، میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر فرمایا آج کی رات لیلۃ القدر ہے اور مجھ کو میرے پروردگار نے دوسرے حالات سے بھی آگاہ کیا ہے جس کو میں بیان نہ کروں گا، اس حال کا اثر ایک مدت تک اتنا تھا کہ دنیا کی تمام چیزیں میرے دل سے محو ہو گئی تھیں اور محبت الٰہی اور ذوق وشوق کا جوش تھا۔"

سید محمد مستقیم کا ایک فرزند زوجۂ اولی سے جو سید محمد جامع بن مولانا سید محمد واضح حسنی کی صاحبزادی تھیں تولد ہوا لیکن بچپن میں ہی انتقال کر گیا دوسری اہلیہ سے دو صاحبزادیاں ہوئیں صاحبزادی زہرہ خواہر زادہ سید محمد متین بن مولانا سید محمد طہٰ نصیرآبادی کو منسوب تھیں۔

شاہ سید محمد معینؒ

مولانا سید محمد معین سید محمد امین اگھا میاں کے پوتے اور سید محمد جامع بن مولانا سید محمد واضح کے نواسہ تھے، مدتوں شاہ اودھ کے سواروں میں رہے، مولانا سید محمد ظاہر حسنیؒ کے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ تھے مرید ہوئے [۱]، اپنے اسلاف کے نقش قدم پر زندگی گذاری اور پوری عمر صلاح وتقویٰ کے ساتھ بسر کی، باوجود سواروں میں ہونے کے جہاں آزاد زندگی کا دور دورہ تھا اور ایک عالم دنیاوی زندگی گزار رہا تھا، قدم قدم پر لہو ولعب کا بازار گرم تھا، آپ کمال احتیاط، زہد وقناعت کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے الگ رہ کر زندگی بسر کرتے، اتباع شریعت میں مشہور تھے، جہاں بھی لہو ولعب کا موقع دیکھتے فوراً منہ پھیر کر دوسری طرف چل دیتے، غیرت وحمیت بہت پائی تھی جب انگریزوں کی عملداری ہوئی تو ان کا ملازم رہنا گوارہ نہ کیا اور نوکری چھوڑ کر

---

(۱) مولانا سید محمد معین کی والدہ سیدہ رفیعہ مولانا سید محمد ظاہر صاحب کی اہلیہ سیدہ رقیہ کی بہن تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے گھر آبیٹھے اور بڑی قناعت و زہد کی زندگی اختیار کرلی، شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے حسن تخلص کرتے تھے اور بھاکا میں شعر کہتے تھے۔ (۱)

اپنے جد امجد سید محمد امین سے فن عملیات کو حاصل کیا اور اس میں امتیاز پیدا کیا، مروت حد سے زیادہ تھی، امراض کو سلب کرلینا ان کے لئے بہت آسان تھا، مولانا سید محمد ظاہر خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے اجازت بھی حاصل تھی، اور پٹھانوں کی ایک بڑی آبادی ان کی معتقد تھی وہ اکثر اپنے مریدوں کے یہاں جاتے اور بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے، پٹھان ان کے لئے اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے، آپ بوڑھے ہوئے اور قوائے ظاہری نے جواب دے دیا اپنے ایک مرید کے اصرار پر اس کے بیٹے کا مرض سلب کرلیا جس کو ان کے قویٰ سہار نہ سکے اور اسی میں ان کا انتقال ہوا، ۱۱ ر رجب ۱۲۸۷ھ کو امام گنج پرگنہ رائے بریلی میں درد گردہ اٹھا اور انتقال فرماگئے، تین فرزند سید محمد نعیم، سید محمد یقین، سید محمد مقیم عرف یامین (اور ایک صاحبزادی طیب النساء) یادگار چھوڑے۔ (۲)

مولوی سید علی مرتضیٰ

مولانا سید علی مرتضیٰ سید عبدالشکور مصنف گلشن محمودی کے صاحبزادہ تھے،

---

(۱) مولانا فخر الدین خیالی صاحب مہر جہانتاب ان کے ہم عصر تھے اور ان کے علم و فضل تقویٰ و طہارت کے بڑے قائل تھے وہ لکھتے ہیں" سید محمد معین زاہد زمانہ مردے مردانہ دلاوری پیشہ شجاعت اندیشہ، حسن الشکل، حسن الخلق، صاحب وضع ذی فتوت بود در سیات فارسی و در علم تکسیر در قیت بکمال آں رسیدہ" آگے وہ لکھتے ہیں طبعی نظم درشت وگاہے گاہے ریختہ و بھاکا میفر مود" پھر ان کے چند اشعار لکھے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ہولی کے دن آئی سیاں کونے دیس لو بھائی سیاں
برہ کی بازی الگاوت سارے سولہو سنگار بنائی سیاں
کوؤ پر لگادی رنگ چوندریا کوی لبی لگائی سیاں
لبنہ میسو برچھ سب پھولے مومین توبہ ہاجرائی سیاں
ہولی کے دن چار سکھی رہے انھوں حسن بن آئی سیاں

(۲) صاحبزادی طیب النساء عارف باللہ حضرت شاہ ضیاء النبی صاحب حسنی کو منسوب ہوئیں جن کی صاحبزادی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ تھیں، مولانا سید محمد معین کا عقد مولانا سید محمد بن اعلیٰ نصیر آبادی (م ۱۲۸۶ھ) کی صاحبزادی بی بی عاصمہ سے ہوا تھا جو شاہ اسماعیل شہید کے شاگرد اور حضرت سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ تھے۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

۸؍ربیع الاول ۱۲۶۴ھ کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالا اور مقامی علماء سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد ٹونک گئے اور مشہور اہل فضل وکمال سے درسیات کی تکمیل کی اور اپنے ہمعصروں میں امتیاز حاصل کیا، بڑے نیک اور پاکیزہ اخلاق تھے، ہر کسی سے خوش خلقی اور خندہ روئی سے ملتے اور فائدہ پہونچاتے اس کے ساتھ ذوق عبادت اور شوق تلاوت بہت بڑھا ہوا تھا، عالم باعمل، عبادت گزار اور شب بیدار تھے، شباب نشأ فی عبادة الله کے صحیح مصداق تھے، علم کا اتنا شوق تھا کہ باوجود سفر اور جہاں گشتی کے ہر وقت کتاب بغل میں رہتی جہاں بھی کسی عالم کو دیکھتے اس کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتے اور کتاب پڑھنے لگتے، بہت کم عمری میں انتقال ہوگیا، ۹؍ربیع الاول ۱۲۸۹ھ کو ۲۵؍سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی یادگار میں کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادیؒ

حضرت شاہ علم اللہ کے برادر عم زاد دیوان سید خواجہ احمد نصیر آبادی کے اخلاف میں تھے، اپنے زمانہ کے شیخ المشائخ اور مرجع خاص وعام تھے، ۱۲۴۱ھ میں نصیر آباد میں پیدا ہوئے، مشہور شیخ طریقت مولانا محمد یسین نصیر آبادیؒ کے صاحبزادہ تھے اور انھیں کے تربیت یافتہ تھے مختصرات حضرت مولانا سید محمد ابن اعلیٰ شاہ نصیر آبادی سے پڑھیں، پھر مولانا سخاوت علی جونپوری کی خدمت میں جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے اجلۂ خلفاء میں تھے باندہ حاضر ہوئے اور مکمل تین سال رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل کی اس کے بعد مولانا سخاوت علی کے ساتھ جونپور گئے وہاں سے پھر باندہ واپس ہوئے اور اپنی تعلیم مکمل کی اور مزید دو سال قیام کیا، ۱۹؍سال کی عمر میں ۱۲۶۰ھ میں دستار بندی ہوئی اور والد کی رحلت سے ایک سال قبل وطن واپس ہوئے اور شادی کی، سب سے پہلے شیخ یار محمد لال گنجی کے جو حضرت سید نجم الہدیٰ نصیر آبادیؒ کے خلیفہ تھے مرید ہوئے اور ان سے سلوک کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مولانا سید محمد نصیر آبادی بن سید اعلیٰ شاہ نصیر آبادی سے تعلق قائم کیا اور ان سے طرق خمسہ

www.abulhasanalinadwi.org

(۱) ادریہ (۲) چشتیہ (۳) نقشبندیہ (۴) مجددیہ (۵) محمدیہ حاصل کیے، ۱۲۷۸ھ میں حج و زیارت کا فریضہ انجام دیا اور وہیں مولانا شاہ محمد یعقوب محدث مہاجر مکی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور چھ ماہ ان کی خدمت میں قیام کیا اور سند حدیث لے کر خرقۂ خلافت حاصل کیا، ۱۲۷۹ھ میں وطن پہونچے اور وطن کے اردگرد کے گاؤں اور مقامات میں مختلف برادریوں جن میں قریشی، گوجر، بہالہ سلطان، بھٹی میں اصلاح کا کام کیا اور بہت جلد ان کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کردی اور دیکھتے دیکھتے وہ برادریاں پابند صوم وصلوۃ بن گئیں اور مشرکانہ رسوم ورواج ترک کردیئے، مولانا خواجہ احمد سے کشف وکرامات کا بڑا ظہور ہوتا تھا۔

مولانا حکیم سید عبدالحی نے نزہۃ الخواطر میں مولانا خواجہ احمد صاحب کے متعلق جو بلند الفاظ استعمال کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

وکان رحمه الله في التقوى والديانة واتباع الحق والاقتداء بالدليل وردالشرك والبدع آية باهرة وقدرة كاملة و نعمة ظاهرة من الله سبحانه وكان معظما لحرمات الله دائم الابتهال كثير الاستعانة قوي التوكل ثابت الجأش قوي النسبة ذاعبادة وتهجد وطول الصلوة الى الغاية القصوى وتاله ولهج بالذكر وشغف بالمحبة والانابة والافتقار الى الله تعالىٰ والانكسار له والاطراح بين يديه على عتبة عبوديته لايخاف في الله لومة لائم ولايهاب احداً في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر۔ (۱)

مرحوم تقوی دینداری، اتباع شریعت، پیروی کتاب وسنت اور شرک وبدعات کی تردید میں آیت خداوندی معلوم ہوتے تھے، محرمات کو بہت زیادہ گراں سمجھتے (دربار خداوندی) میں گریہ کناں اور استعانت کے طالب ہوتے اسی ذات پر بھروسہ رکھتے، مضبوط ارادوں کے مالک تھے، صاحب نسبت تھے، عبادت گذار، شب بیدار تھے، ذاکر وشاغل تھے، رکوع وسجدہ طویل کرتے، خشیت الٰہی کے پیکر تھے، ہر حال وہر معاملہ میں رجوع الی اللہ کرنے والے تھے بندگی اور عبودیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، عاجزی وانکساری اور تقویٰ اور خوف خدا غالب تھا، اللہ کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کا خوف نہ کھاتے۔

---

(۱) نزہۃ الخواطر ۷/۴۵۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کے بیشمار خلفاء ہوئے ان میں مولانا جنید بن سخاوت علی، مولانا شبلی بن سخاوت علی، قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری، مولانا بخشش احمد قاضی پوری، مولانا فیض اللہ دلموی، مولانا فیض اللہ اورنگ آبادی، مولانا احمد بن محمد نصیر آبادی، مولانا سید عرفان ٹونکی[1]، مولانا شاہ ضیاء النبی رائے بریلوی، مولانا فخر الدین خیالی رائے بریلوی، ان کے علاوہ بیشمار مخلوق خدا نے استفادہ کیا۔

مولانا آخر میں بہت کمزور ہوگئے تھے اور صحت نے جواب دے دیا تھا اس کے باوجود لوگوں سے ملتے، ان کی اصلاح کا کام کرتے تھے، انتقال کے دن صبح اپنے اعزہ کو بلایا نصیحتیں کیں اپنی خوشنودی کا اظہار کیا پھر اپنے سارے معمولات پورے کیے اور مختلف بزرگوں کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی، فجر سے پہلے ضربات نفی واثبات لگائے اور اپنے صاحبزادوں کو حاضر باش رہنے کا حکم کیا، ظہر کی نماز ادا کی، نماز کی ادائیگی کے بعد اللہ یار خاں سے فرمانے لگے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں پاؤں سیدھے کردیئے جاتے ہیں اور دونوں آنکھیں بند کردی جاتی ہیں اور دونوں پاؤں سیدھے کرکے دونوں انگوٹھے باندھ دیئے جاتے ہیں اور اس کی داڑھی باندھ دی جاتی ہے، اس کو سن کو مولانا کے برادر نسبتی سید عبدالوہاب نے کہا آپ ایسی باتیں کیوں فرماتے ہیں کہ جس سے لوگوں کو تشویش ہوتی ہے فرمایا میں مسئلہ بتاتا ہوں اس کے بعد چند عورتیں آئیں ان کو مرید کیا اور توبہ کرائی اور نصیحتیں کیں پھر اپنے متعلقین کو بلا کر فرمایا کہ ہمارے یہاں رسوم بدعات از قسم سویم، چہلم وغیرہ کچھ نہیں ہوتا اور گریہ وزاری بلند آواز سے خلاف سنت ہے، اللہ و رسول کے احکام کو بجالانا واجب ہے کوئی کام خلاف احکام خدا اور رسول نہ کرنا چاہئے اگر محرم موجود ہو تو حج کرنا چاہیئے اس کے بعد فرمایا سب معاملہ درست ہوگیا پھر اپنے بعض مریدوں کو بلا کر فرمایا سب مسلمانوں کو السلام علیکم کہہ دینا اور پھر سیدھے لیٹ گئے اور پیر پھیلا دیئے اور سر تکیہ پر رکھ کر فرمایا دروازہ کھول دو اور حاضرین کو دروازے کے باہر کردو اب کوئی مجھ سے نہ بولے کہ اس

---

(۱) نواسۂ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید قدس سرہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

وقت میرا مواجہہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اس کے بعد لب ایک دوبار ملے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، مولانا کا انتقال جمادی الاولی ۹ ۱۲۸۹ھ کو نصیر آباد میں ہوا اور اپنے جدامجد دیوان خواجہ احمد کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ (۱)

مولانا سید خواجہ احمد کے دو صاحبزادے ہوئے (۱) مولانا سید خلیل الرحمٰن (۲) سید عبداللہ تحصیلدار۔

مولوی سعید الدینؒ

۱۲۱۳ھ کو دائرہ حضرت شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے،، مولانا حافظ غلام جیلانی کے دوسرے صاحبزادہ تھے، محمد صابر نام تھا لیکن سید سعید الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی کتب اپنے والد مولانا غلام جیلانی سے پڑھیں اور درسیات کی تکمیل لکھنؤ میں مولوی حکیم محمد حیات سے کی، علم ظاہری کی تکمیل کے بعد گھر آئے تو حضرت سید احمد شہیدؒ کا آفتاب ہدایت نصف النہار پر تھا، ہندوستان بھر کے علماء ومشائخ ان کے جلو میں تھے مولوی سعید الدین نے حضرت شہید کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا اور بیعت ہوگئے اور اکتساب فیض کرنے لگے علماء کی زیارت وصحبت سے مولوی سعید الدین حسنی بھی مستفید ہوتے، ان علماء میں مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحی بڈہانوی، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، مولانا شاہ ابوسعید مجددی، مولانا عبدالرحیم سہارنپوری امتیازی درجہ رکھتے تھے، ان کے علاوہ خاندانی علماء میں ان کے برادر بزرگ مولانا محمد ظاہر، چچا مولانا محمد جامع اور والد ماجد مولانا غلام جیلانی جیسے اہل فضل وکمال تھے، حضرت شہیدؒ کی کیمیا اثر نظر اور اہل کمال کی صحبت سے مولوی سعید الدین کو بڑا فائدہ پہونچا، حضرت سید احمد شہیدؒ کی

---

(۱) مولانا کے انتقال پر بہت سے عقیدت مندوں نے غم وافسوس کے اشعار کہے شیخ محمد یحییٰ ناظم نصیر آبادی نے اس شعر سے تاریخ نکالی ہے۔ نوشتم فی البد یہہ از سر افسوس تاریخش — ہزار ودو صد وہشتاد نہ سال از وداع او

تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے "کاروان ایمان وعزیمت از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ"۔ (مطبوعہ مکتبۂ اسلام لکھنؤ)

www.abulhasanalinadwi.org

شہادت کے بعد فکر معاش میں حیدر آباد کا سفر کیا واپسی میں شاہ کبیر الدین سہسرامی کی کوشش سے کلکتہ میں بابو راما پرشاد کے (جو امراء کلکتہ میں سے تھے) ملازم ہوگئے، ان کی معیت میں دہلی، اکبر شاہ بادشاہ ہند کی خدمت میں آگئے اور دو سال قیام کیا اور خلعت سے سرفراز ہوئے، اکبر شاہ کی طرف سے مولوی سعید الدین کا سفارت کے لئے لندن جانا طے ہوا اس ارادہ سے کلکتہ گئے مگر دونوں کا جانا نہیں ہوسکا، کلکتہ کے قیام میں انگریزی پڑھی اور وکالت کا امتحان دیا اور مظفر پور (بہار) میں وکیل سرکار مقرر ہوئے اٹھارہ سال کمال لیاقت، دیانت اور تقویٰ کے ساتھ وکالت کی ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد خانہ نشین ہوگئے اور مختلف علاقوں میں زمینیں خرید لیں، دائرہ شاہ علم اللہؒ میں دو پختہ حویلیاں تعمیر کرائیں اور آم ولیموں کے باغات لگائے، اتنی ثروت وامارت کے باوجود سادہ طبیعت پائی تھی، صلہ رحمی، خدمت خلق محتاجوں اور بیکسوں کے ساتھ حسن سلوک ان کا شیوہ تھا، بڑے سیر چشم اور فیاض تھے، سردیوں کے موسم میں گرم کپڑے، اور پھلوں کے موسم میں پھل بلا کسی تفریق کے تقسیم کرتے، فخر وغرور سے کوسوں دور تھے ہر کسی کا نام احترام سے لیتے، ورع اور تقویٰ بہت زیادہ پایا تھا، اتباع سنت اور پابندی شریعت میں ممتاز تھے، اگر کسی پر شبہ بھی ہوجاتا کہ اس میں شرک وبدعت کا اثر ہے تو اس سے ملنا گوارا نہ کرتے۔

مولانا عبدالحی صاحب نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

كان عالما فقيها صالحا دينا عفيفا صدوقا ذا سخاء و كرم لم يكن في زمانه مثله في حسن المعاملة و الصدق و الاحتراز عن السمعة و الرياء و الكبر و الخيلاء.	وہ راست گو، پاکدامن، متدین نیک عالم وفقیہ تھے، جود وسخاء کا پیکر تھے، حسن معاملہ اور راست بازی میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا، اسی طرح شہرت، ریاکاری تکبر گھمنڈ وغیرہ سے حد درجہ گریز کرتے تھے۔

مولانا فخر الدین خیالی صاحب "مہر جہانتاب" نے ان کو بہت زیادہ دیکھا ہے اور ان کی مجلسوں میں شریک ہوئے ہیں وہ مولوی سعید الدین کے بڑے قائل اور معترف تھے وہ بیان کرتے ہیں :

www.abulhasanalinadwi.org

نہایت جامہ زیب خوش وضع ووجیہہ بودند وباوصف انگریزی دانی ہم وضع نولبان نمی داشتند نہ کلمہ انگریزی برزبان می آوردند گویا ہیچ نمی دانند بلکہ ازحین خانہ نشینی بجز آیات قرآنی بیان نمی فرمودند یا مضامین کیمیائے سعادت بالجملہ بکمال متانت وخرم و دانشمندی وحقیقی تتبع امر شارع علیہ السلام زیستہ ند۔

نہایت جامہ زیب خوش وضع اور وجیہہ تھے، انگریزی دانی کے باوجود ماڈرن جوانوں کی طرح وضع نہ رکھتے، نہ انگریزی زبان پر لاتے جیسے کہ کچھ نہ جانتے ہوں، خانہ نشینی کے زمانہ میں قرآن مجید کی آیات کے علاوہ کچھ اور بیان نہ فرماتے یا کیمیائے سعادت کے مضامین بیان فرماتے، غرض کہ متانت ومسرت و دانشمندی اور شارع علیہ السلام کے امر کے حقیقی اتباع پر زندگی گزاردی۔

مولانا محمد اسماعیل شہید سے گہرا ربط وتعلق تھا اوران کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے اور علمی استفادہ کرتے، صراط مستقیم بہت پسند تھی اور وہ اسے اکثر پڑھتے اور دوسروں کو سناتے وہ کہتے کہ مولانا اسماعیل شہید خود مجھ سے فرماتے تھے کہ میں نے صراط مستقیم اس طرح لکھی ہے کہ حضرت جو مضمون بیان فرماتے میں لکھ لیتا پھر حضرت کو سناتا جہاں وہ ترمیم فرماتے میں اپنے لکھے ہوئے کو کاٹ دیتا اور وہ لکھ لیتا۔

مولوی سعید الدین نے اپنی حیات ہی میں اپنے دونوں صاحبزادوں میں شرعی حیثیت سے جائداد تقسیم کردی تھی، بروز جمعہ بعد غروب آفتاب ۲۳/جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ کو ۸۰/سال کی عمر میں وفات پائی اور مسجد کے شمال ومغرب کے گوشہ میں اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے، اپنی یادگار میں دوفرزند چھوڑے (۱) مولوی سید رشید الدین (۲) مولانا شاہ ضیاء النبی۔

مولوی سید عبدالباقیؒ

مولانا محمد جامع ابن مولانا محمد واضح محدثؒ کے صاحبزادہ تھے، ۱۲۰۳ھ میں

www.abulhasanalinadwi.org

دائرہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد ماجد اور عم بزرگوار سے حاصل کی اس کے بعد مشہور اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی اس کے بعد اردو اور فارسی ادب وشاعری کا ذوق پیدا ہوا تو مصحفی اور مرزا قتیل سے اصلاح لینی شروع کی اور ان دونوں کی توجہ سے شعروسخن میں کمال حاصل کیا باقی تخلص کرتے تھے۔

صاحب مہر جہانتاب نے مولوی سید عبدالباقی کے صدہا شعر نقل کئے ہیں ان میں سے چند نمونتاً درج ذیل ہیں۔

(فارسی)

آہے از دل چو کشم شعلہ بعماں افگنم ماہیاں راہم ازیں فغاں افگنم
در بزم از چشم چو یک قطرۂ خونیں چو لعل از جسد چوں بدل لعل بدخشاں افگنم
در فراقش نالہ کردن عادت عشاق نیست کیں خلاف عشق ہم ننگ مسلمانی بود
گر وصال دوست خواہی بے خور و بے خواب باش خوردن و خفتن ہمیشہ کار حیوانی بود
چوں شدی مخمور باقی از مئے وحدت خموش باز در کثرت فتادن کار نادانی بود

(اردو)

کوئی تڑپے کوئی پڑا مرجائے اس کو کیا کام دلبری سے ہے
تانہ اٹھے کوچہ دلدار سے میرا غبار چشم گریاں کر رہی ہے اشکباری ان دنوں

مولوی سید عبدالباقی دین ودنیا کے جامع تھے ایک طرف دولت ولیاقت تھی تو دوسری طرف تقویٰ اور زہد وورع میں کمال حاصل تھا، جماعت وتلاوت کے بیحد پابند تھے غازی الدین حیدر ونواب سعادت علی خاں کے عہد میں صاحب عہدہ ووجاہت رہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید اور صحبت یافتہ تھے، باوجود ضعف ونقاہت اور پیرانہ سالی کے نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتے خواہ سخت بارش ہو رہی ہو یا تاریکی چھائی ہوئی ہو، بعد نماز فجر معمول تھا کہ غزوات کا تذکرہ نظم میں پڑھ کر نمازیوں کو سناتے، دریائے

www.abulhasanalinadwi.org

گنگا کے کنارے کئی گاؤں اودھ کی حکومت کی جانب سے معافی میں ملے تھے اور وطن کے قریب بھی چند مواضع بطور اجارہ کے تصرف میں تھے، آپ کا مکان معزز لوگوں کی آمد ورفت سے معمور رہتا، نواب شرف الدولہ (شاہ اودھ) کے وزیر، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید تھے وہ جب رائے بریلی آتے تو آپ ہی کے مکان میں قیام کرتے، دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں ایک حویلی تعمیر کی تھی جس کے آثار اس وقت باقی نہیں رہے۔

۹۰/سال کی عمر پائی اور ۲۰/رجب ۱۲۹۳ھ کو بروز جمعہ انتقال کیا، بی بی حکیمہ بنت سید معصوم احمد عم خود سے شادی ہوئی اور دو صاحبزادے ہوئے (۱) سید عبدالوہاب (۲) سید عبدالقادر [۱]۔

شاہ سید عبدالوہابؒ

مولانا سید محمد جامع کے پوتے اور مولانا سید محمد واضح محدثؒ کے پرپوتے تھے، والد ماجد کا نام مولوی سید عبدالباقی تھا، کتابی علم سے کم آشنا تھے، لیکن حافظہ کمال کا پایا تھا، جو مسئلہ معلوم ہو جاتا بھول نہ سکتے، کوئی کتاب ایک بار سن لیتے پھر یاد ہو جاتی اول سے آخر تک سنا دیتے، تفسیر عزیزی پوری یاد تھی، ۲۰/پارے قرآن شریف کے حفظ تھے، کانوں سے کم سنائی دیتا تھا، لیکن زبانی علوم سے خوب واقف تھے، نحو صرف پڑھی تھی کئی کتابیں مسائل وفتاویٰ کی زبانی یاد تھیں، شعر خوب کہتے اور بے شمار کہتے آورد سے زیادہ آمد ہوتی اصلاح کی ضرورت ہی نہ پڑتی، مسائل کو اکثر اشعار میں بیان کر دیتے، اس طرح مسائل پر ایک پوری کتاب نظم میں مرتب کی جس میں پیدائش سے لے کر انتقال تک جو بھی مسائل پیش آتے ہیں ان سب کا احاطہ کیا، ان کا معمول تھا کہ بعد نماز عشاء مسجد کے مغربی حصہ کی طرف بیٹھ جاتے اور ساٹھ ساٹھ ستر ستر اشعار کہتے اور ذہن میں محفوظ رکھتے، دوسرے دن قلم ودوات

---

(۱) سید عبدالقادر اپنے والد کے بعد صرف سات سال زندہ رہے اور ۱۳۰۰ھ میں انتقال کیا اور صرف باون سال کی عمر پائی ایک فرزند یادگار چھوڑا جن کا نام عبدالوہاب تھا جو ہمیشہ بھوپال میں رہے اور وہیں انتقال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

منگا کر تحریر کروا دیتے، بڑے منکسر المزاج خوش خلق، خلوت پسند، عابد وزاہد متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے سوائے نماز اور کتاب بینی کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا، حضرت خواجہ سید احمد نصیر آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، والد ہی کی حیات میں شب شنبہ ۱۰ ر جمادی الاولی ۱۲۸۸ھ میں تقریباً ۶۰-۶۱ ر سال کی عمر میں انتقال کیا، چونکہ انتقال کے وقت طغیانی آئی ہوئی تھی اس لئے حضرت شاہ سید محمد ہدیٰ فرزند حضرت شاہ علم اللہؒ کے چبوترہ پر (جو مسجد کے شمال میں مشرق ومغرب میں مستطیل ہے) مدفون ہوئے، بی بی عظیم النساء بنت سید محمد مقیم ابن سید محمد امین (اگھامیاں) سے شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔

حکیم مولوی سید سراج الدینؒ

مولانا سید محمد واضح محدثؒ کے پوتے اور مولانا سید محمد جامع کے صاحبزادہ تھے، اپنے چچازاد بھائی مولانا سید محمد ظاہر (خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) سے تعلیم حاصل کی اور شعر وسخن کا ذوق پیدا کیا، اس کے علاوہ میاں رحمت بجنوری (جو شاعری موسیقی اور بھاکا میں کمال رکھتے تھے) کے ساتھ رہے تھے، بڑے قانع، آزاد منش، خندہ رو اور خوش خلق اور فیاض تھے۔

خوش الحانی بہت پائی تھی، قرآن شریف بڑی ترتیل وتجوید سے پڑھتے، بھاکا میں اشعار بھی کہتے تھے، موسیقی میں درک حاصل تھا، پھر حضرت سید احمد شہیدؒ (جو بنی اعمام میں سے بھی تھے) کے دست بابرکت پر بیعت ہو کر توبہ کر لی تھی، قرآن کی تلاوت بلا ناغہ کرتے تھے، زہد وورع بہت بڑھ گیا تھا، اعمال ورقیات اور طب میں کمال حاصل تھا، شب شنبہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ میں ستر سال سے زیادہ کی عمر میں انتقال کیا، اپنی یادگار میں ایک فرزند سید رفیع الدین[1] چھوڑا۔

---

(۱) سید رفیع الدین نے علوم ظاہری حاصل نہیں کیے تھا مگر بڑے سادہ مزاج اور جفاکش تھے خدمت خلق کا جذبہ بہت رکھتے تھے، ۱۲۷۰ھ میں مسجد کے کنویں میں صفائی کے خاطر اترے تھے کہ چڑھتے ہوئے گر گئے اور لنگ پیدا ہو گیا، آخر زندگی میں انابت الی اللہ بہت پیدا ہو گئی تھی، شب و روز سورہ اخلاص کئی ہزار مرتبہ پڑھتے اور "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا وھو الغفور الرحیم" کا وِرد رکھتے، ۵۰ ر سال کی عمر میں وفات پائی اور مجرد رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید فخر الدین خیالیؔ نے مہر جہانتاب میں مولوی سید سراج الدین کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے اور ان کے سیکڑوں اشعار نقل کیے ہیں جن سے شعر وسخن میں ان کا کمال اور بھا کا میں ان کی قادر الکلامی ظاہر ہوتی ہے۔

سیدے آزاد منش عالی ہمت متوکل	سیدے آزاد منش، عالی ہمت، متوکل اردو
موزوں طبع در ریختہ کامل در اشعار	میں موزوں طبع، بھا کا میں کامل، فن موسیقی
بھا کا ماہر درفن موسیقی است واز ہر	میں ماہر تھے اور نغمہ کی ہر نوع سے اپنے
نوع نغمہ در سخن خود ایزاد کرد دریں لغت	کلام میں اضافہ کیا اور لغت میں بہت
اشعار بسیار گفتہ۔	اشعار کہے۔

بخشی سید نور الہدیٰ

مولوی سید محمد علی خواہر زادہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے صاحبزادہ تھے، ۱۲۳۰ھ میں نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتب نصیر آباد میں وہاں کے علماء سے پڑھیں اس کے بعد لکھنؤ میں مشہور اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی، صاحب علم وفضل تھے خصوصاً حساب میں مہارت تامہ حاصل تھی، نواب وزیر الدولہ والی ٹونک جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید وخلیفہ بھی تھے اور صاحب ریاست وامارت بھی، ان کے دربار میں اچھے عہدہ پر فائز تھے، ملازمین کا رکھنا اور ان کا برخواست کرنا ان کے قلم سے ہوتا تھا، ایک سو پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی، آپ کا خطاب بدر الامراء بخشی الملک سید نور الہدیٰ خان بہادر ہیبت جنگ تھا، بخشی الملک کا عہدہ نواب وزیر الدولہ کے بیٹے نواب محمد علی خاں کے عہد میں ملا تھا، ساری زندگی کمال اقبال اور عزت وجاہ سے گذاری، بڑے فیاض وکریم تھے، فراخ دست، مہمان نواز تھے، ان کا مکان کیا تھا مہمانوں اور مسافروں کا مرکز تھا، ان کے پاس عرب وعجم کے علماء وسادات آتے تھے اور قیام کرتے تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے پابند صوم وصلوۃ تھے، قافلہ کی مسجد کی ترمیم کی اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، ۱۲۹۹ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں ہیضہ کے مرض میں انتقال کیا اور موتی باغ ٹونک میں مدفون ہوئے۔ دو فرزند یادگار چھوڑے، (۱) سید محمد (۲) سید عثمان، یہ دونوں اپنے والد کے بعد بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ سید نور الہدیٰ کے تین اور فرزند تھے جو دوسری بیوی سے تھے، (۱) عبدالحمید، (۲) محمد معین، (۳) محمد امین۔

مولوی سید ابوالقاسم
ابن مولوی سید احمد علی شہید

مولوی سید احمد علی شہید خواہرزادۂ حضرت سید احمد شہیدؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ تھے، علم وعرفان کی آغوش میں تربیت پائی اور اپنے زمانہ کے مشہور علماء سے تعلیم حاصل کی، پورے عالم اور فارسی میں دستگاہ رکھتے تھے، فارسی اشعار کہنے میں یدطولیٰ حاصل تھا، شہید تخلص کرتے تھے، عرفی کے جواب میں اشعار کہے اور فتوحات اسلامیہ کے سلسلہ میں اردو میں دیوان لکھا، شیریں گفتار، خوش طبع اور نہایت ہنس مکھ تھے، ایک مدت تک سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال کے شوہر نواب جہانگیر خاں کے ساتھ رہے اور عرصہ تک راجہ گوالیاء کی معیت و رفاقت میں زندگی گزاری اور آخر میں نواب وزیر الدولہ کے ملازم ہو گئے اور سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوگئی، لیکن نواب وزیر الدولہ کے زمانۂ حیات میں آزاد منش ہو کر زندگی گزاری لیکن ان کے انتقال کے بعد حالت بالکل بدل گئی، دنیا سے دل سرد ہو گیا، اور خوف وخشیت کا حال طاری رہنے لگا، عبادت کا ذوق پیدا ہو گیا، نواب وزیر الدولہ کے انتقال کے بعد ان میں جو انقلاب آیا اس کا ذکر مولانا حکیم عبدالحی نزہۃ الخواطر میں اس طرح کرتے ہیں:

www.abulhasanalinadwi.org

فلما توفى وزير الدوله تاب وانـاب الى الـلـه سبحانه بقلبه وقـالبـه وعـمـر اوقاته بالطاعات واشتغل بمطالعة الكتاب والسنه ولـم يـزل كـذلك بـراً تـقـياً ورعاً نـاسـكـاً صـوامـا قواماً ذاكراً لله سبحانه فى كل حال رجاعا اليه فـى كـل امـر وقـافاً عند حدوده واوامره ونواهيه (۱)۔

جب وزیر الدولہ کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے تائب ہوکر پوری طرح سے اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے اوقات کو طاعات میں گزار کر کتاب وسنت کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے، اور انہوں نے نیکی کولازم پکڑلیا، تقویٰ اور پرہیزگاری اور عبادت گزاری کا پیکر بن گئے، دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے، ہر معاملہ میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے بچتے تھے۔

شب وروز حدیث کا مطالعہ کرتے، صوم وصلوۃ کے بڑے پابند تھے، ۱۰ر محرم ۱۳۰۰ھ کو سارے اعزا کو جمع کیا اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھتے رہے اور سنتے رہے اور بعد میں یہ کہا کہ ۱۰ ر محرم حضرت حسینؓ کی شہادت کا دن ہے، پھر اللہ کے ذکر میں مصروف ہوگئے اور ذکر کرتے کرتے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ اپنی یادگار میں ایک صاحبزادہ سید ابوالحسن چھوڑا، جو مروت واخلاق اور لیاقت علمی میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے فیاضی وسخاوت اور ہمت وپامردی میں اپنے اسلاف کے نمونہ تھے ریاست ٹونک میں سررشتہ دار تھے اور خوش اوقات تھے۔ (۲)

---

(۱) نزہۃ الخواطر جلد سابع/۲۲ مطبوعہ دار عرفات ۱۹۹۲ء۔

(۲) مولانا سید ابوالقاسم کی ایک صاحبزادی کی شادی حکیم عزیز الرحمٰن امروہوی سے ہوئی جو اس وقت ٹونک میں شاہی طبیب تھے، ان کا تعلق امروہہ کے سادات رضویہ سے تھا ان کے صاحبزادہ حکیم مولانا سید حسن مثنی ندوی کا شمار ممتاز اہل علم وفضل میں ہوا، اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''حکیم صاحب مرحوم کے لئے اگر اللہ کو منظور ہوتا اور وہ تصنیف وتالیف کے میدان میں اترتے اور تاریخ وتراجم ادب وانشاء یا عربی میں کوئی علمی کام کرتے تو واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت ممتاز مقام حاصل کرسکتے تھے اور ہندوستان کے بلند پایہ اہل قلم اور مصنفین میں ان کا شمار ہوتا'' ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو انتقال کیا اور امروہہ میں ہی سپرد خاک ہوگئے، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت تھے (ملاحظہ ہو پرانے چراغ ۱/۳/۲۷۳-۲۸۴، (حمزہ)۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید نظام الدینؒ

حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی کے برادر اکبر، حضرت شاہ داؤد نے مدت العمر نصیر آباد میں قیام کیا ان کی اولاد میں بھی ایسے اہل فضل وکمال حضرات گذرے ہیں جنھوں نے علمی، دینی اور دنیاوی وجاہت وعزت کے ساتھ عمریں بسر کیں، ان حضرات میں میر احمد گجراتی جو گجرات میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے وقت کے ایک معزز اور صاحب اقتدار شخص تھے، اور برسر وزارت رہے، ان کے صاحبزادہ مولوی سید علی احمد ایک بڑے عالم وفاضل اور گوناگوں شخصیت کے مالک تھے، دوسرے صاحبزادہ سید حاذق محمد اپنے ہم عمروں میں بڑے نیک نہاد اور ستودہ صفات تھے، ۱۰ر محرم ۱۳۴۴ھ میں اہل تشیع کے ہاتھوں شہید ہوئے اور محلہ خالص ہاٹ شہر رائے بریلی میں مدفون ہوئے۔

مولوی سید نظام الدین، مولوی سید علی احمد کے فرزند رشید تھے اپنے والد ماجد کے سامنے زانوئے علم وادب تہہ کیا اور دینی تربیت حاصل کی، جب بڑے ہوئے تو اپنے اطراف کے مختلف اساتذہ اور علماء سے علوم کی تحصیل کی، فراغت کے بعد سرکار اودھ میں ملازمت اختیار کر لی اور آخر عمر تک ملازم رہے، جفاکشی، ہمت وجرأت اور پامردی کی صفات سے متصف تھے، سو سال سے زیادہ عمر پائی اپنی عمر کے مختلف اوقات میں اپنے وقت کے مشہور بزرگوں اور مشائخ طریقت کی خدمت میں حاضر رہ کر طریقت کا علم بھی حاصل کیا، دینی وجاہت اور علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ بڑے جہاندیدہ اور دنیاوی معاملات میں ہوشیار تھے، صاف گوئی بہت تھی کسی کو غلط کام کرتے دیکھتے تو بلالحاظ و

www.abulhasanalinadwi.org

تفریق ٹوک دیتے اور بلاخوف لومۃ لائم اس کو غلط کام سے روک دیتے وہ کسی کی وجاہت سے مرعوب نہ ہوتے، مدتوں ریاست ناگود میں ملازم رہے، ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ کو انتقال کیا اور قاضی عبدالکریمؒ کے مزار (قریب پل راج گھاٹ رائے بریلی) کے قریب مدفون ہوئے، دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید شمس الدین[۱] (۲) سید عبدالقیوم[۲]۔

مولوی سید نجم الدینؒ

مولوی سید علی احمد کے پوتے اور میر احمد گجراتی کے پرپوتے تھے، ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات سے متصف تھے، خدا نے علم و عمل کے ساتھ ساتھ قوت و طاقت، ظاہری وجاہت بھی عطا کی تھی، نہایت قوی الجثہ تھے، عزم و ہمت بہت پائی تھی مشکل سے مشکل کام کو آسان جانتے اور ہمت نہ ہارتے، نماز کے اتنے زیادہ پابند تھے کہ ہم عصروں میں امتیاز حاصل کرلیا تھا، آخر عمر میں نگاہ کمزور ہوگئی تھی اور راستہ چلنا دشوار ہوگیا تھا مگر اس کے باوجود نماز باجماعت کا پوری طرح اہتمام کرتے مسجد کے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے، آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوگیا مگر مسجد جانا نہیں چھوڑا، گرتے پڑتے اور سہارے سے مسجد پہونچتے اور نماز ادا کرتے، مولوی سید نجم الدین کے اس ذوق و

---

(۱) سید شمس الدین، حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی سے بیعت تھے اوراذکار و اشغال کے بہت پابند تھے، عبادت و ریاضت میں اکثر اوقات صرف کرتے، ضلع ناگود میں عرصہ تک ملازم رہے، اس کے علاوہ مختلف ریاستوں میں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، آخر عمر میں خانہ نشین ہوگئے تھے، ۲۱ رمضان ۱۳۶۱ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(۲) سید عبدالقیوم، ظاہری علوم کی تکمیل نہ کرسکے مگر ہر علم و فن کی کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق رکھتے تھے، بڑی سادہ طبیعت پائی تھی، قناعت و توکل حد درجہ تھی، سخت سے سخت وقت میں بھی کسی عزیز یا دوست سے مدد طلب نہ کرتے تھے حتی کہ قرض تک لینا گوارا نہ کرتے تھے، ساری عمر کتب فروشی کا مشغلہ رکھا، ۶۰ رسال کی عمر میں نصیر آباد میں ایک تالاب پر گئے بخار چڑھا ہوا تھا پانی میں جا پڑے جس سے سخت تکلیف ہوگئی اس تکلیف کی حالت میں رائے بریلی لائے گئے اور چند روز میں انتقال کرگئے، دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید احمد، (۲) سید محمود، یہ دونوں بزرگ اپنے والد کے نقش قدم پر رہے اور ساری عمر سادگی قناعت، توکل اور شہرت سے دور رہ کر گذار دی۔

www.abulhasanalinadwi.org

شوق اور نماز کے لئے اتنی محنت کو لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھتے اور جوان العمر اور قوی الجثہ لوگ بھی ان کی تقلید میں ہمت چھوڑ بیٹھتے، آخر عمر میں معذور ہو گئے اور ایک قدم چلنا دشوار ہو گیا اور عقل و ہوش میں بھی فرق آ گیا تو صاحب فراش ہو گئے ناچار جماعت چھوڑنی پڑی مگر نماز کسی حالت میں بھی ترک نہیں کی نہ وقت سے بے وقت ہونے دیا، ۸۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کیا اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اور اپنے پیچھے عبادت الٰہی میں ذوق و شوق کی اچھی مثال چھوڑ گئے، مدت تک عوام و خواص ان کے زہد و عبادت، شب بیداری اور نمازوں کے اہتمام، ذکر و شغل کو یاد کرتے رہے، مولوی سید نجم الدین کو انتقال کے بعد خاندانی قبرستان باغ قاضی عبدالکریم متصل پل راج گھاٹ رائے بریلی میں سپرد خاک کیا گیا، انتقال کے وقت دو فرزند یادگار چھوڑے، (۱) سید عبدالاحد[(۱)]، (۲) سید عبدالہادی[(۲)]۔

مولانا سید عبدالجلیلؒ

مولانا سید عبدالجلیل حافظ سید محمد ابن سید شاہؒ ابو اللیث کے صاحبزادہ تھے۔ ظاہری اور باطنی وجاہت اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی، مہمان نواز، سخی درویش صفت، پابند جماعت، ذاکر و شاغل اور خوش اوقات بزرگ تھے، قرآن شریف اور دلائل الخیرات

(۱) سید عبدالاحد ضروری علوم سے فارغ ہو کر مدتوں گوالیار میں ملازم رہے، بڑے خوش نویس تھے، زمین کی پیائش میں مہارت رکھتے تھے، کچھ عرصہ لکھنؤ میں بھی ملازم رہے، پھر بھوپال چلے گئے اور ملازم ہو گئے، آخر عمر میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور واپسی پر مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہو گئے اور بقیہ زندگی ذکر و شغل و عبادت و ریاضت میں گذاری۔

(۲) سید عبدالہادی شہید، سید عبدالاحد کے چھوٹے بھائی تھے، شروع ہی سے جہاد کا شوق اور جذبہ تھا اس وقت ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط ہو رہا تھا، رائے بریلی میں شورش برپا تھی، یہ اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ اس شورش میں شریک ہو گئے اور انگریزوں سے مقابل ہو گئے اور لڑتے لڑتے جان دے دی اور جام شہادت نوش کیا، اللھم ارحمه واحشره في زمرة الشهداء۔

www.abulhasanalinadwi.org

پابندی سے پڑھتے نوافل کثرت سے ادا کرتے، قصص ومسائل پر کافی عبور تھا، مختلف علوم وفنون (جن میں مسائل، قصص، رقیات، نسخہ جات، تاریخ، انساب واحادیث وغیرہ شامل ہیں) پر مشتمل ایک بیاض [1] تحریر کی تھی جس کی تقطیع چھوٹی اور مختصر ہے ۳۰ جلدوں میں مکمل کی، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید وخلیفہ تھے دو حج کیے پہلا حج حضرت سید احمد شہیدؒ کی ہمرکابی میں ہوا، اور دوسرا حج بعد میں تنہا کیا، مریدین ومعتقدین کی ایک بڑی جماعت چھوڑی جو قریب کے قصبات اور دیہاتوں میں پھیلی ہوئی تھی جن میں پٹھانوں کا علاقہ بلہ رائے بریلی قابل ذکر ہے، ان کی مجلس میں علماء اور فقراء بیٹھتے اور فائدہ اٹھاتے، ۱۳۰۰ھ میں موضع بلہ اپنے مریدین کے یہاں گئے ہوئے تھے کہ اچانک انتقال ہوگیا، نعش دائرہ شاہ علم اللہؒ لائی گئی، جہاں تک نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، کھیت اور راستے ہجوم سے بھر گئے تھے، تکیہ تک پہونچتے پہونچتے ہزاروں آدمی ہوگئے تھے، اپنے آبائی قبرستان روضہ حضرت شاہ ابوسعیدؒ واقع چھوٹی باغ (پورہ محمد میاں) میں اپنے جد امجد حضرت شاہ ابوسعید حسنیؒ کے پائنتی مدفون ہوئے۔

مولانا سید عبدالجلیل کے پانچ فرزند ہوئے، (۱) حافظ عبدالسلام، (۲) عبدالقیوم (۳) عبدالحفیظ (۴) عبدالرب (۵) عبدالرشید۔

(۱) حافظ عبدالسلام ۱۲۴۲ھ کو پیدا ہوئے قرآن شریف حفظ کیا اور ضروری تعلیم حاصل کی خوش اطوار اور خوش گفتار تھے ۳۱ سال کی عمر میں بیمار ہوئے اور غازی پور میں انتقال کیا، ان کے انتقال کے وقت ان کے فرزند کی ولادت ہوئی نام ابوسعید رکھا گیا، سید ابوسعید صلاح وتقویٰ میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے کتابوں کے بہت شائق تھے

---

(۱) مولانا سید عبدالحی اس بیاض کے متعلق لکھتے ہیں "سید عبدالجلیل مرحوم ایک سن رسیدہ بزرگ میرے رشتہ کے نانا تھے ان کی بیاض اتنی دلچسپ تھی کہ لوگ دور دور سے اس کے دیکھنے کو آتے تھے وہ بیاض کیا تھی جام جہاں نما تھا ہندوستان کے انقلاب کی چشم دید تاریخ ناموران ملک کی موت وحیات کا ابھرا ہوا خاکہ، فقہ وحدیث کے نوادر اور مشکلات کا حل شعراء کے نتائج فکر کا بہترین نمونہ غرض کہ وہ ایک ہی کتاب ہر مذاق کے لوگوں کے لئے دلچسپی کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید و معتقد تھے ان کا تاریخی نام ظہور الاسلام تھا۔

(۲) سید عبد القیوم ۱۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے، والد کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور علم سے بڑی مناسبت پیدا کر لی تھی بڑے عملی آدمی تھے طہارت و پاکی کا بڑا خیال رکھتے ۱۳۱۵ھ میں انتقال کیا اور ٹونک میں مدفون ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ کی نواسی سیدہ مریم بنت سید اسمٰعیل سے نکاح ہوا، دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید محمد (۲) سید ابواللیث، سید محمد حافظ قرآن تھے اور جوانی میں انتقال کیا کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی، سید ابولیث ٹونک میں سررشتہ دار تھے اور صالح تھے دو فرزند (۱) سید محمد (۲) سید احمد یادگار چھوڑے، سید محمد ۱۳۰۴ھ میں اور سید احمد ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(۳) سید عبد الحفیظ ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے علم کے ساتھ وجاہت بھی پائی تھی ٹونک میں نائب دیوان تھے اور وہیں ۱۷ رجب ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا اور موتی باغ میں مدفون ہوئے۔

(۴) سید عبد الرب ۱۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے بڑے نیک، صلح جو خندہ پیشانی تھے، شعر و سخن سے ذوق رکھتے تھے ہزلیہ اشعار بہت کہتے تھے آخر عمر میں تقویٰ بہت بڑھ گیا تھا دو حج کیے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ کو انتقال کیا کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ پانچویں صاحبزادے سید عبد الرشید کا ذکر آگے آرہا ہے۔

سید محمد سعید ٹونکی

مولوی سید عبد السبحانؒ کے پوتے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خواہر زادہ اور ہر وقت کے حاضر باش اور معتمد علیہ، سید حمید الدین کے بڑے صاحبزادہ تھے، بڑے خوشنویس، ذی علم، خوش سلیقہ، صالح، پابند شریعت اور صوم و صلوۃ تھے اور اوراد و اذکار کا بڑا اہتمام کرتے تھے، مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادی سے روحانی تعلق تھا، اور ان سے برابر مکاتبت رہتی تھی، دینی سیادت کے ساتھ ساتھ دنیوی وجاہت اور عزت کا مقام بھی

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل تھا، نواب ٹونک کے دربار میں بڑا تقرب حاصل تھا، مدتوں سرونج کے ناظم رہے اور ایک مدت تک اہلکار اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے، ایک سو پچاس روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر تھا، ساری عمر عزت و ناموری کے ساتھ گزاری، ستر سال کی عمر میں ۱۳۰۹ھ کو ٹونک میں وفات پائی اور موتی باغ ٹونک میں مدفون ہوئے، چار فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید احمد سعید (۲) سید ابو سعید[1] (۳) سید عبدالرزاق، (۴) حمید الدین۔

سید محمد اسحٰق عرف کلو میاں

حضرت سید احمد شہیدؒ کے نواسہ اور مولانا سید محمد اسحاق کے پوتے تھے، اپنے والد کی طرح کتابی علم کی طرف توجہ نہ کرسکے، مگر نماز باجماعت کے ازحد پابند تھے، قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کیا کرتے تھے، ریاست ٹونک کی طرف سے اچھی خاصی جائداد ملی ہوئی تھی اس کا انتظام بڑی خوش اسلوبی سے کرتے اور اعزا و اقارب، غربا اور عام لوگوں کے ساتھ احسان وسلوک کرتے اور امراء کی مجلسوں میں شریک ہوتے مگر کبھی لہو ولعب اور غلط کاموں میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے دامن کو ہمیشہ غلط کاموں سے بچایا، مولانا شاہ عبدالقیوم دہلویؒ کے مرید تھے۔

مولانا فخر الدین خیالی جو مدتوں ٹونک اور بھوپال میں رہے سید محمد اسحٰق کلو میاں کے قریب رہے ان کے حالات و اخلاق کا بخوبی مشاہدہ کیا، وہ ان کے اخلاق، تواضع، حلم اور متانت اور درویشی اوصاف کے بہت قائل تھے وہ ان کی صفات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان میں تین اوصاف کو امتیاز حاصل تھا (۱) اپنے زمانہ میں بڑے سخی اور

---

(۱) سید احمد سعید کا ذکر آگے آرہا ہے، سید ابو سعید بھی اپنے بھائی کی طرح علم سے دلچسپی رکھتے تھے اور صالح وخوددار تھے تین فرزند یادگار چھوڑے (۱) عبدالسلام، (۲) شریف احمد، (۳) جمیل احمد۔

www.abulhasanalinadwi.org

فیاض تھے اور شرافت ونجابت میں اپنی مثال آپ تھے۔(۲) لہو ولعب، تعیش سے کوسوں دور رہتے جوان کا ماحول تھا اور جوان کے ہم مشرب تھے ان میں رقص وسرود رائج تھا مگر وہ کسی وقت بھی ان مجالس میں شرکت نہ کرتے۔(۳) امراء سے پوری طرح استغنا برتتے تھے، نواب محمد علی خاں والی ٹونک بنارس میں تھے اس وقت بڑی خواہش رکھتے تھے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں مگر یہ کسی طرح راضی نہ ہوتے، حتی کہ قیام بھوپال کے دوران بیگم صاحبہ بھوپال نواب شاہ جہاں بیگم اور نواب صدیق حسن خاں والا جاہ نے بڑی استدعا کی کہ نذر ودعوت قبول کرلیں مگر انہوں نے پورے استغنا سے معذرت کردی اور کہا میں بھوپال اس لیے آیا ہوں کہ مولانا شاہ عبدالقیوم (فرزند رشید مولانا عبدالحی بڈھانوی) سے شرف نیاز حاصل کروں اور بیعت ہوں، کسی سے کچھ لینے یا دینے نہیں آیا ہوں۔"

ان میں ایک صفت یہ تھی کہ وہ حق بات کہنے میں کسی کی رعایت اور لحاظ نہیں کرتے تھے ہر ایک کے منہ پر صاف بات کہتے، فرائض کا اہتمام بہت کرتے، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کا بڑا ذوق رکھتے، خدا نے ان کے ہم عصروں میں دینی وجاہت کے ساتھ ساتھ دنیاوی وجاہت جتنی ان کو عطا کی تھی بہت کم لوگوں کو عطا کی تھی۔

۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ بروز یکشنبہ بخار ہوا اور پھر موتی جھرا کا مرض لاحق ہوگیا اور ۵۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، دو فرزند (۱) محمد اسماعیل[1] (۲) محمد نور نامی یادگار چھوڑا۔

---

(۱) سید محمد اسماعیل اپنے والد کے مولانا سید عبدالعلی نصیرآبادی کی ہمشیرہ سے اکلوتے فرزند تھے ایک حقیقی ہمشیرہ بھی تھیں جو سید محمد زبیر ٹونکی کے نکاح میں آئیں، سید محمد اسماعیل حافظ نور محمد کے شاگرد تھے بڑے خلیق، خوش طبع اور سادہ مزاج تھے والد صاحب کا سایہ بچپن میں سر سے اٹھ گیا تھا خاندان کے دوسرے بزرگوں کے دامن تربیت میں پرورش پائی ابتدائی عمر کے چند سال بڑے آرام وراحت سے گذارے ۱۹۲۱ء میں ٹونک سے بڑے بے سروسامانی سے نکلے اور پھر ساری عمر بڑے صبر وقناعت سے گذاری، تقسیم ملک کے بعد ٹونک میں انتقال کیا اپنی یادگار میں تین فرزند چھوڑے (۱) مولوی سید احمد الحسنی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی عربی میں بڑی مہارت اور استعداد رکھتے ہیں بہت اچھا لکھتے ہیں اور بہت خوب بولتے ہیں مدتوں مصر میں رہے اب پاکستان میں ہیں (۲) سید محمد ابراہیم دارالعلوم ندوۃ العلماء میں چند سال رہے اب لاہور میں ملازم ہیں، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

سید عبد الغنی رائے بریلوی

حافظ سید محمد احسن بن حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے دوسرے صاحبزادہ تھے، صاحب علم اور پابند اوامر شرعیہ تھے نیک خو اور بزرگ خصلت، کم سخن سراپا صلح ومحبت تھے اور دوسروں کا ادب کرتے، قناعت کی زندگی گذارتے، حرص وطمع سے کوسوں دور اور غیبت وبدگوئی سے نفور تھا، خاندان کے ہر فرد سے ملتے اور کسی کی طرف سے ملال نہ رکھتے، حضرت شاہ ضیاء النبی اور مولانا فخر الدین خیالیؔ سے بہت قلبی تعلق تھا اور ان حضرات کے پاس بہت زیادہ اٹھتے بیٹھتے تھے، ذات الجنب کی بیماری میں ۱۳۰۹ھ کو انتقال کیا، پانچ صاحبزادے یادگار چھوڑے [1] اور سید شاہ ابوسعید حسنیؒ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)(۳) سید محمد اسحٰق کراچی میں قیام ہے۔ (یہ تینوں پاکستان میں رہے اور وہیں انتقال کیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے ان تینوں کا گہرا تعلق تھا مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے پرانے چراغ حصہ سوم میں سید احمد الحسنی (متوفی ۱۹۸۹ء) پر تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے۔ (حمزہ)

(۱) سید عبد الخالق، فارسی اور انگریزی میں کمال حاصل کیا، مدت دراز تک حیدرآباد میں وکیل رہے، شعر وسخن کا ذوق پایا تھا، دریائے موسی کی طغیانی پر ایک نظم کہی تھی جس پر نظام دکن نے ۵؍ ہزار کا انعام دیا، لئیق تخلص کرتے تھے گلبرگہ میں انتقال کیا ایک فرزند محمد مطہر یادگار چھوڑا۔ (۲) سید نذیر احمد، بڑے خوش اخلاق پابند صوم وصلوۃ تھے مدتوں کورٹ میں پیشکار رہے، حضرت شاہ ضیاء النبی کے مرید تھے، ۲۷؍ شوال ۱۳۱۸ھ کو انتقال کیا، چھ فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید بشیر احمد جن سے پہلی بیوی سے محمد احمد اور دوسری بیوی سے محمد رفیق، محمد خالد ہوئے، (۲) سید محمد جمیل جن کے چار فرزند ہوئے، محمد طاہر، محمد خلیل، محمد عقیل، محمد شمیم۔ (۳) سید عزیز احمد وکیل جن کے محمد عزیر، محمد سلیم، شکیل احمد، نسیم احمد، وسیم احمد ہوئے، (۴) سید منیر احمد جن کے ایک فرزند ہوئے جن کا جوانی میں انتقال ہوگیا، (۵) سید سعید احمد (۶) سید رشید احمد۔

(۳) سید محمد حسن، فارسی انگریزی تعلیم حاصل کی حساب میں بھی کمال حاصل تھا، بڑے خوش وضع سادہ طبیعت اور ہر کس وناکس سے ملنے والے تھے، دو فرزند یادگار چھوڑے، مولوی محمد احسن، جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے امتحانات دیئے بڑی اچھی استعداد رکھتے تھے مختلف جگہ ملازم رہے اور آخر عمر میں لاہور میں ملازمت کی اور وہیں انتقال کیا، ایک فرزند کلو یادگار چھوڑا۔ دوسرے سید صدیق حسن تھے جو درس وتدریس کا کام کرتے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی حافظ سید احمد علی عرف چنو میاں

سید زین العابدین کے خلف الرشید، اور سادگی میں اسلاف کا نمونہ تھے، حافظ قرآن اور عالم وفاضل شخص تھے، خدمت خلق میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے، کوئی جنازہ ایسا نہ ہوتا جس میں شرکت نہ کرتے ہوں اس میں غریب وامیر کی خصوصیت نہ تھی، تکبر وغرور نام کو نہ تھا، چھوٹا بڑا کوئی راہ میں مل جاتا سلام میں پہل کرتے، ریاست ٹونک میں ملازم تھے اور وہیں انتقال کیا اور موتی باغ میں مدفون ہوئے، دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید محمد علی (۲) ابوالقاسم جن کا ۲۰ رسال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

سید محمد علی نے کتب درسیہ سے فراغت کر کے طب پڑھی اور مدت العمر طبابت کی حاذق طبیب تھے ٹونک میں ملازم تھے اور وہیں انتقال کیا ایک فرزند سید زین العابدین عرف میاں یادگار چھوڑا جو بہت سادہ طبیعت، منکسر المزاج تھے مدتوں ریاست ٹونک میں ملازم رہے لکھنؤ میں انتقال کیا اور دائرہ شاہ علم اللہ میں تدفین ہوئی، میاں کے دو فرزند ہیں (۱) مولانا سید احمد علی حسنی ندوی،[1] (۲) سید محمد علی مومیاں۔[2]

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) رہے اور کانپور میں انتقال ہوا، تین فرزند ہوئے، فاروق احمد پاکستان میں مقیم ہیں، محمد اطہر پاکستان میں ہیں، محمد طیب جن کا کم عمری میں انتقال ہوگیا۔

(۱) مولوی سید احمد علی ندویؒ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی تعلیم پوری کی سرکاری ملازم رہے، پھر کویت چلے گئے اور اب دار عرفات رائے بریلی کے مدیر (ڈائرکٹر) ہیں، تصنیف وتالیف خاص مشغلہ ہے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب "قصص النبیین" کا سلیس ہندی میں ترجمہ کیا ہے۔ (۲) سید محمد علی عرف مومیاں ٹونک میں ایک اسکول میں ٹیچر رہے وہاں سے ریٹائر ہو کر اب رائے بریلی میں قیام پذیر ہیں ان کے دو بیٹے ہیں حسن مثنی جو کمپیوٹر انجینئر ہو کر امریکہ میں ایک فرم میں ملازم ہیں دوسرے سید سہیل حسنی ہیں جو رائے بریلی میں تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید رشید الدین رائے بریلویؒ

مولوی سید رشید الدین بن مولوی سید سعید الدین ۱۲۳۹ھ میں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے جدامجد مولانا حافظ سید غلام جیلانی سے پڑھیں، پھر مولانا نور احمد خاں شاگرد رشید مولانا غلام جیلانی سے علم حاصل کیا اور اپنے والد مولوی سعید الدین کے ہمراہ کلکتہ چلے گئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی اور دو سال کے بعد واپس آئے اور لکھنؤ جاکر مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی سے صرف ونحو اور علوم آلیہ کی تحصیل کی اور اسی پر اکتفا کر کے وطن آگئے، جائداد کا انتظام سنبھالا، جائداد کے سلسلہ میں فتح پور اکثر جانا ہوتا تھا، شکار کا بہت شوق تھا، ایک بار بندوق چل جانے سے ہاتھ کی ہتھیلی زخمی ہوگئی اور دو انگلیاں بیکار ہوگئیں، نہایت تنومند اور قدآور آدمی تھے، باوجود ریاست وامارت، آرام وآسائش کے لہو ولعب اور تفریحات سے پوری طرح مجتنب رہتے، اہل لہوولعب سے اتنی نفرت تھی کہ جب اپنے کسی گاؤں کو جاتے تو ایسے آوارہ مزاج لوگوں کو گاؤں میں رہنے کی اجازت نہ دیتے اور اپنے زمانۂ قیام میں ایک شب بھی ان کا رہنا گوارا نہ کرتے، شرک و بدعت سے سخت تنفر تھا، رؤساء حکومت اور بڑے بڑے دنیاداروں کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا مگر کبھی بھی خلاف شرع حرکت کو برداشت نہیں کیا، حیا اور پاک دامنی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، نگاہ ہر وقت نیچی رکھتے، غیرت وحمیت بہت تھی، جود وسخا کے باوجود اسراف وتبذیر سے اجتناب کرتے، خدا نے خوش حالی عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود مال کو غلط جگہ خرچ کرنے کو پسند نہ کرتے تھے، ایک بار دیکھا کہ ایک پرندہ روٹی کا ٹکڑا جس پر گھی خوب لگا تھا گھر سے لے کر اڑا اور باہر گرادیا، یہ منظر دیکھ کر گھبرائے اور اظہار ناپسندیدگی کیا کہ کس نے یہ مال

www.abulhasanalinadwi.org

ضائع کیا، ان کے بارے میں یہ جملہ زبان زد خاص وعام تھا کہ مولوی رشید الدین صاحب کے گھوڑے بھی پرائی گھاس نہیں کھاتے۔

تلاوت قرآن کے بڑے پابند تھے اکثر یاد آخرت میں اشکبار رہتے، کلیات فقیر اکثر پڑھتے، مسجد میں نماز باجماعت میں حاضری میں کبھی خلل نہ پڑتا، سخت اندھیری اور برسات کی راتوں میں بھی نماز کو جاتے، آخر عمر میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے، حج کے ایام میں مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کے ممتاز مشائخ کی خدمت میں حاضری دی خصوصاً مولانا شاہ محمد مظہر مجددی سے استفادہ کیا، ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ میں وطن کو واپسی ہوئی اور مولانا محمد مظہر کی دعائیں لاتھ لائے، نیز اپنے قریبی عزیز مولانا عبدالسلام ہسوی کے نام مولانا محمد مظہر کا ایک والا نامہ بھی لائے مگر مولانا عبدالسلام صاحب کا چند ماہ پہلے ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ کو انتقال ہو چکا تھا حج کے بعد جائداد کا انتظام اپنے بڑے لڑکے مولوی سید خلیل الدین احمد کے سپرد کر کے خانہ نشیں ہوگئے اور عبادت الٰہی میں شب وروز گذارنے لگے، انتقال سے چند دن پہلے فالج گرا اور زبان میں لکنت پیدا ہوگئی، نماز اور طہارت کا بڑا خیال رکھتے، طہارت میں مبالغہ کی حد تک احتیاط پیدا ہوگئی تھی، جب تک زبان میں طاقت گویائی رہی اس آیت کریمہ کا ورد رہا ''فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِی مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِیْنَ'' اور جب زبان کی طاقت گویائی نے بھی جواب دے دیا تو اشارہ سے اللہ اللہ کہتے رہے اسی حال میں بعارضہ ضعف معدہ بروز یکشنبہ عصر کے وقت ۹ رذی قعدہ ۱۳۱۲ھ کو دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں انتقال ہوگیا، ۷۳ سال کی عمر پائی، دوشنبہ کے دن اپنے والد کی قبر کے مشرقی جانب مدفون ہوئے، سیدہ فخر النساء (م ۱۳۲۱ھ) دختر مولانا عبد العلی نصیر آبادی سے نکاح ہوا تھا پانچ فرزند ہوئے جن میں ظہیر الدین [1] کا جوانی میں انتقال ہوگیا کبیر الدین

---

(۱) سید ظہیر الدین جوان صالح اور ذہین تھے ۲۰ سال کی عمر میں درد گردہ کا شکار ہوئے لکھنؤ علاج کے لئے آئے مگر افاقہ نہیں ہوا اور یہیں انتقال کر گئے، مولانا فخر الدین خیالی کو اپنے ان بھانجہ سے بہت محبت تھی ان کے انتقال سے ان کو بڑا غم ہوا خود قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے ان کو دفن کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور ضیاء الدین کا بچپنے میں باقی دو مولوی سید خلیل الدین احمد اور سید امین الدین احمد اپنی عمر طبعی کو پہونچے اور قابل رشک زندگی گذاری۔ چار صاحبزادیاں تھیں۔ (۱)

حکیم مولوی سید محمد یامینؒ

سید محمد معین کے صاحبزادہ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی درسی کتابیں مشہور اساتذہ سے پڑھیں ان میں مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کا نام قابل ذکر ہے، طب حکیم عبدالولی و حکیم محمود خاں سے پڑھا، جرأت و ہمت وضعداری اور خوش اخلاقی میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے اپنے بڑے بھائی سید محمد نعیم کی طرح بڑے متین صالح اور عبادت گذار تھے، حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کے مرید تھے، رات دن عبادت اور خدمت خلق میں بسر کرتے تلاوت قرآن سے خاص شغف تھا، تقریباً ۲۵ پاروں کے حافظ تھے اپنے بھانجہ مولوی سید عبید اللہ اور بھتیجہ سید عبداللہ کے حفظ قرآن میں ان کی ہمت افزائی اور کوشش کا بڑا دخل تھا، ایک ریاست سدھولی (جو لکھنؤ اور رائے بریلی کے درمیان واقع ہے) میں راجہ کے طبیب خاص تھے وہ اپنے بھتیجہ سید محمد صالح کی بیماری کا سن کر آئے اور گھر پر ان کا علاج شروع کیا پھر یہ کہہ کر ریاست واپس ہوئے کہ میں چند دنوں میں آؤں گا مگر جاتے ہی اچانک انتقال ہوگیا نعش آئی، ان کے انتقال سے اہل وطن پر غم کا پہاڑ گر گیا، غریب و امیر سب اشکبار اور سوگوار تھے، ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ کو انتقال ہوا، انتقال کے وقت عمر کم تھی اپنی کم عمری کے باوجود نیکی، سعادت، متانت اور خدمت خلق کے نقوش دوسرے کے دلوں پر چھوڑ گئے، انتقال کے وقت ایک فرزند یادگار چھوڑا

(۱) حفصہ بی زوجہ سید محمد نعیم، عائشہ بی زوجہ سید حاجی احمد، صدیقہ زوجہ اولی مولانا سید ابوالقاسم حسینی ہسوی اور ہاجرہ زوجہ اولی سید احمد سعید بن شاہ ضیاء النبی حسنی۔

www.abulhasanalinadwi.org

جن کا نام سید محمد یوسف تھا۔[1]

مولوی سید احمد حسن نصیرآبادیؒ

مشہور شیخ طریقت مولانا سید محمد یٰسین نصیرآبادیؒ کے پوتے تھے، نصیرآباد میں پیدا ہوئے، علوم ظاہری فقہ وحدیث وتفسیر وغیرہ سے پوری طرح آگاہ تھے اور ان علوم پر گہری نظر رکھتے تھے، اپنے عم بزرگوار مولانا خواجہ سید احمد نصیرآبادیؒ سے علوم ظاہری حاصل کیے اور ان کی خدمت میں رہ کر سلوک کی راہ بھی طے کی اور ان کے خلیفہ ومجاز ہوئے، علم وفضیلت کے ساتھ ساتھ خوش خلقی، حسن سیرت، صلاح وتقویٰ عبادت و ریاضت اور خدمت وسلوک کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے، خدا نے دنیاوی وجاہت بھی عطا کی تھی، آخر عمر میں ریاست جادرہ چلے گئے اور تحصیلدار رہے اور بڑی دیانت وانصاف کے ساتھ کام کیا ان کی دیانت زبان زد خاص وعام تھی، مولانا سید عبدالحی حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر میں ان کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وکان عالماً بارعاً فی الفقہ والحدیث والعربیۃ متعبداً مذکراً زاھداً ناسکاً لہ قدم راسخۃ فی الفقہ والقناعۃ والتوکل والتقلل من الدنیا.

وہ فقہ، حدیث اور عربی زبان کے زبردست عالم تھے عبادت کرنے والے، ذکر کرنے والے اور زہد اختیار کرنے والے تھے، عقل وسمجھ، قناعت اور توکل ان کا طرہ امتیاز تھا، دنیا سے بچنے والے تھے۔

---

(۱) سید محمد یوسف مرحوم ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۷۰ھ میں وفات پائی، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر انگریزی پڑھی مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کے بہنوئی تھے ان کی کوشش سے ڈیڈ لیٹر آفس لکھنؤ میں ملازم ہوگئے، بڑے منکسر المزاج صوم وصلوٰۃ کے پابند، سادہ طبیعت، خلیق اور خوش مزاج تھے، ان کی پوری عمر لکھنؤ میں گذری وہیں بیمار ہوئے جب بیماری نے طول پکڑا تو دائرہ حضرت شاہ علم اللہ چلے گئے اور کچھ دنوں کے بعد انتقال کیا اور اپنے والد مولوی حکیم سید محمد یامین کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے ایک فرزند سید محمد یامین اور صاحبزادی سیدہ اسماء یادگار چھوڑا، سید محمد یامین، مولانا سید عزیز الرحمٰن حسنی کی صاحبزادی سیدہ ولیہ آپ کو منسوب تھیں ۱۳۹۷ھ کو رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ میں انتقال کیا نیک اور صالح شخص تھے خدمت خلق خاص عادت تھی ان کے بیٹے مولوی سید خالد حسنی ندوی ہیں جو دہلی میں برسرکار ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۲رشعبان ۱۳۱۷ھ میں فالج کا حملہ ہوا اور اسی مرض میں اس دنیا سے کوچ کیا اور اپنے چچا حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

مولانا کے دو فرزند تھے (۱) مولانا سید محمد حسین، (۲) مولوی سید محمد مقتدیٰ، مولوی سید محمد مقتدیٰ نے ضروری علوم حاصل کیے اور بھوپال میں تحصیلدار ہو گئے مولانا فخر الدین جوان کے ہم عصر ہیں لکھتے ہیں "مردے وجیہ ذی علم متین تحصیلدار ریاست بھوپال است" ۱۳۲۲ھ کو انتقال ہوا ایک فرزند پیدا ہوا تھا جس کا انتقال والد کی زندگی میں ۲۰ سال کی عمر میں ہو گیا تھا، اس کا نام خواجہ احمد تھا۔

مولانا سید محمد حسین نصیر آبادیؒ

مولانا سید احمد حسن نصیر آبادیؒ کے صاحبزادہ تھے، ابتدائی تعلیم مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے حاصل کی اور اپنے والد ماجد سے کچھ کتابیں پڑھیں اور صحاح ستہ تک تعلیم مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ سے حاصل کی، اور طب حکیم مظفر حسین لکھنوی سے پڑھی، اپنے والد ماجد کی طرح زہد و تقوی، اتباع شریعت میں ممتاز تھے قرآن مجید کے حافظ بھی تھے اسی طرح فقہ اور اصول میں بلند پایہ اور گہری نظر رکھتے تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

وكان فاضلاً بارعاً في الفقه والأصول والعربية جواداً كريماً منور الشبيه ربع القامة نقي اللون يهب كل ما يقع بيده من الدراهم.	فقہ واصول اور عربی زبان کے زبردست عالم تھے، سخی وفیاض تھے، پیشانی سے نور ٹپکتا تھا، میانہ قد وقامت کے تھے گورے تھے، کشادہ دست تھے، دوسروں پر خوب خرچ کرنے والے تھے۔

قیام اکثر بھوپال میں رہتا اپنے والد کی حیات ہی میں جوانی میں انتقال کیا

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کے انتقال کا سال ۱۳۱۳ھ ہے، وفات کے بعد کوئی اولاد یادگار نہیں چھوڑی۔

مولوی سید موسیٰ ٹونکیؒ

سید زین العابدین بن مولوی سید احمد علی شہید کے صاحبزادہ تھے، منومیاں کے نام سے مشہور تھے، مولانا عبد القیوم دہلوی (خلف الرشید مولانا عبد الحی بڈہانوی) سے درسیات کی تکمیل کی، اور سند فراغت حاصل کی، علم کے ساتھ ساتھ ذہن رسا پایا تھا، معاملات کو جلدی سمجھتے اور الجھے ہوئے معاملات کو سلجھادیتے، حکومت ٹونک نے ان کی معاملہ فہمی اور ہوشمندی کی بناپر برسرکار کیا اور مدتوں بڑی نیک نامی اور جانفشانی سے کام کیا، ۵۰ رسال کی عمر پائی، ایک صاحبزادہ زین العابدین ہوئے جنھوں نے اپنے والد کی زیر سرپرستی تعلیم پائی اور ٹونک میں نائب وکیل ہوئے ۳۰ رسال کی عمر میں دردگردہ کی شکایت ہوئی اور اسی مرض میں جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ کو انتقال کیا۔

سید عبد الواحد رائے بریلویؒ

حضرت شاہ ابو سعیدؒ رائے بریلوی (خلیفہ حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ) کے پوتے اور حافظ سید محمد احسن مجذوب کے صاحبزادہ تھے، درویش صفت، نفیس مزاج اور خوش پوشاک خوش خوراک تھے، دائرہ شاہ علم اللہؒ کی مسجد کے مشرقی جانب حضرت شاہ علم اللہؒ کا روضہ ہے اس روضہ کے جنوب میں ایک کمرہ تھا اس میں قیام تھا اپنے کمرہ میں در و دیوار پر نقش بنائے تھے اور کمرہ خوب سجایا تھا ناخواندہ تھے لیکن تاریخ میلاد و وفیات کے جمع کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا، ایک بیاض مرتب کی تھی جس میں خاندان اور بزرگوں کے وفیات و میلاد کی تواریخ درج کی تھیں، افسوس ہے کہ وہ بیاض کسی سیلاب کی نذر ہوگئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

تنگ معاش تھے لیکن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے، حضرت خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے مرید ہوئے، دو حج کیے آخر عمر میں دکن گئے وہیں علیل ہوگئے اور وطن آکر ۷۰ سال کی عمر میں ۲۱ شوال ۱۳۱۹ھ میں انتقال کیا، اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

مولانا سید محمد مصطفیٰ ٹونکیؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ کے نواسہ اور سید محمد یوسف کے صاحبزادہ تھے اور مولانا سید محمد عرفان کے بھائی تھے بڑے ذی استعداد عالم اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد و مرتاض بزرگ تھے، ٹونک میں پیدا ہوئے، قرآن شریف حفظ کیا، مولوی عبد الغفور ٹونکیؒ سے عربی پڑھی پھر سفر کرکے مولانا امیر احمد سہسوانیؒ سے علم حاصل کیا پھر علامہ عبد الحی فرنگی محلیؒ (لکھنؤ) سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، حدیث کا درس مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے لیا، فراغت کے بعد وطن آئے اور درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا، اس کے بعد حجاز تشریف لے گئے اور ایک سال قیام کیا، مولانا سید محمد مصطفیٰ ٹونکی کا زہد، سادگی، عبادت شب بیداری اور معرفت الٰہی، احتیاط اور اتباع سنت کا چرچا آج بھی بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور خاندان کے سارے اکابر آپ کی بزرگی کے قائل اور معترف ہیں اپنے اسلاف کا سچا نمونہ اور یادگار تھے، باوجود علم و فضل کے اور زمرۂ علماء میں ہونے کے علما کا مروّج لباس نہیں پہنتے کہ دیکھنے میں مشیخت نہ معلوم ہو، اس طرح رہتے کہ انجان آدمی پتہ تک نہ لگا سکتا کہ یہ صاحب علم ہیں اور شیخ ہیں، نہایت سادہ اور معمولی لباس، بے تکلف معاشرت اور رہن سہن، غریبوں میں اٹھنے بیٹھنے والے تھے، سنت پر سختی سے عمل کرتے، تقلید کے مخالف اور عامل بالحدیث تھے، مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ باوجود اس کے کہ حنفیت کے مسلک میں بڑے سخت تھے، مولانا سید محمد مصطفیٰ کے اتباع شریعت اور عمل بالسنۃ کے معترف اور قائل تھے وہ فرماتے تھے:

www.abulhasanalinadwi.org

"ان لمثله يسوغ أن يتتبع الأحاديث ويعمل بها نظرا الى تورعه."

ان کے احتیاط وتقویٰ کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان جیسی شخصیت کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ احادیث کا تتبع کرے (جائزہ لے) اور اس پر عمل کرے۔

مولانا سید عبدالحی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

كان قريع أوانه وفريد زمانه في الاقبال على الله والاشتغال بالعبادة والمعاملة الربانية وضع الله سبحانه له المحبة في قلوب عباده لما اجتمع فيه من خصال الخير من العلم والعمل والزهد والتواضع وحسن السلوك وتهذيب النفوس والدلالة على معالم الرشد وطرائق الحق وايصال الخير الى كل محتاج لم ترعيني مثله في الورع ولم أجد أحداً يساويه في اتباع السنة السنيه. (۱)

وہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور عبادت اور ربانی معاملات میں مشغول ہونے میں اپنے زمانہ میں یکتا تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی تھی اس وجہ سے کہ ان میں علم وعمل، زہد وتواضع، سلوک، تزکیہ نفس واحسان اور حق کے راستوں اور بھلائی کے طریقوں کی طرف رہنمائی اور ہر محتاج تک خیر کو پہنچانے کی خوبیاں اور خصلتیں تھیں میں نے ان کی طرح پرہیزگاری میں کسی کو نہیں دیکھا، سنت کے اتباع میں، میں نے ان کے برابر کسی کو نہیں پایا۔

۲۵ رشعبان ۱۳۲۰ھ کو ٹونک میں انتقال کیا اور وہیں تدفین ہوئی۔

حافظ سید محمد یونسؒ

سید محمد یوسف کے تیسرے صاحبزادہ تھے، صاحب علم وتقویٰ تھے، خصوصاً حساب میں مہارت تھی، قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا، اکثر روزانہ ایک ختم کرلیا کرتے تھے، چلتے پھرتے بولتے چالتے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، اگر کسی سے بات

(۱) نزہۃ الخواطر ۸/۵۰۴۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے وقت ذرا دیر کو رک جاتے تو دوبارہ شروع کرتے وقت بھولتے نہ تھے جس آیت پر رکتے اسی آیت کے آگے شروع کر دیتے اور ذرا بھی تکلف نہ ہوتا، قرآن مجید دیکھنے کی بالکل ضرورت نہ پڑتی۔

۵/ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ کو انتقال کیا، اپنے پیچھے دو صاحبزادے جو مختلف البدن تھے یادگار چھوڑے، سید محمد یعقوب، سید محمد یوسف۔

حکیم سید محمود عرف مہدیؒ

سید زین العابدین ابن مولوی سید احمد علی شہید کے تیسرے صاحبزادہ تھے، لائق طبیب، سنجیدہ اور متین اور حکیم علی حسن امروہوی کے شاگرد تھے۔

طب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ٹونک میں مطب شروع کیا اور کچھ ہی دنوں میں مرجع بن گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو خدمت خلق کی سعادت نصیب فرمائی تھی، طبیعت بڑی سادہ پائی تھی، خشونت اور کرختگی نام کو نہ تھی، خندہ پیشانی سے ہر مریض سے پیش آتے، ہاتھوں میں اللہ نے شفا عطا فرمائی تھی، ہر مریض کو اپنا حقیقی بھائی سمجھتے تھے، بڑی توجہ سے علاج کرتے، غریبوں اور مساکین کی دوا کا بھی انتظام کرتے جو بلا نہ سکتا اس کے گھر بغیر فیس کے جاتے اور پورا علاج کرتے، عزیزوں اور پڑوسیوں کے ہمدم و دمساز بنے رہتے، ان کے وجود سے عوام وخواص کو بڑا فائدہ پہونچا، خدمت خلق کے ساتھ عبادت الٰہی اور ذکر وتلاوت کا بھی شوق تھا، مولانا سید محمد عرفان نے ان کے انتقال پر جس رنج وغم کا اظہار کیا ہے ان کے اشعار سے ظاہر ہے وہ کہتے ہیں ۔

حل المصاب وعم خطب فادح ۔۔۔ حزن القلوب وفاضت العينان

انا رزئنا خيراء خوان لنا ۔۔۔ من آل عثمان ومن عرفان

انّا رزئنا من يعز نظيره ۔۔۔ فينا ومن هو نحبه الاخوان

www.abulhasanalinadwi.org

قد كان محمودا ومهديا ومن — آل النبي خلاصة الانسان
قد كان ذارفق بنا وطبيبنا — عضد العشيرة عمدة الحيران
قد كان ذا خلق بما زح دائما — طلق المحيا ضاحك الاسنان
فليبكه المرضى الذين اذا اتو — ذهبوا به معهم بكل أوان
قد كان يخدم من يداوي خدمة — بيديه والرجلين ثم لسان
ولربما اعطى الدواء من عنده — لله محتسباً ليوم ثان

حکیم سید محمود کے انتقال سے اعزا کے علاوہ عوام وخواص کو بڑا قلق ہوا اور ان کے اوصاف جمیلہ اور خدمت خلق کی بنا پر سب ہی نے ان کے حق میں دعا کی۔

بخشی سید محمد عثمانؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ کے خواہرزادہ مولوی سید محمد علی صاحب مخزن احمدی کے پوتے اور بخشی نورالہدیٰ کے بڑے صاحبزادہ تھے، حساب وکتاب اور دیگر امور ریاست میں بڑا تجربہ رکھتے تھے، والد کے بعد بخشی الملک کا عہدہ ملا، تنخواہ کا اکثر حصہ ورثہ کو دے دیتے اور ایک صد روپیہ اپنے لئے رکھتے، ارکان حکومت اور عمائد دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا اور حجاج ومہمانوں پر بے دریغ خرچ کرتے، پابند صوم وصلوٰۃ اور حافظ قرآن تھے، ریاست کی طرف سے بخشی الملک سید محمد عثمان خاں شہامت جنگ خطاب پایا تھا، ایک سو پچاس روپیہ مشاہرہ ملتا تھا، ٹونک میں ایک گاؤں اور ضلع فتح پور (یوپی) میں چند دیہات خریدے تھے، ان کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام سید احمد تھا، وہ حافظ قرآن، نیک اور پاک طینت شخصیت کے مالک تھے، ارکان حکومت میں بڑا رسوخ تھا، والد کے بعد بخشی الملک کا عہدہ پایا، سو روپیہ تنخواہ تھی، زندگی اعزاز سے گزاری۔

www.abulhasanalinadwi.org

بخشی سید محمد ٹونکیؒ

بخشی سید نور الہدیٰ کے صاحبزادہ تھے، بڑے سنجیدہ اور متین تھے، ریاست کے اہم ارکان میں شمار ہوتا تھا، ناظم پرگنہ سرونج رہے، احکام شرعیہ کے پابند، باوضع اور بااصول شخصیت کے مالک تھے، ۱۲۷۳ھ میں ولادت ہوئی بڑے ہوکر حکومت ٹونک کے بخشی الملک ہوئے، معتمد الملک، معتمد خاص سید محمد خاں بہادر ظفر جنگ کا خطاب پایا، دوسو روپیہ مشاہرہ تھا، اپنے والد اور بھائی کی طرح بڑے مہمان نواز، مسافر پرور غریب نواز تھے، گھر کیا تھا ایک مہمان خانہ تھا، اعزا و اقربا کے ساتھ بڑا حسن سلوک کرتے، ۱۳۲۵ھ میں نمحہڑہ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، پانچ صاحبزادے یادگار چھوڑے (۱) سید محمد زبیر[۱] (۲) سید محمد عمر[۲] (۳) سید محمد طلحہ[۳] (۴) سید ابوبکر[۴] (۵) سید محمد علی[۵]۔

---

(۱) سید محمد زبیر ٹونک میں پیدا ہوئے قرآن شریف حفظ کیا اور ضروری تعلیم حاصل کی اور مختلف عہدوں پر فائز ہوئے مدتوں ٹونک میں پولیس کے محکمہ میں ملازم رہے، قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا اور خوب پڑھتے تھے نماز باجماعت کے بہت پابند تھے اور دعوت وتبلیغ کا جذبہ خوب پایا تھا تقسیم ملک کے بعد کراچی چلے گئے تھے اور خانہ نشیں ہوگئے تھے طویل عمر پائی اور ۱۹۶۹ء کو انتقال کیا دو صاحبزادے تھے، ۱-سید مصعب جن کا انتقال والد کی زندگی میں ہوگیا تھا، ۲-سید حمزہ جو کراچی میں ملازم ہیں ان کے بیٹے سید موسیٰ ہیں۔ (۲) سید محمد عمر کا تذکرہ مستقلاً آرہا ہے۔ (۳) مولانا سید محمد طلحہ کا تذکرہ مستقلاً آرہا ہے۔ (۴) سید ابوبکر ٹونک میں پیدا ہوئے بڑے ہوکر ملازمت کی اور بھوپال وٹونک میں قیام کیا تقسیم ملک کے بعد کراچی جاکر بس گئے، تین فرزند ہوئے (۱) سید محمد عثمان (۲) سید محمد خالد (۳) سید محمد سعد۔

(۵) سید محمد علی ٹونک میں پیدا ہوئے منشی فاضل پاس کیا اور اردو ادب کا ذوق رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی تحریر کی تھی جو طبع نہیں ہوسکی بڑے سادہ، خوش خلق، منتظم اور باوضع آدمی تھے زندگی بھر اپنے گاؤں سنگاؤں ضلع فتحپور کا انتظام کیا صفائی معاملات میں اپنے والد اور بھائیوں کے قدم بقدم تھے آزادی وطن کے سلسلہ میں خدمات بھی پیش کیں ۱۹۶۸ء میں کراچی گئے اور صرف نو ماہ ہی قیام کرسکے تھے کہ انتقال کرگئے اپنے پیچھے پانچ فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید حسن (۲) سید حسین (۳) سید قاسم (۴) سید سعید (۵) سید سالم۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حکیم سید فخر الدین خیالیؒ

ولادت

مولانا سید عبد العلی نصیر آبادیؒ کے صاحبزادہ اور مولانا سید محمد ظاہر حسنیؒ رائے بریلوی کے نواسہ تھے، ۶ ۱۲۵ھ میں دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔

اوائل عمر ہی میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ ناگود تشریف لے گئے جہاں ان کے والد مولانا سید عبد العلی نصیر آبادی ملازم تھے، ناگود میں عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، آپ کے معلم مولانا محمد طہٰ نصیر آبادی، حکیم احمد خاں دہلوی، اور رحیم بخش جائسی تھے، ابتدائی کتب کے ساتھ قرآن کی تعلیم وتجوید، خوشخطی بھی حاصل کی۔

۱۳ سال کی عمر تھی والد کا انتقال ہو گیا اور آپ اپنی والدہ ماجدہ نیز دوسرے اعزا کے ساتھ وطن واپس ہوئے اور اپنے شفیق نانا مولانا سید محمد ظاہر کے دامن تربیت میں پرورش پائی انھیں سے بقیہ کتب کی تعلیم حاصل کی، شرح وقایہ تک ان سے پڑھی، اپنے نانا کے انتقال کے بعد ۱۲۸۲ھ لکھنؤ تشریف لائے، اس وقت لکھنؤ اہل علم وفضل کا گہوارہ بنا ہوا تھا، خصوصاً فرنگی محل میں اصحاب درس علماء کی معتد بہ تعداد موجود تھی، جن کے علمی فیوض سے ایک عالم مستفید ہو رہا تھا، مولانا فخر الدین، فرنگی محل کے مشہور عالم مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کی خدمت میں پہونچے اور ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے اور ممتاز شاگردوں میں شمار کئے جانے لگے، مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ سے شرح وقایہ، مشکوۃ، تفسیر جلالین اور دوسری متوسطات اور اعلیٰ کتابوں کی تعلیم حاصل کی، مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کی محبت وشفقت اور خاص توجہ نے مولانا فخر الدین کے اندر علم کا ذوق اور اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

استعداد ولیاقت پورے طور پر پیدا کردی، درس نظامی کی تکمیل کے بعد حکمت کی طرف متوجہ ہوئے اور حکیم محمد یعقوب لکھنوی سے طب کی کتابیں پڑھیں اور تین سال تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کے مطب میں بیٹھے۔

ادبی ذوق اور شعر وسخن

شعر وسخن کا ذوق ابتدائی عمر سے تھا نانا گود میں جب والد کے پاس قیام تھا تو حکیم احمد خاں سے ابتدائی کتب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ شعر وسخن کا ذوق بھی حاصل کیا پھر والد کے انتقال کے بعد اپنے نانا مولانا محمد ظاہر حسنیؒ کی تربیت میں آئے تو ان کی صحبت سے اس ذوق میں ترقی کی، مولانا محمد ظاہر حسنی علمی فضل وکمال کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو خاص کر بھاشا کے بڑے پرگو اور اچھے شاعر تھے، نانا کے انتقال کے بعد جب لکھنؤ تکمیل علوم کے لیے تشریف لائے تو لکھنؤ شعراء اردو کا مرکز تھا، شیخ امیر اللہ تسلیم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور ان کو اردو کلام دکھانے لگے ان کی خدمت میں تین سال رہ کر اردو کلام میں پختگی پیدا کی نیز ان ہی سے خطاطی بھی سیکھی اور اس میں کمال پیدا کیا، نسخ ونستعلیق اور شفیعہ بہت عمدہ لکھتے تھے تکمیل علوم کے بعد تلاش معاش میں مختلف علاقوں کا سفر کیا اور اس اثناء میں حیدرآباد گئے، ضلع بیدر کے قیام میں سید محمود اصفہانی حریف سے ملاقات ہوئی، ان سے فارسی زبان اور محاورہ کی تصحیح کی اور مدت قیام میں اپنا فارسی کلام دکھاتے رہے۔

مولانا نے اپنی زندگی میں ہزاروں اشعار کہے، خدا نے ان کے کلام میں بڑی برجستگی عطا فرمائی تھی، فی البدیہہ کہتے اور خوب کہتے، اپنی طرف سے کہتے اور بے شمار ایسے بھی کہے جو دوسروں کی طرف منسوب ہوئے، مختلف لوگ آتے اور مولانا سے غزل کہلوا کر اپنے نام سے شائع کراتے، کسی کی ولادت ہوتی یا شادی ہوتی تو مولانا حسب فرمائش نوید منظوم کہہ کر خواہش مندوں کو دے دیتے، آپ کی مناجاتوں، غزلوں، نظموں

www.abulhasanalinadwi.org

کے کئی مجموعے شائع ہوئے، ایک بڑا ضخیم دفتر ابھی تک قلمی موجود ہے، آپ کا پہلا دیوان جوش دل ہے، پریم راگ بھاشا کا دیوان، دیوان فارسی رقعات فخریہ حیدر آباد میں لکھے تھے، دیوان خیالی تیسرا دیوان، مثنوی بہار تسلیم، جان فخر، فغان فخر، مثنوی ماہ وخورشید، مثنوی نگار خانہ چین، مسدس خیالی، واردات خیالی، مناجات خیالی نام کے مجموعے منظر عام پر آئے۔

شروع میں اردو فارسی اشعار میں فخر اور بھاشا میں میر تخلص کرتے تھے، حیدر آباد میں اردو فارسی میں خیالی رکھا جو آخر زمانہ تک رہا، غزل میں کبھی کبھی غزل یا مناجات کے شعر کہے، ہندی راجپوتانہ کے قیام کے دوران سیکھ لی تھی اور بے تکلف اس میں لکھتے پڑھتے تھے۔

تکمیل علوم ظاہری کے بعد حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے بیعت ہوئے مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ کو آپ سے بہت تعلق تھا، بڑی توجہ اور محنت سے تربیت فرمائی اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، حکیم صاحب کو ہر وقت اجازت تھی کہ وہ جب آنا چاہیں آئیں، بغیر آپ کے نہ اپنے شاگردوں کو درس دیتے نہ ذکر کی مجلس کرتے، ایک بار حکیم صاحب بیمار ہو گئے تو درس روک دیا گیا اور جب صحت ہوئی تو درس بھی شروع ہو گیا۔

مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ کی اجازت وخلافت کے ساتھ مولانا سید محمد ظاہر حسنیؒ کی خلافت بھی حاصل تھی لیکن کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔

تکمیل علوم ظاہری اور حصول نسبت باطنی کے بعد مختلف علاقوں اور ریاستوں کا سفر کیا اور اہل علم، اصحاب فضل وکمال کی صحبت اختیار کی، چند روز راجپوتانہ اور چند روز ساگر میں رہے، آٹھ سال حیدر آباد میں قیام کیا پھر وطن آکر بھوپال گئے اور وہاں بھی آٹھ سال رہے، پھر چند سالوں کے بعد ٹونک تشریف لے گئے اور نواب ابراہیم علی خاں نے ان کو سرکاری طبیب بنالیا، پھر وطن تشریف لائے اور اس کے بعد پھر کہیں نہیں گئے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل، زہد وتقویٰ کے ساتھ ساتھ خاکساری اور

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاق کریمہ کا پیکر بنایا تھا، ایک طرف طبیب، شاعر، مصنف، عارف کامل تھے، دوسری طرف ہر شخص کے دوست، کم آمیز، متین حلیم اور عزلت پسند بھی تھے، کسی قسم کے جھگڑے سے واسطہ نہ رکھتے، تمکنت اور غرور کا شائبہ تک نہ پایا جاتا تھا، گاؤں کے قریب کوری اور چماروں کی بستیاں آباد تھیں، اگر کوئی چمار بھی بے وقت اپنے مریض کو دکھانے آجاتا تو خندہ پیشانی کے ساتھ مریض کو دیکھتے، دوا بتاتے اور مزاج پرسی کرتے، مولانا حکیم سید عبدالحی اس سلسلہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک زمانہ میں طاعون شدت سے پھیلا ہوا تھا، گاؤں کے گاؤں ویران پڑے ہوئے تھے، مرد وعورت، لڑکے، بوڑھے سب جھونپڑیوں میں پڑے ہوئے تھے، ان جھونپڑیوں میں خود جاکر بیمار پرسی کرتے اور دوا بتاتے، ایک مرتبہ اتفاق سے میں بھی حاضر تھا مجھے ساتھ لے کر تشریف لے گئے اور دیر تک گنواروں کو سمجھاتے اور دوا بتاتے رہے، اس تنگ جھونپڑی میں دیر تک مریض کے پاس کھڑے رہنے سے جو تکلیف مجھے ہوئی تھی وہ آج تک یاد ہے۔"

مولانا کی طبیعت میں کاہلی نام کو نہ تھی، ایک ہی وقت میں متضاد کام کرتے اور کسی وقت جھنجھلاہٹ اور اکتاہٹ پاس نہ آنے دیتے جو کام جس وقت کرنے کو ہوتا اسی وقت انجام کو پہونچاتے، کسی کی نبض دیکھ رہے ہیں کسی کو تعویذ لکھ رہے ہیں، کوئی غزل کی فرمائش کر رہا ہے تو اس کو غزل لکھ کر دے رہے ہیں، کوئی کسی کی ولادت یا وفات یا شادی کے منظوم نوید لکھوانے کو آیا وہ اس کی فرمائش پوری کر رہے ہیں، پڑھنے والے کتاب لیے بیٹھے ہیں ان کے سبق شروع ہو گئے، مکان میں ایک خلوت خانہ تھا وہاں بیٹھ کر تصنیف وتالیف کا کام کرتے، خاکساری اتنی تھی کہ ایک جگہ اپنے ایک قریبی عزیز مولانا شاہ ضیاء النبیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے حال کو اس طرح تحریر فرمایا:

www.abulhasanalinadwi.org

افسوس فقیر کاتب وایں بزرگ دریک روز بیعت کردیم اوشاں بمراد رسیدند ومن نامراد، باوجودیکہ مرا خلافت از مولانا صاحب (خواجہ احمد نصیر آبادی) وایں شاں محض مرید رسیدہ بودند لیکن۔

افسوس کہ فقیر کاتب اور یہ بزرگ ایک ہی روز بیعت ہوئے تھے وہ تو اپنی مراد کو پہنچے اور میں نامراد رہ گیا باوجودیکہ مجھے مولانا صاحب (خواجہ احمد نصیر آبادی) سے خلافت ملی اور یہ صرف مرید ہوئے تھے۔

تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل کہ خضر آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

مولانا بڑے صاف دل ذاکر وشاغل خوش اوقات تھے، اخفاء حال کا یہ حال تھا کہ مولانا کے فقر وتنگدستی کی اطلاع قریب سے قریب تر کو بھی نہ ہو پاتی۔

تصنیفات میں بے شمار کتابیں ہیں، ان میں سب سے ضخیم کتاب مہر جہاں تاب ہے، جو اسلامی علوم اور مذہبی وعلمی تاریخ کی انسائیکلوپیڈیا ہے کئی جلدوں میں ہے اور قلمی ہے، اس کے علاوہ سیرت السادات، سیرت علمیہ اور مختلف دیوان اور مثنویاں، اور مجربات کی کتابیں ہیں، نیز تاریخ بکھیل کھنڈ، چمنستان اردو، سبیل النجات، مجربات خیالی، فخر المطالب، شرح وقایہ کا حاشیہ عربی میں، مناظرہ شب وروز، مسدس خیالی، نثر خیالی وغیرہ کتابیں ہیں۔

مولانا کو اپنے حسن خاتمہ کی بڑی فکر تھی، اپنی کتابوں میں خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی نے ان کی اس خواہش کو بھی پورا کیا، ۴ر رمضان ۱۳۲۶ھ کو بیمار ہوئے، اسہال کا مرض لاحق ہوا، دن بدن کمزور ہونے لگے، اور ۱۰ر رمضان ۱۳۲۶ھ کو واصل بحق ہوگئے، مولانا سید عبدالحی آخری وقت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

"مغرب کے بعد نبض بھی ساقط ہوگئی اور سوائے سانس کے زندگی کی کوئی علامت باقی نہ رہی دس بجے شب کو یک بیک جنبش ہوئی اور خود دائیں طرف

www.abulhasanalinadwi.org

جھک گئے اور قلب جاری ہو گیا، اس میں اس قدر شدت وحدت پیدا ہوئی کہ سو قدم کے فاصلہ سے لفظ "تبارك الله" سنا جا سکتا تھا قلب مبارک میں اتنی جنبش تھی کہ گویا ایک ایک بالشت اچھلتا ہے یہ حال ایک بجے رات تک رہا پھر اضمحلال پیدا ہو گیا اس وقت اس فقیر نے بعض حاضر الوقت دوستوں سے کہا کہ سورہ یاسین تلاوت کریں، تلاوت ہی کرتے خاموشی اور سکون ہو گیا دوبارہ یاسین کی تلاوت ہوئی پھر تلقین شروع کی، آپ نے ذکر لسانی شروع فرمایا منہ اور زبان کی حرکت دیکھنے سے اور آواز قریب سے سننے سے معلوم ہوتی تھی لفظ تبارک اللہ کو کمال تجوید کے ساتھ ادا فرماتے تھے جیسے کہ زندگی میں عادت مبارک تھی اسی طرح آخر تک ذاکر رہے، دم واپسیں کے وقت تک فک اسفل بلند ہو گیا اور زبان اسم ذات کے ادا کرنے میں متحرک ہوئی مگر پورے طور پر ادا نہ ہونے پایا تھا کہ جان جان آفریں کی سپرد کی۔

چیست ازیں خوب تر در ہم آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بر نزدیک یار

وہ رات ہم لوگوں کے لئے شب قدر تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ رحمت نے ہر طرف سے ہجوم کیا ہے، تنہائی سے کوئی وحشت اور ایسے شفیق باپ کے دنیا سے اٹھ جانے سے کوئی صدمہ نہ تھا، قلب میں عجیب کشاکش تھی اور بے ساختہ زبان پر الحمد للہ جاری تھا احباب تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے اور نماز تہجد ادا کر رہے تھے اور ایسی کیفیت محسوس کر رہے تھے جو بیان میں نہیں آسکتی، میں نے اس طرح کی کیفیات اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھیں۔"

مولانا نے اپنی وفات کے وقت دو فرزند یادگار چھوڑے، ایک مولانا حکیم سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء، دوسرے حافظ سید محمد صابر اور مسجد دائرہ شاہ علم اللہ کے شمالی

www.abulhasanalinadwi.org

مغربی گوشہ میں مدفون ہوئے۔ (۱)

حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ

وحید الدین نام تھا، شاہ ضیاء النبی سے مشہور ہیں، مولوی سعید الدین کے دوسرے صاحبزادہ تھے، ۱۲۴۳ھ کو حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت سے صرف تین سال پہلے پیدا ہوئے، طفولیت سے رشد وہدایت وصلاحیت کے آثار ظاہر اور ''اخلصناھم بخالصة ذکری الدار'' کے مصداق تھے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، تحصیل علم کے لئے دہلی پاپیادہ چل دیئے، ۲۰ دن میں دہلی پہونچے پھر خانقاہ حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ پہونچے اور مولانا احمد سعید مجددیؒ اور مولانا عبید اللہؒ کی خدمت میں قیام کیا اوران سے استفادہ کیا اور مولانا حبیب اللہ برمی سے چند کتب درسیہ پڑھیں، دوسال کے بعد لکھنؤ آئے اور مسجد دبیر الدولہ میں مفتی سعد اللہ مرادآبادی اور دوسرے علماء سے کچھ اور کتابیں پڑھیں اور رائے بریلی آکر خاندان ہی کے ایک مرشد برحق حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیرآبادیؒ سے بیعت ہوئے اور ایک مدت تک ان کی خدمت وصحبت سے مستفید ہوئے ان کے انتقال کے بعد مزید تعلیم وتربیت کی ضرورت محسوس کی اور سلوک حضرت خواجہ فیض اللہؒ سے (جو حضرت خواجہ سید احمد نصیرآبادیؒ کے خلیفہ تھے) حاصل کیا، ۴ اسال ان کی تربیت میں رہے، خلافت کے بعد حج وزیارت کی نعمت حاصل کی، ۱۲۹۲ھ میں حج کیا اور ۱۲۹۳ھ میں واپس ہوئے حج میں اور دوسرے رفقاء اور

---

(۱) حکیم سید فخر الدین خیالی کی اولاد دختر مولانا سید سراج الدین حسینی ہسوی خلیفہ حضرت سید احمد شہید سے ۴ ہوئیں دو بیٹے اور دو بیٹیاں جن میں اللہ نے مولانا عبدالحی حسنی کو علم ودین کی خدمت کے لئے باقی رکھا، دوسری اہلیہ سید عبد القادر بن سید عبدالباقی رائے بریلوی کی صاحبزادی تھیں جن سے دو بیٹے محمد ظاہر اور محمد صابر ہوئے، محمد ظاہر بچپنے میں اور محمد صابر تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوعمری میں انتقال کرگئے، تین بیٹیوں میں ایک کا جلدی انتقال ہوا اور ایک کا نکاح مولانا طلحہ ٹونکی سے اور دوسری کا سید محمد یوسف رائے بریلوی سے ہوا جو حکیم سید محمد یامین حسنی کے بیٹے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اعزا کے ساتھ ان کے بھتیجے مولوی سید خلیل الدین جن کی عمر ۲۰ سال کی تھی اور مولانا محمد ظاہرؒ کی صاحبزادی فاطمہ بی بی ہمرکاب تھیں۔

شیخ کی توجہ اور ریاضت ومجاہدہ اور اتباع سنت کی برکت سے نسبت تو یہ حاصل کی اور بہت جلد ان اطراف میں مرجع الطالبین بن گئے، ساری عمر راہ نبوت پر تزکیہ و تربیت باطنی میں گزار دی اور اپنے خاندان کی روایات و برکات کو زندہ کیا باوجودیکہ کی والد سے بڑی جائداد ترکہ میں پائی تھی اور ضلع کے نامور زمینداروں میں شمار تھا مگر دنیا سے کچھ تعلق نہ رکھا، یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کی جائداد کتنی ہے اور کہاں ہے سارا انتظام بھائی (مولوی سید رشید الدین) اور بھتیجے (مولوی سید خلیل الدین احمد) کرتے تھے ایک مرتبہ ڈپٹی سید عبدالستار (برادر حضرت مولانا سید امین نصیرآبادیؒ) نے دریافت کیا کہ آپ کے کتنے گاؤں ہیں، آپ نے اپنے بھتیجے مولوی سید خلیل الدین کو آواز دی اور کہا ان کو بتادو کہ ہمارے کتنے گاؤں ہیں، کتابوں کا بڑا شوق تھا جہاں کوئی کتاب نئی چھپتی فوراً منگواتے، مزاج میں مشیخت ومخدومیت نام کو نہ تھی باوجودیکہ شہر میں کثرت سے مرید تھے، خود بازار جاتے اور جو کوئی کچھ منگواتا خرید کرلاتے، نماز وتلاوت میں غرق رہتے، نماز کو کھڑے ہوتے یا قرآن پڑھنا شروع کردیتے تو دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہتی، بس وہ ہوتے اور ان کا مالک بے نیاز، راز ونیاز کی جو باتیں ہوتیں اور قلب میں جو لذت وکیفیت پائی جاتی اس کو دوسرا کیسے سمجھ سکتا ہے۔

پاؤں میں سخت رعشہ تھا لیکن جب نماز کو کھڑے ہوجاتے قدم کو جنبش نہ ہوتی، ایک مرتبہ محراب میں کھڑے ہوگئے سارے کھڑے ہونے والے ہمت ہار گئے نوجوان گر گر گئے اور آپ نے پورا قرآن مجید سنا، ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے جوان بیٹی کے انتقال کی خبر آئی صرف ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہا اور پھر پڑھنے لگے، مریدوں کو توجہ اکثر دیتے توجہ میں اتنی قوت تھی کہ توجہ لینے والا مرغ بسمل کی طرح لوٹتا۔ اور اس کی کیفیت ہی بدل جاتی یاد الٰہی اس کا مقصد حیات ہوجاتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا فخر الدین صاحب خیالیؔ جوان کے ہم عصر اور ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے والے تھے ان کو بڑے بلند الفاظ سے یاد کرتے تھے وہ اپنی کتاب سیرت علمیہ میں لکھتے ہیں:

بقیۃ الکرام یادگار سلف عظام حضرت سید ضیاء النبی ابقاہ اللہ تعالیٰ المنعام صالح فطری وسعید بطنی نمونہ سلف مقتدائے خلف، فی زماننا ہمچو خود معدودے چند دارند، صحبت ایشاں مملو از تذکار خدا ورسول، وکلام ایشاں عند اللہ مقبول، باوجود جاہ واقبال صوری کہ ایشان ازآں کارے ندارند ہمہ تن متوجہ باعمال صالحہ، ودرود وظائف ونوافل صوم وصلوٰۃ ومراقبہ ومذاکرہ خیر اندو یک نماز ادا کردہ منتظر بنماز دیگر لساشند کہ نشان اولیا است۔ (1)

اہل کرم کی نشانی، سلف عظام کی یادگار حضرت سید ضیاء النبی ابقاہ اللہ المنعام، صالح فطری، سعید بطنی، نمونۂ سلف، مقتدائے خلف ہمارے زمانہ میں ان جیسے چند ہی لوگ تھے، ان کی صحبت اللہ ورسول کی یاد سے مملو تھی، ان کا کلام عند اللہ مقبول تھا، ظاہری منصب ومرتبہ کے باوجود وہ ان سے کوئی تعلق نہ رکھتے، ہمہ تن اعمال صالحہ کی جانب متوجہ وظائف ونوافل، صوم وصلوٰۃ، مراقبہ اور ذکر خیر میں مشغول رہتے ہیں، ایک نماز ادا کر کے دوسری نماز کے انتظار میں رہتے ہیں یہ اولیاء اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

امیروں سے نہایت وحشت تھی، غریبوں سے بے حد انس تھا، باغ پھلتا تو شہر کے غربا اور غریب مریدوں کو تحفہ میں پھل بھیجتے، بجائے اس کے کہ خود مریدوں کے یہاں جاتے، مریدین آتے تھے اور مہینوں مہمان رہتے تھے، آپ کے فضائل ومناقب اخلاق وخصائل کے لئے دفتر درکار ہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کو برکۃ الدنیا وسر الوجود ولب لباب العرفان لکھا ہے، آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ، مولانا ابراہیم آرویؒ

(1) سیرت علمیہ (قلمی) از مولانا فخر الدین خیالیؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

(صاحب طریق النجاۃ) مولانا محمد بردوائیؒ، مولانا محمد علی مئویؒ، مولانا ابوالخیر بن مولانا سخاوت علی، محمد مکی جونپوریؒ، مولانا محمد ابوبکر فاروقیؒ ناظم شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، مولوی عبدالقادر ابن مولوی عبداللہ المصری اور مولانا سید عبدالحی حسنیؒ تھے۔

بروز جمعہ ۱۶/ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ کو دائرہ شاہ علم اللہؒ میں اپنے آبائی مکان کے دیوان خانہ میں انتقال ہوا اور مسجد کے شمال مغرب کے گوشہ میں اپنے والد مولوی سید سعیدالدینؒ کے پہلو میں بروز سنیچر آسودۂ خاک ہوئے۔

دو بیٹے سید احمد سعید اور حافظ سید عبیداللہ اور پانچ صاحبزادیاں (طاہرالنساء، عاصمہ، صالحہ، خیرالنساء بہتر صاحبہ (والدۂ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) اور زبیدہ بی) یادگار چھوڑیں۔[1]

سید عبدالرشیدؒ

مولوی سید عبدالجلیلؒ کے صاحبزادہ تھے، ۱۱ ربیع الثانی بروز دوشنبہ ۱۲۵۸ھ کو دائرہ حضرت شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے، بڑے وجیہ، جفاکش، باہمت، سخی اور مہمان نواز حکام رس اور علم آشنا تھے گھر کیا تھا ایک مہمان خانہ تھا، صلائے عام تھی جس کا جی چاہتا بے تکلف آجاتا اور دنوں بنگلہ پر پڑا رہتا کہیں سے کچھ آجاتا تو سب یکساں طور پر مفید

---

(۱) یہ صاحبزادیاں بالترتیب سید خلیل الدین، سید امین الدین، سید محمد سلیم، مولانا حکیم سید عبدالحی اور سید عبدالرحمن بن سید محمد یقین کو منسوب ہوئیں، ان بہنوں میں دو حافظ قرآن تھیں ایک خیرالنساء بہتر دوسری سیدہ صالحہ، خیرالنساء بہتر صاحبہ کا ذکر آگے آرہا ہے، جہاں تک صالحہ بی کا تعلق ہے تو قرآن مجید کی جید حافظہ ہونے کے علاوہ خاندانی مجالس میں، ''صمصام الاسلام'' (فتوح الشام) بڑے پراثر اور جوش انگیز لہجہ میں پڑھتی تھیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ''میری بڑی خالہ مرحومہ صالحہ بی قرآن مجید کی بھی حافظ تھیں، یہ منظوم فتوح الشام بڑے اثر اور دلکش لہجہ میں پڑھتی تھیں اور پڑھتے پڑھتے کتاب ان کو بہت رواں ہوگئی تھی، عموماً عصر کے بعد یہ مجلس ہوتی بچے بھی اپنی ماؤں کے پاس کھیلتے کھیلتے یا کسی پیغام کے لئے آجاتے اور بے ارادہ کچھ دیر بیٹھ کر سنتے کبھی بالارادہ بیٹھ جاتے اور کبھی مائیں اپنے پاس بٹھا کر سننے کا موقع دیتیں پھر جب ان میں لطف ملتا تو کھیل چھوڑ کر اس مجلس میں شریک ہوتے، (ملاحظہ ہو کاروان زندگی اول/۸۳،) (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتے، اگر فاقہ ہوتا تو گھر اور باہر کی تخصیص نہ ہوتی اپنے والد کے قدم بقدم زندگی گزاری، ہر آنے جانے والے کی خدمت کرتے، تکبر اور غرور نام کو نہ تھا، دائرہ شاہ علم اللہؒ کی مسجد کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا اور قبرستان کی دیکھ بھال اچھی طرح سے کرتے، بھوپال میں مدتوں قیام کیا، مفتی عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی کی خدمت میں برابر حاضری ہوتی اور ان سے استفادہ کرتے تھے، غالباً ان ہی کے مجاز تھے، بنگال کا سفر بہت کرتے تھے اور اس علاقہ میں آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد بہت تھی۔

۱۳۲۸ھ میں انتقال کیا اور اپنے جد امجد شاہ ابوسعیدؒ کے روضہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی نواسی صاحب النساء ہمشیرہ مولانا سید محمد عرفانؒ سے عقد ہوا، تین صاحبزادے سید آیت اللہ، محمد ایوب، عبدالحفیظ اور ایک صاحبزادی عزیز النساء ہوئیں۔ (۱)

مولوی سید اسماعیلؒ

حضرت شاہ داؤدؒ برادر اکبر حضرت شاہ علم اللہؒ کی اولاد میں میر احمد گجراتی ایک صاحب اقتدار اور صاحب وجاہت بزرگ گزرے ہیں ان کے صاحبزادہ سید محمد حاذق شہید کے دو بیٹے تھے، سید باقر علی (۲)، سید حکیم الدین، ثانی الذکر زہد و ورع میں اپنے

(۱) سید آیت اللہ نے ۱۳۲۴ھ کو انتقال کیا عبادت گزار اور حافظ قرآن تھے ان کے بیٹے سید محمد جعفر تھے، سید محمد ایوب کے دو صاحبزادے سید عبدالرحمٰن، سید محمد احمد اور ایک صاحبزادی حفصہ بی اور سید عبدالحفیظ کے ایک صاحبزادے سید محمد مامون اور چار دختر ہیں۔

(۲) سید باقر علی کے حالات معلوم نہ ہو سکے ان کے بیٹے سید عبدالرشید عالم تھے اور مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے مرید تھے، عہد جوانی میں ٹونک چلے گئے اور محافظ محکمہ اوقاف ہو گئے اور وہیں انتقال کیا ان کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام سید محمد تھا، وہ حافظ قرآن تھے ٹونک میں علماء اہل حدیث کی خدمت میں رہے تھے اس لئے مسلک اہل حدیث میں بہت زیادہ سخت تھے حق بات کہنے میں کبھی کوتاہی نہ کرتے، مولوی اسماعیل کی دامادی کا شرف حاصل تھا، قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے، بھوپال میں انتقال کیا اور اپنے پیچھے دو فرزند، سید محمد سعید اور سید احمد یادگار چھوڑے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم عصروں میں ممتاز تھے تلاوت قرآن سے بہت شغف رکھتے روزانہ ایک قرآن ختم کرتے سوائے قرآن کی تلاوت اور نمازوں کے اہتمام کے اور کوئی خاص مشغلہ نہ رکھتے، ہر وقت تلاوت کرتے رہتے، ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا، مولوی محمد اسماعیل انھیں بزرگ کے صاحبزادہ تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور فارسی میں دستگاہ حاصل کی، فارسی کی تعلیم میں ان کو ملکہ خاص حاصل تھا اور اسی زبان کی تدریس کا مشغلہ اختیار کیا، مولانا سید محمد نصیر آبادیؒ کی دامادی کا شرف حاصل کیا، مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں تھے مرید ہوئے اور ۱۴ ارسال ان کی خدمت میں رہے اور تربیت باطنی حاصل کی، اور ذکر و شغل میں وقت گذارا، بڑے خوش اوقات تھے طبیعت میں احتیاط حد درجہ تھی، ایسی ملازمت سے بھاگتے تھے جس میں بے احتیاطی کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو، ان کے شاگردوں میں ایک غیر مسلم کنہیالال تھے جو بعد میں سشن جج ہو گئے تھے وہ اپنے استاد کا بڑا خیال رکھتے اور بہت ادب کرتے تھے، انہوں نے اپنے استاد کو ملازمت پیش کی اور قبول کرنے پر اصرار کیا، مولوی اسماعیل نے اس خیال سے کہ اس ملازمت میں رشوت کے مواقع تھے ملازمت سے انکار کر دیا اور صرف انکار نہیں کیا بلکہ وطن چھوڑ کر بھوپال چلے گئے، نہایت خوش خط تھے سات قسم کے خط میں ملکہ رکھتے تھے، نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال کو ان کے اس کمال کا علم ہوا اور ان کے خط کو دیکھا جو انہوں نے بغیر کسی قلم کے صرف اپنی چھنگلیا سے لکھا تھا تو بہت متاثر ہوئیں اور ملازمت پیش کی وہ بھوپال چھوڑ کر ٹونک چلے گئے کہ امرا کی نوکری غیرت و عزت کے خلاف ہے پھر کچھ مدت بعد اپنے وطن رائے بریلی واپس آگئے اور درس و تدریس کا آزاد مشغلہ جاری کیا، قرض سے انتہائی درجہ پر مجتنب رہے جب پریشانی بہت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ قرض لاکر کام چلایئے، انہوں نے انکار کیا، ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ گھر میں قینچی تک نہیں ہے کپڑا کیسے کاٹا جائے کہیں سے انتظام کیجیے، انہوں نے بیساختہ جواب دیا کپڑا دانت سے پھاڑلو میں کہیں سے نہ لاؤں گا۔

بڑے نفاست پسند تھے آواز میں بڑا درد و سوز تھا وہ نماز پڑھاتے تو سامعین

www.abulhasanalinadwi.org

آواز کے دردوسوز سے اور جذب وشوق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے ان کے زہد وقناعت اورتوکل واحتیاط کے سب قائل اورمعترف تھے۔

ایک بار ہسوہ ضلع فتحپور سے حضرت مولانا شاہ عبدالسلام نقشبندیؒ تشریف لائے تو مولوی اسماعیل سے نماز پڑھانے کی خواہش کی، مولوی اسماعیل حضرت شاہ عبدالسلام کو امامت پر مجبور کررہے تھےاور مولانا عبدالسلامؒ کومولوی اسماعیل کے پیچھے نماز پڑھنے کی آرزو تھی، ۱۳۲۵ھ کے لگ بھگ مولوی اسماعیل کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت حضوری کی کیفیت تھی، مولوی سید عزیز الرحمٰنؒ بیان کرتے تھے کہ میں نے ایسی موت نہیں دیکھی ہشاش بشاش تھے، انتقال کے وقت کہنے لگے خواجہ صاحب (مولانا خواجہ احمد نصیر آبادیؒ) تشریف لائے ہیں پھر کلمہ پڑھنے لگے اور اسی حالت میں انتقال کرگئے، زبان پر آخری الفاظ السلام علیکم کے تھے، انتقال کے وقت ایک فرزند مولوی حکیم محمد اسحاق کو چھوڑا۔

حاجی سید احمد

سید علی محمد ایک صاحب علم اور صاحب وجاہت شخص گذرے ہیں، ان کے چار صاحبزادے تھے، جن میں دو بڑے صاحب علم وعمل اور صاحب تقویٰ ودیانت تھے، مولانا سید عبدالعلیؒ جن کا ذکر گذر چکا ہے، (۲) مولانا عبدالعزیزؒ (۳) سید عبدالوہاب (۱) (۴) سید عبدالرزاقؒ، مولانا سید عبدالعزیز بڑے عابد وزاہد تھے باوجود ملازم ہونے کے احتیاط وورع میں ممتاز تھے، ہروقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے، "دست بکار دل بیار" کے مصداق تھے، خدمت خلق کا جذبہ غالب تھا اور ہر کس ناکس کے کام آتے، آخر عمر میں حج

(۲) سید عبدالوہاب نے ضروری علم کی تحصیل کے بعد خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے بیعت کی اور ذکر وشغل عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے، ان کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام سید محمد ایوب تھا جو مدتوں گوالیار میں رہے اوراد وظائف کے نہایت پابند تھے، مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے مرید اور بڑے معتقد تھے گوالیار میں مدرسہ اور مسجد کے تاعمر مہتمم ومنتظم رہے اور گوالیار ہی میں انتقال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کو تشریف لے جانے لگے مگر راستہ ہی میں انتقال فرمایا، یہ واقعہ ۱۲۹۳ھ کا ہے دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید میر احمد (۲) سید حاجی احمد، موخر الذکر بزرگ اگرچہ علوم دینیہ کی تکمیل نہیں کر سکے اور علم وفضل میں کوئی خاص امتیاز پیدا نہ کر سکے مگر تورع واحتیاط، اتباع سنت، عبادت الٰہی، خدمت خلق، منکسر المزاجی اور اخلاق میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے، علماء کی مجلسوں میں بیٹھتے اور مشائخ سے تعلق رکھتے تھے، گوالیار میں ایک نواب صاحب تھے جو نواب غلام احمد کے نام سے مشہور تھے ان کے دو صاحبزادے نواب آفتاب احمد خاں، نواب سلطان احمد خاں تھے جو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے بانیوں اور اس کے معمار تھے، نواب غلام احمد خاں شعر وسخن سے بھی ذوق رکھتے تھے اور احمدی تخلص کرتے تھے، ''صبح نور'' ان کا دیوان ہے وہ ایک مدت ریاست ٹونک میں رہے اور وہیں سید حاجی احمد سے ملاقات ہوئی اور دونوں میں بڑی یگانگت پیدا ہوگئی وہی نواب صاحب حاجی احمد صاحب کو گوالیار لے گئے اور اپنا مہمان رکھا اور آخر عمر تک اس دوستی کو نباہا، نواب صاحب کی وجہ سے حاجی احمد صاحب کو گوالیار میں بڑی سہولت حاصل ہوئی اور ریاست میں امتیازی مقام حاصل کیا، گوالیار میں ایک عرصہ تک ملازم رہے اور اپنی دیانت وامانت سے عوام وخواص میں بلاتفریق مذہب بڑی مقبولیت حاصل کی تھی، مولانا فخر الدین خیالیؔ جوان کے ہم عصر اور مزاج شناس تھے ان کے اخلاق، تقویٰ اور احتیاط وورع کے بڑے معترف تھے وہ لکھتے ہیں:

بسیار صالح وسعید نیکوروش مجسمہ	بہت نیک، سعید، خوش اخلاق، خوبیوں کے
صفات ہر جا کہ ماندند کسے ازی شاں	مجسمہ جہاں رہے ان سے کسی کو کوئی نقصان
ضررے نیافتہ ورنجے ندیدہ سخنے نکنند	نہ پہنچا، اور تکلیف نہ ہوئی، ایسی بات نہ کہتے
کہ وے کہ دلے مکدر شود وفرمائشے	جس سے کسی کا دل مکدر ہو اور ایسی فرمائش
نمایند کہ بر دلے گرانی بخشد۔	نہ کرتے جس سے کسی کو گرانی ہو۔

آخر عمر میں اپنے وطن دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں خانہ نشین ہوگئے تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

نواب غلام احمد احمدی نے ان کے ساتھ تادم آخر حسن سلوک کیا اور وظیفہ مقرر کر دیا، حاجی احمد صاحب کی وجہ سے خاندان میں نواب صاحب کے دیوان "صبح نور" کا بڑا چرچا تھا اور ان کے اشعار زبان زد خاص و عام تھے، خصوصاً ان کی حمد و نعت بہت پڑھی جاتی تھی، دو اشعار تو ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر رہتے تھے پہلا شعر یہ ہے ۔

ترے محفوظ کو کوئی ضرر پہونچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے فلک دھمکا نہیں سکتا

دوسرا شعر یہ ہے ۔

اولو العزمان دانشمند جب کرنے پہ آئے ہیں
سمندر پاٹے ہیں کوہ سے دریا بہائے ہیں

سید حاجی احمد آخر عمر میں علیل ہو گئے اور بہت کمزور ہو گئے لیکن نماز، وظائف اور قرآن شریف کی تلاوت میں کوئی فرق یا کمی نہیں آئی، چند دنوں تک بیمار رہنے کے بعد ۱۳۲۶ھ کو انتقال کیا اور اپنے خاندانی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے، مولوی سید رشید الدین کی صاحبزادی سیدہ عائشہ سے عقد ہوا تھا، اپنے پیچھے دو فرزند یادگار چھوڑے (۱) سید صدیق احمد [1]، (۲) مولوی سید فاروق احمد۔

حاجی احمد صاحب کے برادر اکبر میر احمد ٹونک میں بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز رہے بڑے علم دوست باہمہ اور بے ہمہ بزرگ تھے، ۱۳۱۸ھ میں ٹونک میں انتقال کیا صرف ایک فرزند یادگار چھوڑا، حاجی احمد کا جس سال انتقال ہوا اسی سال خاندان کے کئی بزرگوں نے انتقال کیا، یہ سال خاندان شاہ علم اللہ کے لئے عام الحزن تھا کہ یہ خاندان کئی بزرگ ہستیوں سے محروم ہو گیا، ہر گھر مغموم و ملول تھا، فرخ فال جائسی نے اپنے ایک قطعہ

(۱) سید صدیق احمد اپنے اوائل عمر میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کرتے رہے، اور مختلف مشائخ کی خدمت میں رہے مجذوبوں اور صوفیوں کے پاس رہنے کا بہت ذوق رکھتے تھے، نماز باجماعت کے بہت پابند تھے آخر میں آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اس کے باوجود نماز باجماعت کا اہتمام کرتے اور اندازہ سے مسجد پہونچ کر نماز ادا کرتے، دائرہ شاہ علم اللہ میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے کوئی اولاد اپنے پیچھے نہیں چھوڑی۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں وصال کرنے والے بزرگوں کا نام لے کر تاریخ وفات کہی ہے۔

یکے حاجی احمد(۱) دوم فخر الدین(۲) ضیاء النبی(۳) ہرسہ تکیہ مکیں
بٹونک اندروں نیز سید محمد(۴) بہ بھوپال شد مقتدی(۵) ہم قریں
کہ ہر نہج سادات قطبی بودند زمغفور ترحیل ہر پنج بیں

سید محمد نعیم

سید محمد معین کے بڑے صاحبزادہ تھے، اپنے والد اور دادا کے قدم بقدم تھے، بڑے پابند وضع، نیک و صالح سنجیدہ و متین بزرگ تھے، دیانت وضعداری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، نماز باجماعت کے بڑے پابند اور تلاوت قرآن کے بڑے شائق تھے، روزانہ تلاوت اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔

مولانا سید فخر الدین خیالی نے ان کے نظام الاوقات کو اس طرح لکھا ہے:

"دیانت اور تقویٰ، پابندی صوم وصلوٰۃ اور شب بیداری میں بڑے مستعد تھے اور ناغہ نہیں کرتے تھے حتی کہ سخت بیماری لاحق ہوگئی مگر وضعداری کی بنا پر ان کے نظام میں کوئی فرق نہیں آیا، مغرب سے عشاء تک دو پارے، صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک دو پارے، بعد عصر دو پارے پڑھتے ہیں، طویل دعا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی محبت ورغبت میں اضافہ فرمائے۔"

اٹاوہ میں نائب ریاست تھے، ایک سو پچاس روپیہ تنخواہ تھی اپنے کام میں اتنے چست تھے کہ کسی وقت کوتاہی نہ ہوتی، ان کا انتقال اسی فرض کی انجام دہی میں ہوا، جس راجہ کے یہاں ملازم تھے وہ ایک بگھی پر سوار جا رہا تھا ساتھ میں سید صاحب بھی تھے اس

(۱) حاجی احمد۔ (۲) فخر دیں، مولانا فخر الدین خیالی۔ (۳) ضیاء النبی حضرت شاہ ضیاء النبیؒ۔
(۴) سید محمد، بخشی الملک ابن بخشی نور الہدیٰ۔ (۵) مقتدی، سید محمد مقتدیٰ۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا گھوڑا بگڑ گیا اور سید صاحب خطرہ دیکھ کر راجہ کو لے کر کود پڑے، راجہ تو بچ گیا مگر ان کو اندرونی طور پر ایسی ضرب آگئی کہ جان لے کر گئی، اس واقعہ سے ایک طرف ان کی قوت ورفاقت کا پتہ چلتا ہے، دوسری جانب ان کی فرض شناسی کیا بلکہ انتہائی اخلاق اور وضعداری، احسان مندی اور شکرگذاری کا پتہ لگتا ہے، اعزا کے ساتھ حسن سلوک واحسان کا معاملہ کرتے اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آتے، نہایت خوش خط تھے، روزانہ کا معمول تھا کہ اپنے قلم سے روزانہ کے حالات لکھتے، اس طرح لکھتے لکھتے کئی ضخیم جلدیں تیار ہوگئیں جن میں سفر وحضر کے حالات، خاندان کے لوگوں کی وفات اور پیدائش کی تاریخیں اور مختلف لوگوں سے ملاقات کا حال تھا، خط اتنا پاکیزہ تھا کہ مدت گذرنے کے بعد بھی معلوم ہوتا تھا کہ لکھنے والا ابھی لکھ کر اٹھا ہے، افسوس ہے کہ مسلسل سیلاب اور بعد والوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے وہ جلدیں ضائع ہوگئیں، آخر زمانہ میں بڑے رقت پیدا ہوگئی تھی، دائرہ شاہ علم اللہ میں ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا۔

مولوی سید رشید الدین صاحب کی صاحبزادی بی بی حفصہ سے عقد ہوا، تین صاحبزادے سید محمد سلیم (۱) سید احمد اور حافظ محمد معین عرف عبد اللہ میاں اور دو

---

(۱) سید محمد سلیم، سید محمد نعیم کے بڑے صاحبزادہ تھے فارسی حساب اور دینیات کی تعلیم اس مدرسہ میں پائی جو جسٹس سید محمود نے اپنے زمانہ قیام میں رائے بریلی میں قائم کیا تھا اور جس کا افتتاح سر سید احمد خاں نے کیا تھا، سر سید احمد خاں نے اپنی آمد کے موقع پر امتحان لیا تو سید محمد سلیم صاحب حساب میں اول آئے تھے، والد کے انتقال کے بعد ریاست پرتاب گڈھ نیز ضلع اٹاوہ میں اپنے والد کی جگہ منیجر مقرر ہوئے کچھ عرصہ کے بعد بعض اختلافات کی بنا پر ملازمت ترک کردی اور عزلت نشین ہوگئے، نماز کے پابند تو ہمیشہ رہے آخر عمر میں جماعت اور مسجد سے بہت زیادہ شغف ہوگیا تھا، حضرت شاہ علم اللہ کی مسجد کے وہی منتظم ونگراں اور اذان وجماعت کے ذمہ دار تھے آخر شب میں مسجد آجاتے اور ذکر وعبادت میں مشغول ہوجاتے، بہت وجیہ وشکیل، بلند قامت اور متناسب الاعضاء تھے، باغ لگانے اور پھل دار درختوں کے نصب کرنے کا بڑا شوق تھا، علماء کی مجلسوں میں بیٹھے اور خاندانی بزرگوں کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے اس لئے بڑے پابند شریعت اور متبع سنت تھے، بدعت وشرک سے بہت زیادہ نفور تھا، خاندان کے بزرگ مولانا سید محمد عرفان ٹونکی کی شخصیت سے بہت متاثر اور ان کے قائل تھے اور انہیں کی محبت واثر سے عدم تقلید کے قائل اور مسلک اہل حدیث پر کاربند تھے، ۷ ۱۳۶ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں انتقال ہوا اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے، حضرت شاہ ضیاء النبی کی صاحبزادی سیدہ صالحہ سے عقد ہوا اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، آپ کے بھائی حافظ سید عبد اللہ کا ذکر آگے آرہا ہے، دوسرے بھائی سید احمد

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔

مولانا سید محمد عرفان ٹونکیؒ

آپ ٹونک میں ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتب مولوی عبدالغفور اور شیخ عبدالمالک اور قاضی امام الدین سے پڑھیں، اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے علم حاصل کیا اس کے بعد بھوپال تشریف لے گئے اور شیخ عبدالحق کابلیؒ سے کسب علوم کیا، صحاح ستہ مولانا عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی سے پڑھیں، مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ سے بھی حدیث پڑھی اور قاضی حسین بن محسن الیمانی سے اجازت حدیث حاصل کی پھر سہارنپور جاکر مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ سے ادب کی تعلیم حاصل کی، خاندان کے ایک بزرگ اور شیخ طریقت حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے بیعت ہوئے۔

مولانا سید محمد عرفان کے زہد وورع، اتباع سنت، علم وعمل، ادب اور فصاحت وبلاغت پر اس زمانہ کے سارے علماء متفق تھے، ان کی صحبت اتنی موثر، اتنی جاذب وروح پرور اور یقین افروز ہوتی تھی کہ ذرا دیر کے لیے کوئی بھی بیٹھ جاتا تو اٹھتے وقت اپنے اندر خوف خدا کی کیفیت بدرجہ اتم پاتا، مولانا کی احتیاط، قناعت اور خوش خلقی سے ہر ایک متاثر تھا، قرآن شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے اور خوف خدا سے بادیدۂ گریاں رہتے، اکثر ایسا ہوتا کہ وہ مسجد یا گھر میں قرآن کی تلاوت کررہے ہیں کہ کوئی گلی سے گزرا بے اختیار کھڑا ہوجاتا اور یہ لحن داؤدی اور اس پر درد وسوز مستزاد، سن کر چند لمحے مبہوت ہوکر سننے لگتا۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے نواسہ تھے اور آپ ہی کے رنگ میں رنگے ہوئے،

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کی صاحبزادی سیدہ ہاجرہ سید محمد زبیر حسینی ہسوی کو منسوب ہوئیں جن کی دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے سید ابراہیم تھے جو دعوت وتبلیغ کے کام سے تاعمر وابستہ رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلکاً عامل بالحدیث تھے، اللہ تعالیٰ نے مولانا سید محمد عرفان میں ایسے اوصاف جمع کردیئے تھے کہ کم ہی کسی میں جمع ہوتے ہیں، علم، عمل شعروادب، فصاحت وبلاغت، حسن صورت زہد وورع، عبادت وریاضت، روایت میں احتیاط، کم سخنی اور ترک مالا یعنی، تلاوت وذکر، اتباع سنت، عشق رسول ﷺ، اور محبت خداوندی نرم گفتاری، راست بازی، وقار وتمکنت، اہل دل کے یہاں عزیز وباوقار، اہل حکومت کی نگاہ میں محترم ومعزز، نواب ابراہیم علی خاں والی ٹونک ان کے تقویٰ اور عمل بالسنہ اور خودداری سے بہت متاثر تھے اور ان کا بڑا احترام وادب کرتے تھے۔

اکثر عربی میں شعر کہتے، ان کے اشعار کے بارے میں مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

لہ شعر رقیق سهل التركيب منسجم الالفاظ عذب النظم ومن خصائصه انه لم يبالغ في مدح احد ولا أطرى فيه.	ان کی شاعری میں رقت اور لطافت اور نظم میں شیرینی اور حلاوت تھی، ترکیب سہل اور سبک اور الفاظ فٹ اور مناسب ہوتے یہ ان کی خصوصیت تھی کہ کسی کی مدح سرائی میں انھوں نے مبالغہ آرائی سے کام لیا اور نہ قصیدہ خوانی میں حدود سے تجاوز کیا۔

عربی میں بلیغ اشعار کہتے تھے، نمونتاً ایک مناجات کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

یا سیدی یا سیدی ارحم وخذ کرما یدی
انت الکریم المرتجی ذو رحمة بالأعبد
وفق لما ترضی لنا یا ربنا وتهجد
واغفر لعبدك ماجنی بخطائه وتعمد

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''انہ کان وعدہ ماتیا'' کی اپنے شعر میں تضمین کی ہے اور اس آیۃ کریمہ کی تفصیل بیان کی ہے۔

یاخلیلی لا تیأسن وترجی وان اجرمت بکرة وعشیا

www.abulhasanalinadwi.org

وتناهيت فی فجور وفسق　　وضلال تكبراً وعتيا

وتنحيت وانصرفت علوا　　اذهوی الناس سجداً وبكيا

رحمة اللہ وارج منہ نجاة　　يمح ماجئت ذاكراً ونسيا

وتجد ربنا حفابك حفوا　　انہ كان بالعباد حفيا

وعد اللہ ربنا الذی تاب　　ثوابا بوم الجزاء وفيا

فتيقن لوعد ربك وافرح　　انہ كان وعدہ ماتيا

اپنے استاد شیخ محمد بن حسین الیمانیؒ کو ان کے صاحبزادہ کے انتقال پر تعزیت نامہ بھیجتے ہیں اس میں پہلا شعر ہے۔

ان العزيز اعزہ الرحمن　　فمقامہ فيما نظن جنان

قاضی زین العابدینؒ اور مولانا سید محمد عرفانؒ ایک دوسرے سے بہت مانوس تھے کبھی وہ ان کے یہاں اور کبھی یہ ان کے یہاں جاتے، ایک دن مولانا سید محمد عرفانؒ علیل ہو گئے اور رات بڑی تکلیف سے گزاری، دوسرے دن مسہل لیا جس کی وجہ سے بڑا ضعف ہو گیا اور قاضی صاحب کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے، مولانا سید عرفان نے شکایت کے چند شعر لکھے اس کے آخری شعر یہ ہیں۔

وقعدت ضعفا بعدہ ونقاهة　　قد صد أن امشي وأن أتعلما

ماكان ضرك لوأتيت فزرتني　　وجلست عندی ساعة أتكلما

ان اشعار کے علاوہ مولانا سید عرفان بڑی تعداد میں اشعار ہیں جو مختلف مواقع پر امراء کو علماء کو، احباب کو لکھے ہیں، مندرجہ بالا اشعار بطور نمونے کے پیش کئے گئے ہیں۔

بروز جمعہ ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو ٹونک میں انتقال کیا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید احمد سعیدؒ

سید محمد سعید کے بڑے بیٹے اور سید حمید الدین ابن مولوی عبد السبحان کے پوتے تھے، ٹونک میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی اور باقی کتب دوسرے علماء سے پڑھیں، تاریخ کا بڑا اچھا ذوق پایا تھا، بڑے خوشرو اور ہنس مکھ تھے، ذہانت بلا کی پائی تھی، اپنے زمانہ میں اخلاق کریمانہ، خدمت، حسن سلوک اور دوسرے خصائل حمیدہ میں بلند پایہ رکھتے تھے، ان کی زندگی سے بے شمار انسانوں کو فائدہ پہونچا اور ان کے انتقال سے عزیزوں کو پڑوسیوں کو اور ان کی مجلس میں شریک ہونے والوں کو بڑا خلا محسوس ہوا اور ان سب نے غم وافسوس کا اظہار کیا، مولانا سید محمد عرفان صاحب (نواسہ حضرت سید احمد شہیدؒ) جن کا شیوہ تھا کہ وہ کسی کی تعریف میں مبالغہ سے بالکل کام نہیں لیتے تھے، سید احمد سعید کے انتقال سے اتنے غمگین ہوئے کہ ایک مرثیہ کہا جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

لقد مات اذ مات ابن عمی وعمتی — مکارم أخلاق وحسن الشمائل
طلاقة وجه للقاء وتبسم — وحسن بیان لاجتماع المحافل
وما رزئت عثمان قط بمثله — نساء بنی عرفان شر الثواکل
وکان ضحوك السن اطیب لینا — ولم یك بالفظ الغلیظ ولایلی
تراه جبال الحلم عند سکوته — وان یتکلم کان سحبان وائل
وکان رزینا زینة القوم والندی — لمشهده النادی کروض البلابل

اپنے والد کی حیات ہی میں ۱۳۰۵ھ میں ٹونک میں انتقال کیا اور موتی باغ

www.abulhasanalinadwi.org

میں اپنے آباء واجداد کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی نواسی سیدہ ولیہ بنت اسماعیل ان کے نکاح میں تھیں، اپنی یادگار میں ایک فرزند محمد صالح نامی چھوڑا جن کا ۲۰ رسال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

مولوی حافظ سید عبدالرزاق کلامی بن سید محمد سعید، صاحبِ "صمصام الاسلام"

سید محمد سعید کے بیٹے اور سید حمید الدین کے پوتے تھے، دادا سید حمید الدین اور نانا سید عبدالرحمٰن حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھانجے تھے، بڑے شیریں زبان فصیح بیان تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اس کے بعد کی تعلیم دوسرے اساتذہ سے حاصل کی، ہر بزم کے مجلس آرا اور بڑے پرگو شاعر تھے، نظم میں بے مثل تھے، بڑے پابند صوم وصلوٰۃ، قرآن کریم کے حافظ تھے اور بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے، کلامی تخلص کرتے تھے، مولانا نازش خیر آبادی کے شاگرد تھے، فتوح الشام واقدی کا اردو میں نہایت سلیس و شگفتہ شعری ترجمہ کیا تھا جو خاندان میں بہت پڑھا جاتا تھا، اکثر عورتیں بچوں کو لے کر بیٹھ جاتیں اور آپس میں ایک آواز ہوکر پڑھتیں ایک سماں بندھ جاتا اور حاضرین جن میں صرف عورتیں اور بچے ہوتے، ہر ایک جہاد کے جذبہ میں ڈوب جاتا، چھوٹے چھوٹے بند بڑے موثر پیرایہ میں کہتے تھے، یہ کتاب مطبع نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوچکی ہے بڑے تقطیع میں کئی ہزار صفحوں پر ہے، اس کے علاوہ "حسام الاسلام" اور "گوہر مخزن" کے بھی مصنف تھے، گوہر مخزن سرکار دوعالم ﷺ کے حالات، معجزات وغیرہ کا نظم میں تذکرہ ہے درحقیقت یہ کتاب سرور المحزون مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا اردو نظم

www.abulhasanalinadwi.org

میں ترجمہ ہے، ابن سید الناس نے عربی میں ایک رسالہ لکھا تھا جو سیرت نبوی پر مشتمل تھا اس کا ترجمہ مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خواہش اور فرمائش پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی میں کیا جس کا نام سرور المحزون رکھا اس کو فارسی میں مولانا سید محمد علی ٹونکیؒ خواہر زادہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے نظم فرمایا، پھر مولانا ابوالقاسم صاحب ہسوی نے اس کا اردو نثر میں ترجمہ کیا جس کا نام "نور علی نور" رکھا پھر فرمائش پر مولوی سید محمد عبدالرزاق کلامی نے اس کو اردو نظم میں ڈھالا اور اس میں مختلف مضامین بڑھائے۔

مولانا حکیم سید عبدالحیؒ اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"واقعات کا نظم کرنا بہت مشکل ہے مگر جس نے فتوح الشام کو پچیس ہزار شعروں میں نظم کیا ہے اس کے نزدیک اس مختصر رسالہ کا نظم کر دینا کیا بڑی بات ہے، صمصام الاسلام منظوم فتوح الشام کی نظم ایسی مقبول ہوئی کہ چند دنوں میں دوبارہ چھاپی گئی، دوسرا ایڈیشن اس کا مطبع منشی نولکشور سے نکلا ہے جو قابل دید ہے، خدا تعالیٰ آپ کی اس نظم کو بھی مقبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عنایت کرے، آمین!"

ومن مذهبي حب الديار لاهلها
وللناس فيما يعشقون مذاهب

علامہ شبلی نعمانیؒ صمصام الاسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آں حضرت کے حالات میں کسی قسم کی کمی بیشی ممکن نہیں، ع
ہشدار کہ رہ بر دم تیغ است قدم را۔

ہمارے زمانہ میں جناب سید عبدالرزاق صاحب حسنی متخلص بکلامی نے اس دشوار راہ میں قدم رکھا اور واقدی کے غزوات کو بعینہٖ نظم میں ادا کیا، باوجود نظم کی پابندی کے واقعیت سے کہیں تجاوز نہیں پایا جاتا اور یہ سخت مشکل بات ہے، سید صاحب موصوف اس مشہور خاندان سادات سے ہیں جس کا احسان تمام ہندوستان پر ہے، یعنی

www.abulhasanalinadwi.org

جناب سید احمد صاحب جنھوں نے رنجیت سنگھ کے مقابلہ میں جہاد فرمایا تھا اس لئے ایسے ثواب کا کام انھیں کے ہاتھ سے انجام پا سکتا تھا خدا ان کو جزائے خیر دے۔"

شبلی ۲۸/اگست ۱۹۱۱ء

چند اشعار نموتاً سنئے!

وہ قیس ہوں میں نالۂ دل بانگ جرس ہے　　ہے پیش نظر محمل لیلائے مدینہ
اب وحشت دل نے ہیں مرے پاؤں نکالے　　اللہ دکھائے مجھے صحرائے مدینہ
مٹی ہے وہ دل جس میں نہ ہو عشق پیمبر　　وہ سر نہیں جس میں نہ ہو سودائے مدینہ
قدموں کے تلے اس کے فردوس کلامیؔ　　جس کو کیا اللہ نے شیدائے مدینہ

اسی طرح عبدالرحمٰن جامی کی نظم "دلم تازہ گشت از وصال محمدؐ" کی تضمین کی، قدسی کی نعت "سیدی انت حبیبی وطبیب قلبی" پر اردو میں تضمین کی

ہو عطا شربت دیدار کہ ہے تشنہ لبی　　تری درگاہ سے پھرتا نہیں محروم کوئی
عرض کرتا ہے کلامی بزبان قدسی　　سیدی انت حبیبی وطبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

نعت شروع کرتے وقت لکھتے ہیں:

مہر تابندہ کجا ذرہ کجا　　نعت سرور میں لکھوں ہے تاب کیا
کون سرور وہ شفیع المذنبین　　کون سرور سرور دنیا ودیں
کون سرور وہ حبیب کبریا　　کون سرور یعنی حضرت مصطفیٰؐ
لیلۃ الاسریٰ روشن ماہتاب　　مکین لامکاں عالی جناب

سید عبدالرزاق کلامی میاں اپنی زندگی میں سب سے پہلے حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ سے بیعت ہوئے وہ اپنی بیعت کا حال گوہر مخزون میں نظم میں بیان کرتے ہیں:

سولہ سال کا سن تھا کہ ان کی شادی ہوئی اس میں خواجہ احمد نصیر آبادیؒ شریک

ہوئے میں اسی وقت مرید ہوا کچھ دنوں ملاقات رہی مگر چند سالوں کے بعد حضرت خواجہ احمد نصیر آبادیؒ کا انتقال ہوگیا، مرشد کے انتقال کے بعد دل پر چوٹ لگی اور معرفت الٰہی کے حصول کے شوق میں سفر کرنا شروع کیا کلکتہ سے بمبئی سفر کیا علماء ومشائخ سے ملے نہ جانے کتنے مجذوبوں کے پاس گئے کتنے علماء کی خدمت کی مگر کہیں دل کو سکون نہ ملا بے قراری بڑھتی گئی۔اسی اثنا میں جونپور پہونچے وہاں مولانا ابوالخیر محمد مکیؒ کے یہاں قیام کیا چند دنوں کے بعد مشائخ کا ذکر ہوا تو مولانا ابوالخیر مکیؒ نے حافظ سید احمدؒ فرزند حضرت مولانا کرامت علی جون پوریؒ کا ذکر خیر کیا اور کہا بنگال میں ان سے بڑا فیض ہے،سید عبدالرزاق کلامی کلکتہ پہونچے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے ۱۵/دن قیام کیا دل کی حالت بدلی اور بے اختیار دل ادھر کھنچنے لگا ان سے بیعت ہوگئے اور منازل سلوک طے کرنے شروع کیے ان کی خدمت میں حاضری سے بڑا فائدہ پہنچا۔

سید عبدالرزاق کلامی مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بھی بیعت ہوئے تھے۔

سید عبدالرزاق کلامی نے اپنی پوری زندگی علم کی خدمت اور عبادت وریاضت میں گذاری اور ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کو ٹونک میں انتقال فرمایا۔اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

مولانا سید عبدالعلی حسنی نصیر آبادی کی دختر سے شادی کی،دو صاحبزادے سید عبدالقادر عرف میاں جان،سید محمد اور دو بیٹیاں ہوئیں،سید محمد بچپن میں انتقال کر گئے اور سید عبدالقادر زندہ رہے نیک وسعید اور متبع شریعت پابند صوم وصلوۃ تھے،ٹونک میں ملازم رہے اور وہیں انتقال ہوا۔(۱)

---

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی اہلیہ سیدہ طیب النساء سید عبدالرزاق کلامی کی نواسی تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید حمید الدین رعناؒ

سید حمید الدین نام رعنا تخلص تھا والد کا نام سید محمد سعید تھا جو مولوی سید حمید الدین حمیدیؒ کے صاحبزادہ تھے، فارسی اور اردو میں قادر الکلام شاعر تھے جدت ذہن کے مالک نہایت ذی استعداد تھے، اپنے بڑے بھائی مولوی سید عبد الرزاق کلامی صاحب صمصام الاسلام سے اصلاح سخن لی، ٹونک میں ولادت ہوئی اور وہیں قیام رہا اور ٹونک میں ہی وفات پائی، پہلی بیوی سے تین صاحبزادے ہوئے سید سعید الدین، سید خلیل الرحمٰن اور سید عبد الرحمٰن اور دوسرے بیوی سے مولانا سید ابراہیم ندوی، سید محمد اسماعیل اور حافظ سید محمد اسحٰق پیدا ہوئے۔

جل گیا ہے ہائے کس حسرت سے یوں پروانہ آج — رقص بسمل کر رہی ہے شمع بیتابانہ آج
بزم میں عشاق ہیں سب بے خود و مستانہ آج — گردش چشم صنم ہے گردش پیمانہ آج
انتہائے سوز دل کہتے ہیں اس کو ہم دمو — شمع سے کہتے ہیں پروانے مرا افسانہ آج
بت بنا کر کر دیا ساقی کی آنکھوں نے فسوں — ہو گیا ہوں صورت چشمک در میخانہ آج
لن ترانی کی صدا ہے ہر درو دیوار سے — کس کی شمع حسن سے روشن ہے یہ کاشانہ آج
کیا تصور یار کا آیا کہ سونا ہے محال — نیند دکھلاتی ہے مجھ کو ناز معشوقانہ آج
گردش چشم صنم سے اک جہاں بے ہوش ہے — ایسی آنکھوں پر تصدق کیجیے میخانہ آج
اڑ گئی مے خوف عکس شعلۂ رخسار سے — ہاتھ میں ساقی کے خالی رہ گیا پیمانہ آج

بے خودی نے منزل مقصود پر پہونچا دیا
خضر راہ معرفت ہے لغزش مستانہ آج

ہزاروں زخم دل رعنا کے اچھے ہوتے جاتے ہیں — مگر زخم تمنائے حصول مدعا قاتل

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید خلیل الرحمٰن نصیر آبادیؒ

حضرت مولانا خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے صاحبزادہ تھے، یکم رمضان ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۹ رسال کی عمر میں والد بزرگوار کا انتقال ہوا، سن تمیز کو پہونچے اور قرآن کریم حافظ جان محمد نابینا سے حفظ کیا والد کے انتقال کے بعد والدہ ماجدہ اور دادی صاحبہ کے ہمراہ حج وزیارت کی سعادت حاصل کی، حج سے واپسی کے بعد ایک عرصہ وطن میں قیام رہا پھر ۱۲۹۹ھ میں اپنے چھوٹے بھائی سید عبداللہ کے ساتھ بھوپال تشریف لے گئے اور علماء بھوپال سے مدرسہ احمدیہ عربیہ میں کتب درسیہ پڑھیں اور مولانا شیخ حسین بن محسن عرب محدث یمانی سے حدیث پڑھی اس کے علاوہ شیخ محمد مچھلی شہری سے (جو اس زمانہ میں بھوپال کے قاضی تھے) فارسی لکھتے پڑھتے رہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم ظاہری کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ اور سیرت حسنہ بھی عطا فرمائی تھی اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر زندگی گذاری، خاکساری، تواضع، ایثار، عام وخاص کے ساتھ حسن سلوک ان کی امتیازی صفت تھی، یادداشت اتنی قوی تھی کہ اکثر مسائل، تاریخی واقعات زبانی یاد تھے، ۱۳۰۰ھ میں میر میاں حامد حسین بریلوی کی بیٹی عائشہ خاتون سے شادی ہوئی اور دو بیٹے سید جلیل احمد اور سید محمد ہوئے اس کے بعد بھوپال میں اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کا سامان مہیا کر دیا اور بلا کسی محنت کے ان کو عہدہ تحصیلداری دیا گیا۔

شاہ مارا دہ دہد منت دہد رازق مارزق بے منت دہد

۱۳۲۷ھ میں مرض ذیابطیس کی وجہ سے ملازمت سے خود الگ ہو گئے اور

www.abulhasanalinadwi.org

خانہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی، ۲۹؍محرم ۱۳۳۷ھ کو بعمر ۷۵ سال بعارضہ بخار ایک ہفتہ علیل رہ کر انتقال کیا، انتقال کے وقت اللہ اللہ زبان سے جاری تھا، شیخ محمد عرب مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے تاریخ وفات "فقد فاز فوزاً عظیما" سے نکالی تھی، گنج شہیداں بھوپال میں تدفین عمل میں آئی۔

مطالعہ کا بہت ذوق تھا حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے اخبار ضرور دیکھتے، نہایت خوش خط تھے عبارت ایسی لکھتے جیسے موتی پروئے ہوں۔

منشی سید عبداللہ نصیر آبادیؒ

منشی سید عبداللہ حضرت خواجہ سید احمد نصیر آبادی کے فرزند ثانی ہیں، ۴؍۱۲۸۰ھ کو نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے، تاریخی نام غلام باری ہے، ابتدائی تعلیم بھوپال میں اپنے برادر مکرم مولانا خلیل الرحمٰن سے حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کیا، اپنی والدہ ماجدہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں، ۱۷-۱۸ سال کی عمر سے ملازمت کرلی، اپنے بھائی کے ساتھ بچپن میں حج وزیارت کی نعمت سے سرفراز ہوئے، مدتوں تحصیلدار رہے اور ملازمت بڑی احتیاط ودیانت وکمال تقویٰ سے پوری کی، عبادت الٰہی کا ذوق ہمیشہ سے تھا لیکن آخر عمر میں جب سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے تعلق مع اللہ بہت بڑھ گیا تھا بہت رقیق القلب تھے، ذرا ذرا سی بات پر دلگیر اور اشکبار ہوجاتے، بزرگوں کی صحبت اٹھائے اور علماء ومشائخ کی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے، علم کا شوق بہت تھا کتابوں کا مطالعہ مسلسل کرتے رہتے نہایت قوی الحافظہ اور ذہین تھے، بھوپال کی تحصیل اچھاور میں قیام رہا، آخر عمر میں فالج گرا جس نے معذور کردیا تھا اور صاحب فراش بنادیا تھا جب تک بدن میں طاقت وقوت تھی اپنے عزیزوں کے کام آتے رہے، حسن سلوک، صلہ رحمی، جودوسخاوت، سیر چشمی، اپنے آباء کرام سے ورثہ میں پائی تھی، بڑے خوش اوقات تھے، نظم

www.abulhasanalinadwi.org

وضبط زندگی میں بہت تھا، ۱۱رجمادی الاولی ۱۳۴۸ھ کو بعارضہ فالج ۶۴ سال کی عمر میں اچھاور کی تحصیل میں انتقال کیا، مولوی محمد حسنؒ رکن مجلس العلماء بھوپال نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں تدفین ہوئی منشی سید عبداللہ اپنے زمانہ میں امیر وغریب سب کی نگاہوں میں بڑا احترام رکھتے تھے، ان کے انتقال سے رنج وغم کی فضا قائم ہوگئی اور ہرکس وناکس کو افسوس ہوا، ان کے حسن سلوک اور خوش خلقی، فیاضی کو سبھی یاد کرتے تھے، ان کی مقبولیت اور اعتبار کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا جس دن ان کا انتقال ہوا اسی دن نواب سلطان جہاں بیگم اچھاور گئی ہوئی تھیں ان کا جلوس نکلنے والا تھا منشی صاحب کے انتقال کی خبر ان کو ملی تو بہت افسوس کیا اور جلوس رکوادیا اور خود جنازہ کی مشایعت کی اور بڑے بلند الفاظ سے تعزیت کی کہ کیسے باوقار اور عالی خاندان شخص تھے، الحمدللہ کہ مجھے ان کے جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی، مجھے پسماندگان سے کافی ہمدردی ہے، انتقال کے وقت چار فرزند سید حسن، سید طاہر حسن (۱)، سید اطہر حسن، سید قاسم حسن، اور تین صاحبزادیاں رضیہ، ذکیہ، علیہ (۲) یادگار چھوڑے۔

مولوی جلیل احمد بھوپالیؒ

مولانا جلیل احمد، مولانا خلیل الرحمٰن بن حضرت خواجہ سید احمد نصیرآبادیؒ کے صاحبزادہ تھے، ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں بھوپال میں پیدا ہوئے، تاریخی نام محمد غنی الحسن تھا، پانچ برس کی عمر میں حافظ محمد اسحٰق ٹونکی سے قرآن شریف پڑھا اور انھیں سے فارسی بھی پڑھی، ابتدائی کتب مولوی فرزند علی گوپاموی سے پڑھیں، صرف ونحو وعربی کی ابتدائی تعلیم محمد ہلال خان افغانی سے حاصل کی، خوشنویسی مولوی احمد علی مرصع رقم سے

---

(۱) سید طاہر حسن کا بزرگوں علماء اہل اللہ سے تعلق رہا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے اصلاحی مکاتبت تھی۔

(۲) یہ سید فاروق احمد ندوی بھوپالی، سید محمد الیاس رائے بریلوی، اور میاں زین العابدین ٹونکی کو منسوب ہوئیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیکھی، جب سن شعور کو پہونچے تو ان کے نانا میر میاں حامد حسین بریلوی نے جوان کے مربی تھے مدرسہ سلیمانیہ احمدیہ میں داخل کرادیا اور تکمیل علوم کر کے فراغت حاصل کی، مدرسہ کی تعلیم کے علاوہ مختلف کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں، مشکوٰۃ کا مقدمہ، مقامات حریری اور تفسیر مدارک کا کچھ حصہ مولانا ذوالفقار احمدؒ سے پڑھا، مسند امام اعظم، درمختار مع کتاب الآثار مولانا محمد یحییٰؒ سے پڑھی، اوائل ترمذی، ابن ماجہ رأس المحدثین شیخ حسین بن محسن الیمانیؒ سے پڑھیں، بلوغ المرام اور سنن ابی داؤد مولانا حافظ عبداللہ پشاوریؒ سے پڑھ کر سند لی اس کے علاوہ مختلف علماء و مشائخ مولانا شعیب، مولانا محمد صفی الدین مدراسی سے تعلیم حاصل کی اور سند لی، ۱۳۲۲ھ کو رائے بریلی میں شاہ سید عبدالعزیز رائے بریلوی کی دختر سے شادی کی اور خدا نے ایک ہونہار فرزند عطا فرمایا جس کا نام جمیل احمد رکھا، ڈھائی سال کی عمر میں وفات پا گیا، مولانا کو اس کی جدائی سے بے انتہا غم ہوا اور دل شکستہ ہو گئے لیکن صبر و شکر کی دولت سے سرفراز تھے، خدا کے آگے سر جھکاتے اور اس کے حکم پر صابر و شاکر رہتے اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

صاحبزادہ کے انتقال کے بعد وہ بہت دل برداشتہ ہو گئے تھے لیکن اللہ کے شکر میں ہر وقت زبان تر رکھتے وہ ایک جگہ اپنا حال لکھتے ہیں:

"بعض اوقات ایسا جی برداشتہ ہوتا ہے کہ کہیں اور یا وطن آبائی کی طرف چلا جاؤں مگر خدا تعالیٰ کا حکم سب پر غالب ہے، وہی رازق ہے، جہاں آب و دانہ مقدر ہوگا وہیں رہنا ہوگا، ارادۃ اللہ غالب علی ارادۃ الناس، خدا تعالیٰ کی نعمتیں مجھ پر بہت زیادہ ہیں کہ مجھ ایسے ذرہ ناچیز کو چیز بنا دیا وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها، اول یہ نعمت ہے (۱) نسل سید المرسلین میں پیدا کیا (۲) عزت ظاہری اور علم ایسی دولت بے بہا بخشی (۳) علم دین و مذہب اہل سنت

www.abulhasanalinadwi.org

والجماعت عنایت کیا، (۴) اکل حلال صدق مقال کی توفیق دی۔"

ہر جا کہ از بلندی و پستی سخن رود
از آسماں بلند تر از خاک کمتریم

وہ اپنے اعزا اور احباب کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "علوم عربیہ دینیہ حاصل کریں، عبادت و ریاضت میں وقت صرف کریں، رزق حلال و صدق مقال میں وقت لگائیں اس لئے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخر کار کام خداوند عالم سے ہی پڑتا ہے۔

نزلنا ھھنا ثم ارتحلنا   کذا الدنیا نزول وارتحال
یظن المرء فی الدنیا خلودا   خلود المرء فی الدنیا محال

مولانا کا انتقال بھوپال میں ہوا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

منشی سید محمد نصیر آبادی گویا

مولانا خلیل الرحمٰن ابن حضرت خواجہ سید احمد نصیر آبادیؒ کے چھوٹے صاحبزادہ تھے ۱۳۰۳ھ کو بھوپال میں پیدا ہوئے اور بھوپال ہی میں قیام کیا، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی مختلف اساتذہ سے فارسی عربی پڑھی، طبیعت میں ذکاوت اور فطانت شجاعت اور ہمت ابتدائے عمر سے تھی جس نے زندگی بھر اپنے جوہر دکھائے، شعر و سخن سے بھی اچھا ذوق رکھتے تھے اور گویا تخلص کرتے تھے۔

نماز باجماعت کے بہت پابند تھے، تلاوت قرآن کا بڑا ذوق رکھتے تھے اور اکثر اوقات تلاوت میں گذارتے، ریاست بھوپال میں مدتوں ملازم رہے مختلف محکموں میں کام کیا اپنے والد ماجد اور برادر مکرم مولوی جلیل احمد کی طرح علم سے شغف رکھتے تھے اور مطالعہ کتب کا اہتمام کرتے، ایثار و اخلاق ان کو آبائی ورثہ میں ملا تھا، اپنی یادگار میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایک صاحبزادہ سید محمد احمد اور دو بیٹیوں کو چھوڑا۔

(نمونہ کلام)

آئیں گے گھر وہ مرے دل بے قرار کیا — وعدہ تو کر گئے ہیں مگر اعتبار کیا
تاراج ہو چکا چمن آرزوئے دل — اب اس خزاں میں آئے گی فصل بہار کیا
تو وہ ہے حسرتوں کا تمنا کا ڈھیر ہے — لاکھوں غموں کی پوٹ ہے میرا مزار کیا
ہم التجائے وصل کیے جائیں اور تم — کہنا اسی ادا سے ذرا بار بار کیا
دنیا میں جب کہ آپ سا وعدہ خلاف ہو — انصاف کیجئے دل کو ہو پھر اعتبار کیا
زمانہ رات دن سنتا ہے فریاد و فغاں میری — نہیں سنتا تو اک سنتا نہیں ہے آسماں میری
کسی کو کیا پڑی سنائے داستاں میری — سنائے گا تو لائے گا کہاں سے وہ زباں میری
نہیں آسان کچھ راز محبت کا سمجھ لینا — نہ سمجھا ہے نہ سمجھے گا کوئی یہ چیستاں میری
زمانہ کو دکھادوں گا کرشمہ سازیاں تیری — یہ مانا کون اب سنتا ہے فریاد و فغاں میری
بہت پر درد اور دل سوز روداد محبت ہے — کلیجہ تھام لیں سننا اگر ہے داستاں میری
نہ سمجھے جیتے جی اب کھو کے مجھ کو ہاتھ ملتے ہو — ستاتی ہیں انھیں رہ رہ کے اب بربادیاں میری

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ

مولانا سید عبدالحی حکیم سید فخر الدین خیالیؒ کے صاحبزادہ اور مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادیؒ کے پوتے تھے، ۱۸؍رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ (۲۲؍دسمبر ۱۸۶۹ء) میں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے نام احمد رکھا گیا مگر عبدالحی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے بچپن میں دادھیال رائے بریلی اور ننھیال ہسوہ ضلع فتح پور میں علماء

ومشائخ بکثرت تھے (۱) علم اور مشیخت کے ساتھ ساتھ شعر وسخن کا ہر طرف چرچا تھا، آپ کی نشوونما روحانی وعلمی ماحول میں ہوئی، شروع زندگی ہی سے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔

عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت شاہ ضیاء النبیؒ سے پڑھیں اور کچھ دنوں مڈل اسکول میں بھی پڑھا پھر الہ آباد گئے اور تقریباً دوسال وہاں رہ کر مولانا محمد حسین الہ آبادی تلمیذ رشید علامہ عبدالحی لکھنوی اور دوسرے علماء کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے، ۱۳۰۱ھ میں اپنے والد کے پاس بھوپال گئے، اس وقت بھوپال میں مدار المہام مولوی جمال الدین خاں اور نواب سید صدیق حسن خاں والا جاہ کا شہرہ تھا، اور ان دونوں کی وجہ سے بھوپال ہندوستان کے علماء کا مرکز بنا ہوا تھا۔

۱۳۰۳ھ میں وطن واپس ہوئے، اور کچھ دن وطن میں رہ کر لکھنؤ آئے اور میر ابوالحسن مصنف ''آئینہ اودھ'' کے ساتھ دریجے گنج میں مہاراجہ بلرام پور کی کوٹھی میں قیام رہا اسی درمیان کچھ دنوں کانپور میں بھی قیام کر کے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا فتح محمد تھانویؒ سے فقہ پڑھی پھر لکھنؤ میں بازار جھاؤلال (محمد علی لین) کی مسجد نوازی میں قیام کیا، بڑی محنت عسرت اور جفاکشی کے ساتھ مولانا امیر علی، مولوی الطاف حسین، مولوی فتح محمد صاحب تائب، آخوند مولانا احمد شاہ ولایتی، مولانا فضل اللہ اور مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں، اس زمانہ میں آپ کا زیادہ تر قیام مسجد نوازی

---

(۱) مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کے نانا اور نانی دونوں علم وفضل میں بلند مقام رکھتے تھے نانی صاحبہ سیدہ حمیرا بنت شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلوی حضرت شاہ علم اللہ کی اولاد میں تھیں، اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی صاحب موضح القرآن کی صاحبزادی سے سفر حج میں استفادہ کیا تھا مولانا عبدالحیؒ کو موضح القرآن کی سند اپنی نانی سے ہی حاصل ہے، نانا مولانا سید سراج الدین ہسوہ فتحپور کے حسینی واسطی سادات کے گل سرسبد تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''کاروان ایمان وعزیمت'' میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت سید صاحبؒ (یعنی سید احمد شہید قدس سرہ) کے مریدین مجاز میں سے تھے اور آپ سے خاندانی تعلق بھی تھا، زہد و ورع، سخاوت ومروت، شہامت وجلادت، علم وذکاوت میں تو ادر روزگار میں سے تھے، ایک صاحبزادہ مولوی سید عبدالعزیز تھے جو متدین، مدبر اور صائب الرائے بزرگ تھے اور دو صاحبزادیاں اہلیہ مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی واہلیہ مولانا شاہ سید عبدالسلام صاحب تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

محمد علی لین لکھنؤ میں رہا، اہل محلہ باوجود آپ کے خورد سال کے بڑے احترام ووقار کے ساتھ پیش آئے۔

لکھنؤ سے فراغت کے بعد دوبارہ بھوپال گئے اور قاضی عبدالحق صاحب سے بقیہ کتب درسیہ، مولانا سید احمد دہلوی سے ریاضی، مولانا شیخ محمد عرب سے ادب اور شیخ حسین ابن محسن الیمانیؒ سے حدیث کی تحصیل کی شیخ کو آپ کی طرف خصوصی توجہ تھی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد لکھنؤ کے نامور طبیب حکیم عبدالعلی سے طب کی کتابیں پڑھیں اور حکیم عبدالعزیز سے "قانون"[1] پڑھا اور حکیم عبدالعلی صاحب کے یہاں مطب شروع کیا۔

کم عمری ہی کے زمانہ سے خاندانی بزرگوں کی خدمت میں بیٹھتے اور علم باطن حاصل کرنے کی کوشش کرتے، خصوصاً مولانا عبدالسلام ہسوی سے فیض اٹھایا[2]، ان کے انتقال کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے خط وکتابت کی اور بیعت عثمانی سے مشرف ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مولانا کو ایک مکتوب لکھا اس میں حسب ذیل الفاظ سے یاد کیا:

> "از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت سراپا برکت مولوی ابوالبرکات محمد عبد الحی صاحب حسنی الحسینی نور اللہ قلبہ بنور معرفتہ ومحبتہ، بعد سلام مسنون و دعائے ترقی درجات عالیات مشہود ضمیر منیر بعد مکتوب محبت وارادت ورود ہوا ممنون ومشکور ہوا اور آپ صاحبوں کے خیر وعافیت معلوم ہونے سے مسرور ہوا۔" الخ

۱۳۰۶ھ سے ۱۳۰۸ھ تک جب کہ مولانا کی عمر بیس اکیس سال کی تھی حضرت

---

(۱) بوعلی سینا کی مشہور کتاب۔ (۲) جوان کی والدہ کے برادر عم زاد اور بہنوئی تھے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے قوی النسبت بزرگ تھے۔ مدفون ہسوہ ضلع فتح پور یوپی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں تین بار حاضر ہوئے، اوران کی توجہات حاصل کیں، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نے بلادرخواست آپ کو بیعت کرلیا اور بڑے شوق سے درس حدیث دیا اور مسلسل بالاولیہ والی حدیث کی سند واجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا کے انتقال کے بعد اپنے خسر حضرت شاہ ضیاء النبیؒ اور اپنے والد ماجد مولانا حکیم سید فخرالدین کی خدمت میں رہ کر سلوک کے منازل طے کئے اوران دونوں حضرات کی خلافت حاصل کی۔

۱۳۱۰ھ میں دہلی، سہارنپور، گنگوہ، نانوتہ، کلیر وغیرہ کا سفر کیا اور مختلف اداروں، تعلیم گاہوں کا معائنہ کیا اور مشہور مشائخ سے ملاقات کی۔

مولانا کے دل میں اصلاح اور جدوجہد کا بڑا جذبہ تھا، ابھی طب کی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اور آپ اس کے ابتدائی جلسوں میں شریک ہونے لگے، ۱۳۱۳ھ میں ناظم ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری کی ماتحتی میں کام شروع کیا، ۱۳۲۳ھ تک مددگار ناظم رہے، ۱۳/اپریل ۱۹۱۵ء میں آپ ناظم مقرر ہوئے اور زندگی کے آخری لمحہ تک اس منصب پر سرفراز رہے، اس پوری مدت میں آپ کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بہت تھیں، ندوہ کی نظامت خط وکتابت، دور دراز جلسوں کی تیاریاں اور ان میں شرکت، مختلف علوم وفنون میں تصنیف وتالیف، مطب کی مصروفیت آپ کے ذمہ تھیں اوران سارے کاموں کو پورے استقلال، خاموشی اور انہماک سے انجام دیا۔

طبیعت میں خلوت پسندی، کم گوئی، حیا، خودداری اور کم آمیزی تھی، اللہ تعالیٰ نے جلال وجمال دونوں نعمتیں عطا فرمائی تھیں، جس مجلس میں ہوتے ممتاز معلوم ہوتے، توکل واستغنا حد درجہ تھا، دن بھر کی آمدنی شام تک خرچ کردیتے، ہمیشہ کمرہ میں تنہا رہتے بے ضرورت کوئی بات زبان سے نہ نکالتے، دسترخوان وسیع تھا، ادب، حدیث،

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن اور طب کا درس دیا کرتے جو وفات کے دن تک جاری رہا، ہر کام میں اتباع سنت کا خیال کرتے، اعزا واحباب کے ساتھ صلہ رحمی اور سلوک کا بڑا اہتمام رکھتے، نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی، شعروشاعری اور ادب کا بھی ذوق رکھتے، اردو زبان وادب پر وسیع اور گہری نظر تھی دوراندیشی اور معاملہ فہمی، مردم شناسی، سلامت روی آپ کی خاص صفات تھیں، عصبیت، غلو اور مبالغہ سے طبیعت کو کوئی مناسبت نہ تھی، بڑے خوش خوراک خوش پوشاک تھے، مزاج میں نفاست ولطافت تھی، عربی زبان بے ساختہ لکھتے، آپ کی عربیت کے ڈاکٹر تقی الدین الہلالی بہت معترف تھے، اردو تحریر میں متانت، حلاوت، سنجیدگی و بے ساختگی بہت تھی۔

۱- گل رعنا جو اردو شعراء کے حالات اور نمونہ کلام پر مشتمل ہے۔

۲- یاد ایام تاریخ گجرات، گجرات کے علماء ومشائخ کے حالات پر ہے۔

۳- ان ساری تصانیف میں سب سے بڑی، اور مایہ ناز تصنیف "نزہۃ الخواطر" ہے جس میں پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک کے علماء ومشائخ کے حالات ہیں۔

۴- جنۃ المشرق (الهند فی العهد الاسلامی)، جو ہندوستان کے اسلامی عہد کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

۵- معارف العوارف (الثقافۃ الاسلامیۃ فی الهند)، جو ہندوستان میں علم کی تاریخ اور ہزار سالہ اسلامی عہد کے مصنفین اور تصنیفات کی ڈائرکٹری ہے جو دمشق کی مشہور سرکاری اکیڈمی المجمع العلمی العربی نے شائع کی ہے، ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سی تصنیفات ہیں۔

مولانا نے بہت کم عمر پائی، پچپن سال کی عمر میں ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۲۳ء کو جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں چند گھنٹوں کی علالت کے بعد لکھنؤ میں انتقال کیا، جنازہ رائے بریلی وطن لے جایا گیا، جہاں حضرت شاہ علم اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے روضہ میں انھیں کے پائیں سپرد خاک کیے گئے، انتقال کے وقت دو فرزند مولانا ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی اور مولانا ابوالحسن علی اور دو دختر (سیدہ امۃ العزیز[1] اور سیدہ امۃ اللہ تسنیم (عائشہ بی)) یادگار چھوڑیں۔

آپ کے انتقال پر علماء ومشائخ نے اور عوام وخواص نے بڑے رنج وغم کا اظہار کیا، مختلف علماء نے وفات کی تاریخیں نکالیں، مولانا عبدالحمید فرنگی محلی نے حسب ذیل اشعار کہے۔

مولوی وحکیم عبدالحی بود از اولظم ندوۃ العلماء
عالم باعمل طبیب وادیب ہادی دین پاک وشرع ہدیٰ
ناگہاں حکم ارجعی چوشنید بشد رواں سوئے جنت الماویٰ
از صفات کمال او حامد گفت تاریخ فاضل یکتا (۱۳۴۲ھ)

مولوی حافظ شاہ نذر الرحمٰن حفیظ عظیم آبادی لکھتے ہیں:

سید عبدالحی لقب معروف ومشہور ہے میرے سچے دوست عالم باعمل صوفی حکیم
اے حفیظ اس صدمہ جانکاہ سے دل چور ہے چل بسے اس دار فانی سے سوئے دارالبقا
دی یہ ہاتف نے صدا تاریخ ہی مغفور ہے مغفرت کی میں نے جب اللہ سے کی التجا
مقدس پاک طینت جنت آرائے حفیظ افسوس عبد الحی جسیم
مگر ہجری گو در یغہ حیف لائے ولائے (۱۳۴۱ھ) زہ سال رحلتش ہاتف نگہ کرد

مختلف اداروں اور شخصیتوں نے مولانا کے انتقال پر تعزیتی تجاویز پاس کیں، ہم مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی صدر یار جنگ کے خطبہ صدارت اجلاس ندوۃ العلماء منعقدہ ۸/۹/۱۰ مارچ ۱۹۲۵ء سے چند الفاظ نقل کرتے ہیں:

''حضرات! جب کہ میں اس مجمع عظیم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میری نیاز آگیں آنکھیں اس چیز کو ڈھونڈتی ہیں جو جمال وکمال کے نور سے ہمارے دلوں کو

---

(۱) والدہ مولانا سید محمد ثانی حسنی، مولانا سید محمد رابع حسنی، مولانا سید محمد واضح رشید ندوی۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ثلث صدی تک منور کرتا رہا، جمال میں حسب ونسب کا نور تھا، کمال میں علم وعمل کا، میری مراد مولوی حکیم سید عبدالحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء سے ہے، کسی مقصد عالی کے حصول میں مخلصانہ اتحاد وعمل دلوں میں وہ ربط وتعلق پیدا کردیتا ہے جس کو موت بھی فنا نہیں کرسکتی، یہی ربط ہے جو ہماری نگاہوں کو اس پاکیزہ صورت کی تلاش میں ہر طرف لے جاتا ہے، آج وہ ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے حسن عمل کا نور ندوۃ العلماء کے درودیوار سے تاباں ہے اور فضل ربانی شامل حال ہے تو صدیوں تک رہے گا، سید صاحب کی مردم شناسی، معاملہ فہمی، علمی خدمت اور اخلاص عمل وہ صفات ہیں جو اپنی آپ ہی نظیر تھیں، رحمہ اللہ تعالی وجزاہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔"(۱)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے آپ کے حالات پر مشتمل کتاب "حیات عبدالحی" لکھی ہے تفصیلی معلومات کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

مولانا سید فاروق احمد ندویؒ

حاجی سید احمد نصیر آبادی (برادر زادہ مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادی) کے چھوٹے صاحبزادہ اور مولوی رشید الدین کے نواسہ تھے، ۱۳۰۶ھ کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتب وطن میں اپنے خاندانی بزرگوں سے پڑھیں، اس کے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوگئے دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا، ۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم کا افتتاح ہوا، مولوی فاروق احمد حسنی ۱۳۱۷ھ یا ۱۳۱۸ھ میں داخل ہوئے، اس وقت دارالعلوم خاتون منزل گولہ گنج میں تھا اور مشہور

---

(۱) روئداد ص/۳۰، خطبہ صدارت از صدیار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اساتذہ اور علماء درس دے رہے تھے، ان میں مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی، مولانا محمد عرب وغیرہ قابل ذکر ہیں، معتمدین اور منتظمین میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا سید عبدالحی صاحب حسنیؒ وغیرہ سرفہرست ہیں، مولوی فاروق احمد نے انھیں اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور ان فاضل منتظمین و معتمدین کی خدمت میں رہے، مولوی صاحب میں ذہانت، ذکاوت، محنت اور علم سے دلچسپی بہت تھی اس لئے ممتاز طلبہ میں شمار ہونے لگا، خاندان کے اور افراد بھی شریک درس رہے تقریباً ۱۳۲۷ھ یا ۱۳۲۸ھ تک تعلیم مکمل کر کے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہو کر وطن واپس ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف علمی کاموں میں وقت لگایا، مگر دلجمعی نہیں ہوئی، بڑے وجیہ، خوش خلق اور نفاست پسند تھے، اپنے وطن کی مسجد میں عموماً نماز پڑھتے تھے، آواز اچھی تھی، قرآن شریف خوب پڑھتے تھے۔

ملازمت کی کوشش کی مگر کوئی خاص کامیابی نہیں ہوسکی، بھوپال میں منشی سید عبداللہ نصیرآبادی (فرزند حضرت خواجہ سید احمد نصیرآبادی) کی دختر سے شادی ہوئی، منشی صاحب بھوپال میں قیام کرتے تھے اور اچھاور میں تحصیلدار تھے، اس لئے مولوی صاحب بھی اکثر بھوپال جاتے رہے اور آخر میں وہیں قیام کیا۔

بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے شفقت، دین کی کتابوں کا مطالعہ، نمازوں کا اہتمام اور تلاوت قرآن زندگی کا خاص شیوہ تھا، افسوس ہے عمر بہت کم پائی اور عمر کا اکثر حصہ عسرت و تنگدستی میں گذرا، مگر اپنی پریشانی کا اظہار کسی پر ہونے نہ دیا، طبیعت غیور پائی تھی، ہر حال میں صابر شاکر رہتے اور ہر کس و ناکس سے پورے انشراح اور خوش اخلاقی سے ملتے، کینہ اور بغض سے نفور تھا۔

۳۰-۳۱ سال کی عمر میں بھوپال گئے ہوئے تھے ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳۳۶ھ کا سن تھا ان کے اثنائے قیام میں انفلوئنزا کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمیوں کو موت کی آغوش میں پہونچا دیا، مولوی فاروق احمد ندوی بھی اسی بیماری میں مبتلا ہوئے اور انتقال

www.abulhasanalinadwi.org

کر گئے ان کے انتقال سے پورے خاندان کو سخت صدمہ ہوا ان کے علم و علم اور ہوش گوش سے گھر والوں کو بڑی امیدیں تھیں جوان کے انتقال سے ختم ہوگئیں، بھوپال کے عام قبرستان میں جہاں اور عزیزوں کی قبریں تھیں سپرد خاک کیا گیا، اپنے پیچھے ایک بھائی سید صدیق احمد، ایک ہمشیرہ، ایک بیوہ اور صاحبزادہ ابرار احمد یادگار چھوڑا جس نے بہت کم عمری میں وفات پائی۔

مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ

مولانا سید محمد طٰہٰ کے صاحبزادہ تھے[1]، ۹ر ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو نصیر آباد میں پیدا ہوئے، ۴۰ر دن کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، جان جان آفریں کے سپرد کرنے سے پہلے اپنے نومولود بچہ کو دیکھنے کے لیے طلب فرمایا اور خدا سے برکت کی دعا کی اور فرمایا اے خدا تیری رحمت کے حوالہ کرتا ہوں میری کبھی یہ تمنا نہیں رہی کہ تیرے سوا کوئی کفیل ہو۔

ابتدائی تعلیم مولانا محمد احسن نصیر آبادیؒ سے حاصل کی اور حافظ جان محمد سے جو حسن قرات میں مشہور تھے حفظ قرآن کیا ۹ر سال کی عمر میں حفظ کر لیا اور فارسی میں دستگاہ حاصل کر لی، عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے عم بزرگوار مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادیؒ سے حاصل کی اس کے بعد جونپور جا کر مولانا عبداللہ چھپروی سے صرف ونحو پڑھی اور مولانا محمد شبلیؒ بن حضرت مولانا سخاوت علی جونپوریؒ (خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) سے ہدایہ تک کی تعلیم حاصل کی، پھر لکھنؤ میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ سے ۲۰ سال کی عمر میں درسیات کی تکمیل کی پھر دہلی وسہارنپور تشریف لے جا کر مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے حدیث پڑھی، حدیث پڑھنے کے بعد اپنے وطن نصیر آباد واپس ہوئے اور

---

(۱) سید محمد امین اگہا میاں کی صاحبزادی خاتون بی آپ کی والدہ تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ دنوں وہاں قیام کیا، پھر رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ تشریف لا کر حضرت سید شاہ ضیاء النبیؒ کی خدمت میں رہے اور سلوک کی تکمیل کی، اس کے بعد ۱۳۰۲ھ میں حجاز تشریف لے گئے حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور حدیث شریف کی سند مختلف مشائخ سے حاصل کی خصوصاً شیخ الاسلام سید احمد مفتی حرمین شریفین سے چند کتابیں تبرکاً پڑھیں، پھر ہندوستان واپس ہوئے اور طب کی تعلیم حکیم مظفر حسین سے حاصل کی اور درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تبلیغ وارشاد کا کام شروع کیا اور ہر جمعہ کو ہزاروں آدمیوں کے سامنے وعظ کہنے لگے، اسی طرح پرتا بگڈھ، سلطانپور، اعظم گڈھ، جونپور اور ان کے دیہاتوں میں تبلیغ وارشاد کا کام کرنے لگے، مولانا سے بے شمار مخلوق نے فائدہ اٹھایا ان کے وعظ تذکیر سے ہزاروں کی زندگیاں بدل گئیں اور انہوں نے شرک و بدعت اور رسوم جاہلیت اور غیر اسلامی شعائر سے توبہ کی، نماز روزہ کے پابند ہو گئے، حرام کاموں سے بچنے لگے، خصوصاً سود، حرام مال کھانے اور تعزیہ داری، محرم کے سیوم، قبر پرستی کی اطراف و جوانب میں بیخ کنی ہوگئی، مولانا بڑے غیور باحمیت، برائیوں سے نفور تھے، وہ کسی ایسے گھر میں قدم نہ رکھتے جہاں شرک ہوتا ہو، نہ کسی ایسے شخص سے بات کرتے جو حرام کاموں کا مرتکب ہو، وہ عدالتوں میں جانے اور انگریز حکام کا سامنا کرنے کے مخالف تھے وہ اس حدیث شریف پر سختی سے عامل تھے، من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان "مولانا سید سلیمان ندوی جنھوں نے اپنی آنکھوں سے مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ کو دیکھا تھا اور ان کے وعظوں کے اثرات محسوس کئے تھے لکھتے ہیں:

"کتاب و سنت کی تعلیم، صحیح عقائد کی تلقین، رسوم جاہلیت کی تردید اور بدعات سیئہ کے محو کرنے میں حضرت مولانا سید محمد امین صاحب رائے بریلوی کو جو حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کے خانوادہ سے تھے بڑا امتیاز حاصل تھا، مولانا کے حلقہ ارشاد میں

www.abulhasanalinadwi.org

ملک کے دوسرے حصوں کے علاوہ ہمارے ضلع اعظم گڈھ کے دیہات بھی داخل تھے وہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے اصرار سے ان دیہاتوں میں تشریف لاتے تھے اور اپنے وعظ و پند اور نصائح دلگیر سے اور اپنے معتقدوں کو امروفرمان اور حکم سے مرعوب حق بنا کر ان کی اصلاح کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ بڑا کام کرتے تھے۔ بہتوں نے ان کی نصیحت سے فیض پا کر توبہ کی اور بہت سے گھروں سے بدعات و مراسم فاسدہ کا ازالہ ہوا اور کتنے دیہاتوں میں ان کی تلقین سے روشنی پھیلی۔"

۱۳۱۱ھ میں برما تشریف لے گئے اور وہاں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کیا اور شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی، برما سے واپسی پر نصیرآباد میں مستقل قیام کیا اور دعوت و ارشاد کا کام کیا مولانا سے اس زمانہ کے علماء و مشائخ خصوصاً ان کے اساتذہ کو بڑا تعلق تھا، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کو خصوصی تعلق تھا، فراغت کے وقت اپنا کتب خانہ اپنے لائق شاگرد کو دے دیا اور برابر مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا، ۱۳۰۰ھ میں ایک خط تحریر فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں:

"از محمد عبدالحی عفی عنہ، بجامع فضائل کمالات مولوی سید محمد امین صاحب زاد مجدہ"

دوسری جگہ تحریر فرمایا:

"از کیاء زماں فاضل دوراں مولوی سید محمد امین صاحب لازالت شموس فیوضہ بازغہ۔"

مولانا محمد امین نصیرآبادیؒ اپنے وقت کے بے تاج بادشاہ تھے رفض و شیعیت کے بڑے مخالف تھے اور رفض کو مٹانے میں آخری کوشش کر ڈالی، ان سے اطراف و جوانب میں جو فیض پہنچا وہ صدیوں میں کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے ان کے دبدبہ اور

www.abulhasanalinadwi.org

سخت رویہ کے باوجود لوگ پروانوں کی طرح ان پر گرتے تھے اور ان کے لیے جان دینے کو تیار ہوتے تھے، ایک بار روافض نے ان کے قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور یہ طے کرلیا کہ عید کے دن جب مولانا نماز عید کو نکلیں تو ان کو شہید کردیا جائے اس فیصلہ سے اہل سنت کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں حضرت مولانا کی جان نہ چلی جائے اس لیے اس مرتبہ نماز عید مسجدوں میں پڑھ لی جائے اور عیدگاہ مولانا تشریف نہ لے جائیں، خوف وہراس کی فضا چھا گئی، حضرت مولانا کے ایک معتقد کلن میاں جن کو خدا نے قوت عطا فرمائی تھی اور پاٹ دار آواز تھی انہوں نے اعلان کردیا کہ نماز عیدگاہ میں ہوگی اور مولانا پڑھائیں گے، عید کی صبح کو گھوڑا لایا گیا مولانا کو اس پر بٹھایا گیا اہل سنت اور مولانا کے معتقدین پروانوں کی طرح آگئے اور مولانا کو گھیرے میں لے لیا اور کلن میاں نے بلند آواز سے ایک نعت پڑھنی شروع کردی جس کا مطلع یہ تھا:

محمد کی یہ محفل ہے اب آئے جس کا جی چاہے
وہ قسمت اپنی آزمائے جس کا جی چاہے

اس آواز سے ساری بستی جاگ اٹھی، عورتیں کوٹھوں پر چڑھ گئیں، بچے باہر نکل آئے بوڑھے اور جوان دوڑ پڑے اور جوش وخروش میں پوری بستی نکل پڑی، دشمنوں کے دل دھڑکنے لگے اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیے اور سانپ سونگھ گیا، مولانا نے نماز پڑھائی اور بخیریت گھر واپس آئے۔

مولانا کا شب وروز کا معمول حسب ذیل تھا۔

۲ ربجے شب کو اٹھتے اور تہجد ادا فرماتے اس وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے، بعد نماز فجر وعصر دیر تک دعا مانگتے پھر وظائف مسنونہ کے بعد تلاوت قرآن مجید اور اشراق سے فارغ ہوکر مکان تشریف لے جاتے، نصف گھنٹہ کے بعد باہر کمرہ میں بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتے اس کے بعد خطوط اور فتاویٰ کے جوابات لکھتے اور چند اسباق بھی جاری

www.abulhasanalinadwi.org

رہتے کہ ظہر کا وقت آجاتا بعد نماز کھانا کھا کر گرمیوں میں بھی چند منٹ قیلولہ فرماتے اور پھر باقاعدہ درس وتدریس کا مشغلہ عصر کے بعد تک جاری رہتا، بعد نماز مغرب وظیفہ پڑھ کر مراقبہ فرماتے بعد مراقبہ تلاوت قرآن مجید کرتے، عشا کی نماز پڑھ کر کھانا کھاتے اور ۱۱ بجے شب کو آرام فرماتے، رمضان مبارک میں تراویح میں دو ختم فرماتے اور ایک ختم عشرہ آخر میں، عشرہ آخر میں شب میں ایک منٹ بھی آرام نہ کرتے۔

فیاضی وسخاوت بہت تھی، مہمانوں کی کثرت ہوتی جو خود کھاتے سب کو کھلاتے کھانے میں تفریق نہ تھی، باوجود شان فاروقیت رکھنے کے ملنے والوں سے محبت وشفقت بھی بہت تھی، بے چین دل پایا تھا اور بیقرار طبیعت، اظہار حق کے بغیر رہ نہ سکتے تھے، اکثر یہ شعر پڑھتے۔

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفاتِ دل دوستاں رہے نہ رہے

مولانا اپنے مسلک اظہار حق میں بڑے سخت تھے اس لیے ہر اجتماع میں شرکت نہ فرماتے، صرف اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر لوگوں سے ملتے اور سفر کرتے، مختلف مقامات کے دورے کرتے اور اصلاح باطن کا کام کرتے، آخری دورہ اعظم گڈھ کا کیا اور "الیوم اکملت لکم دینکم" پر موثر وعظ فرمایا، ۲ رجمادی الاخری ۱۳۴۹ھ کی صبح بال بنوائے اور عطر منگایا اور بعد عصر اپنی اہلیہ محترمہ کو صبر کی تلقین کی قرآن کی تلاوت کے بعد نماز مغرب خود پڑھائی اور پھر مراقبہ میں بیٹھے اور وظیفہ پڑھا اور عشا ہوتے ہوتے جان جان آفریں کے سپرد کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی ہزاروں کی تعداد میں لوگ اکھٹے ہونے لگے دوسرے دن عیدگاہ کے میدان میں تین بار نماز ہوئی جنازہ میں اتنا بڑا ازدحام کبھی نہیں دیکھا گیا تھا جامع مسجد کے سامنے والے احاطہ میں دیوان خواجہ سید احمد کے مزار کے قریب تدفین عمل میں آئی کثرت ہجوم سے ایک دیوار گرگئی۔ دو شادیاں کیں

www.abulhasanalinadwi.org

مگر کسی سے اولاد نہیں ہوئی، دونوں کے ساتھ عدل و مساوات میں نبوی طریقہ کار کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ (۱)

مولانا کے انتقال پر مختلف لوگوں نے تاریخ کہی، مولانا کے برادر مکرم حکیم محمد متین نے مرثیہ کہا جس کے آخری شعر سے تاریخ نکلتی ہے اور وہ یہ ہے

گفت ہاتف روح پاکش بالیقین
واصل حق آں چو حق فرخندہ باد (۲)

حافظ ڈپٹی عبدالستار حافظ نصیر آبادی

حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ کے بھائی اور مولانا سید محمد طٰہؒ کے صاحبزادہ تھے، پانچ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، والدہ نے تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، نو سال کی عمر میں اپنے ماموں کے ہمراہ ریاست ٹونک گئے اور وہاں کے مشہور حفاظ سے قرآن مجید حفظ کیا اور مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، چودہ سال کی عمر میں واپس ہوئے، دو سال والدہ کی خدمت میں رہے، پھر تلاش معاش میں باہر نکلے اور مختلف جگہ ملازمت کی، مختلف عہدوں پر رہ کر ضلع جالون کے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے، ۱۹۰۸ء میں ملازمت ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے، کتب بینی کا شوق تھا، آخر میں دنیا سے طبیعت سرد ہو گئی تھی اور اپنے اسلاف سے بڑا تعلق پیدا ہو گیا تھا، طبیعت میں نرمی اور دل میں درد و سوز بہت تھا، ہر ایک کے کام آتے، بڑے محتاط اور راست باز تھے، کوئی برائی کرتا تو رنجیدہ نہ ہوتے اگر برائی اپنے اندر دیکھتے تو دور کرتے اور اگر نہ ہوتی تو کہنے والے کو درگزر کرتے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے اور یہ شعر اکثر پڑھتے۔

---

(۱) سید سعید الدین بن مہر علی بن نور الدین کی صاحبزادی کلثوم بی آپ کی زوجۂ اولی ہیں اور ماموں سید حیدر علی کی صاحبزادی خیر النساء زوجۂ ثانیہ ہیں جو بعد میں بھی حیات رہیں۔

(۲) تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے "یادگار سلف" از مولانا نجم الدین اصلاحیؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند
آن را کہ عقل بیش غم روزگار بیش

آخر عمر میں حج وزیارت سے سرفراز ہوئے، حج کے فوراً بعد طبیعت خراب ہوئی اور ۲۲رذی الحجہ ۱۳۴۹ھ کو جدہ میں انتقال کیا[1]، آپ کی تصنیفات میں، (۱) گلشن طہٰ، (۲) شعلۂ جانسوز تھا، ان کو شعر وسخن کا بھی ذوق تھا، حافظ تخلص کرتے تھے، چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

یاالٰہی مجھے توفیق دے بھلائی کی | تا کہ دنیا میں کسی کی تو بھلائی ہوتی
کامیابی ہے زندگی کی یہی | حرص دنیا کی آرزو نہ رہے
مست ہوجاؤں عشق وحدت میں | ایسا بیخود بنوں خودی نہ رہے
حافظؔا کر دعا خدا سے یہی | شرک کی میرے دل میں بو نہ رہے
حافظؔا عالم فانی ہے محض خواب وخیال | چشم بیدار سے دیکھو تو ادھر کچھ بھی نہیں

حافظ سید محمد احسن شوقیؔ

حضرت شاہ سید ابو سعیدؒ کے پرپوتے اور سید عبدالغنی کے صاحبزادہ تھے، نام سید محمد احسن تخلص شوقیؔ کرتے تھے، ۱۱رسال کی عمر تک وطن ہی میں ابتدائی فارسی تعلیم حاصل کی، اسی دوران میں بڑے بھائی سید عبدالخالق مرحوم نے جو اس وقت تک ریاست ٹونک میں کسی اسکول میں انگریزی کے ٹیچر تھے بلالیا اوران کو نواب ابراہیم علی خاں والی ریاست ٹونک کے استاد کے پاس حفظ قرآن کے لئے بٹھایا۔

اس وقت ریاست ٹونک میں نواب ٹونک کے حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے گھر گھر حفظ قرآن کا چرچا تھا، حتیٰ کہ مسلمان دھوبی اور بہشتی اور اکثر مزدور حافظ قرآن

---

(۱) دوعقد کئے پہلا عقد ماموں سید محمد شامل کی دختر بتول بی سے ہوا، اولاد کوئی نہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، بہشتی پانی کی مشک لادے تلاوت کرتا ہوا آتا پانی بھرتا، پانی کی مشک ایک کنارہ رکھ دیتا اور آواز دیتا بی بی جی بڑی مہربانی ہوگی ایک سیپارہ سن لیجیے، دھوبی کپڑے حوالہ کرتا اور ہاتھ جوڑ کر کہتا بس ایک پارہ سن لیجیے۔

ایک بار رمضان کا زمانہ تھا کہ یہ چرچا ہوا کہ آگرہ سے ایک حافظ قاری صاحب آئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وہ تین چار گھنٹہ میں کلام پاک ختم کردیں گے، نواب صاحب نے قاری صاحب کو قلعہ میں بلوایا، طے ہوا کہ آج ہی قرآن کا ختم سنا جائے گا مگر اس میں ٹونک کے حفاظ بھی حصہ لیں گے اور اسی وقت اپنے استاد کے پاس ایک خاص ایلچی نواب صاحب نے روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ میں مقابلہ پر ٹونک کے حفاظ کو کھڑا کرنا چاہتا ہوں، ٹونک کے حفظ قرآن کی شہرت پر آنچ نہ آنا چاہیئے، افطار کے وقت تک استاد کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور نواب کے ایلچی پر ایلچی آرہے تھے پورے قلعہ میں تقریباً پچاس مصلے بچھا دیئے گئے تھے اور ہر مصلی پر کم وبیش سو مصلیوں کا انتظام کیا گیا، نواب صاحب نے اپنے لیے اپنے خاص مصلے کو اپنے استاد کے فیصلہ کے لیے روک رکھا تھا، عشا کا وقت بھی ہوگیا قاری صاحب نے نماز شروع کردی اور اس وقت تک استاد کے منتخب حفاظ نہیں پہونچے، اچانک استاد کو خیال آگیا قرعۂ فال میاں شوقی اور میاں سید یونس کے نام پڑا، میاں شوقی کی عمر ساڑھے بارہ سال اور یونس میاں کی عمر کم وبیش کچھ ایسی ہی تھی، ایک ہی خاندان کے دونوں افراد جب قلعہ پہنچے تو سارے مصلے نمازیوں سے بھر چکے تھے اور ہر مصلے پر اکثریت حفاظ کی تھی، نواب صاحب بہت خفا تھے کیونکہ قاری صاحب تقریباً ڈھائی پارے ختم کرچکے تھے، یونس میاں نے گھبرا کر شوقی صاحب کو ڈھکیلا اور کہا جاؤ اللہ کا نام لے کر شروع کردو، جس وقت مصلے پر کھڑے ہوئے ہیں تو نواب صاحب نے خفگی کی گرج دار آواز میں کہا، صاحبزادہ قاری صاحب ڈھائی پارے پورے کرچکے ہیں اب دیکھنا ہے تمہاری رفتار، نواب صاحب خود تراویح میں شریک نہیں ہوئے اور ہر مصلے پر گھوم گھوم کر دیکھتے رہے کہ کون کہاں تک پہنچا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہوش نہیں تھا کہ دنیا کہاں ہے اور کیا ہو رہا ہے، یہ اندیشہ تھا نہیں کہ سہو ہو یا غلط پڑھ جاتے ہیں کوئی لقمہ دینے والا نہیں ایک دو نہیں، نواب صاحب کے مصلے پر سارے کے سارے حافظ تھے۔

سارا قلعہ حفاظ کی آواز سے گونج رہا تھا اس کے سوا کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، یا ٹائم ہونے پر گھنٹہ کی آواز گونج اٹھتی، نواب صاحب بے چینی کے ساتھ بار بار اپنے مصلّے پر آتے تھے اور چلے جاتے تھے، ایک دفعہ نواب صاحب اپنے مصلّے پر آئے اور زور سے بولے الحمدللہ صاحبزادہ اب تم تین پاؤ آگے ہو چکے ہو، شوقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میں چھبیسواں پارہ پورا کر رہا تھا اور ابھی پہلی ہی رکعت تھی، نواب صاحب کے یہ الفاظ جوں ہی کان میں پڑے میں بیہوش ہو کر گر پڑا اور سید محمد یونس بڑھ کر مصلّے پر پہنچ گئے، نواب صاحب نے اب نیت باندھ لی، عمائد جو اس وقت برابر گھوم رہے تھے، شوقی صاحب کو محل سرا میں اٹھا کر لے گئے جہاں ان کو ہوش میں لانے کی تدبیریں ہونے لگیں، ختم قرآن آگے پیچھے ہوتا رہا، یونس میاں مرحوم نے اپنی تیز رفتاری سے اس کمی کو پورا کیا اور قاری صاحب کو ڈیڑھ یا دو پارے پیچھے چھوڑ کر رکعت کی اس درمیان میں شوقی صاحب کو ہوش آگیا، نواب صاحب نے یونس میاں اور شوقی صاحب کو خلعت خاص دیا، شوقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر نواب صاحب کا یہ جملہ میں نے نہ سنا ہوتا کہ تم تین پاؤ آگے ہو تو شاید میں والناس ہی پر یا تو رکعت کرتا یا بیہوش ہو جاتا۔

بہت کم عمری میں قرآن یاد کر لیا تھا، حافظہ قوی پایا تھا اور خوش الحانی بہت تھی قرآن کے حفظ کے بعد برابر رمضان میں قرآن سناتے بڑھاپے تک شبینہ اور تراویح تو گویا ان کی زندگی کا جز بن گئے تھے۔

قرآن سنانے کا یا تراویح کا کوئی معاوضہ کبھی قبول نہیں کیا، عسرت، اور خوشحالی ہر حال میں ایسے معاوضہ کو وہ حرام کہا کرتے تھے، تراویح سنا کر خود اپنے پاس سے مٹھائی منگا کر بانٹ دیا کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس دور میں شریف گھرانوں کے لوگ اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلانا بہت معیوب سمجھتے تھے، مگر شوقی صاحب نے چھپ چھپ کر میٹرک کے معیار تک انگریزی قابلیت حاصل کرلی، ۱۳-۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے کہ میجر منفورڈ رائے بریلی فوجی جوانوں کی بھرتی کے لیے آیا اس نے کسی سے کہا کہ مجھے ایک ایسے ٹیوٹر کی ضرورت ہے جو اردو سکھا سکے اور انگریزی جانتا ہو، اس زمانہ میں شوقی صاحب بیکار تھے، منفورڈ صاحب سے ملے اس نے ان کو پسند کیا اور کرایہ وغیرہ دے کر ساگر روانہ کردیا ایک چٹھی کسی افسر کو لکھ دی، ٹھہرنے کی جگہ ایسی ملی کہ مسجد زیادہ سے زیادہ پچاس قدم پر تھی، رمضان شروع ہوگئے، انہوں نے کچھ بغیر کہے سنے تراویح شروع کردی، خوش آوازی کا بڑا چرچا ہوا، جو پیدائشی بے نمازی تھے وہ بھی نماز میں شریک ہوتے تھے، یہ بات منفورڈ صاحب کے کانوں تک پہنچی وہ بھی ایک دن گھوڑے پر سوار ہوکر آیا اور دیر تک سنتا رہا چلتے وقت اس نے کہا کہ اب کی تم مولوی کو خوب بہت سا چندہ کر کے دینا تم کو اچھا مولوی ملا ہے، ان کو جب خبر ملی تو دوسرے دن ٹیوشن پڑھانے کے بعد منفورڈ صاحب سے بولے میں ایسی رقم نہیں لیتا ہوں اس کو حرام سمجھتا ہوں، منفورڈ صاحب بولے اور سب مولوی حرام کھاتا ہے، حافظ شوقی خاموش ہوگئے، تراویح ختم ہوئی، ایک مسلمان صوبیدار منتظم تھے، غالباً چار سو روپیہ کی تھیلی نذر کی گئی، وتر سے فارغ ہوکر کوارٹر پر آئے، روپیوں کی تھیلی جوں کی توں آفس بکس میں رکھ دی اور وظائف سے فارغ ہوکر پھر مسجد چلے گئے، وظائف سے فارغ ہوکر غالباً ۱۲ بجے کے قریب واپس آئے، لالٹین روشن کی، سحری کے سامان کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ آفس بکس جس میں ابھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل تھیلی رکھی گئی تھی غائب ہے کوارٹر کا کونہ کونہ ڈھونڈھ مارا کچھ پتہ نہ چلا خیال آیا کہ کوارٹر کا تالا میں بند کر کے گیا تھا لیکن وہ کھلا ملا تھا، فوراً صوبیدار صاحب کے پاس پہنچے، صوبیدار صاحب سوتے سے اٹھ کر آئے اور کوارٹر میں خود بھی تلاش کیا اور کہا افسوس ہے اب رول کال ہوچکا ہے اس لئے میں کچھ نہیں کرسکتا، دوسرے دن صبح کو ہر طرف چرچا تھا، علی الصباح ایک مسلمان درزی پہاڑی میدان میں رفع

www.abulhasanalinadwi.org

حاجت کے لیے گیا وہاں سے کچھ کاغذات لایا اور آپ کو دیا، انہوں نے اپنے کاغذات پہچان لیے اور خود ساتھ جا کر سب کاغذات اور ٹوٹا پھوٹا بکس اٹھالائے جسے پینڈے کی طرف سے توڑا گیا تھا اسے جب کھولا تو تنخواہ کی رقم جوں کی توں محفوظ تھی، صرف تراویح کے ہدیہ کی رقم غائب تھی، بولے مال حرام بود بجائے حرام رفت۔

شعر وشاعری کا بڑا شوق تھا، مولانا حکیم فخر الدین خیالی سے شرف شاگردی حاصل کیا اردو فارسی میں بے تکلف اشعار کہا کرتے تھے۔

عقیدہ توحید میں بہت کٹر تھے، عمر بھر بدعات کا رد کرتے رہے، بارہا خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، بیان کرتے تھے کہ میں خواب ہی میں حضور ﷺ کے سامنے جوشیلے انداز میں بدعات کا رد کیا کرتا تھا اور حضور سن کر مسکرایا کرتے تھے، خواجہ فیض اللہ اورنگ آبادی خلیفہ حضرت خواجہ احمد نصیر آبادی نام کے ایک بزرگ شاہ علم اللہؒ کے مزار کے ملحق حجرہ میں رہا کرتے تھے وہ ندی کے رخ پر چارپائی بچھا کر سوئے، رات میں شدت کا بخار چڑھا اٹھ کر پانی پینے کے لیے چلے پاؤں پھسلا اور ندی کے کنارہ گر گئے، رات میں خواب میں شوقی صاحب نے دیکھا کہ تکیہ کی مسجد کے بالائی حصہ میں بیچ کے دروازہ کے سامنے خواجہ صاحب کسی اور کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں جن کے چہرے پر بڑی نورانیت اور تقدس ہے، بے تکلفی کے ساتھ خواجہ صاحب سے تین مرتبہ سوال کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں، وہ ہر مرتبہ انگلی کے اشارہ سے خاموش رہنے کا حکم دیتے آخر میں دھیرے سے کان میں کہا جانتے نہیں ہو یہ حضور ﷺ تشریف رکھتے ہیں، یہ تھا پہلا خواب زیارت۔

بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سئی ندی کے کنارہ مسجد کے عین پیچھے حضرت شاہ ضیاء النبی مرحوم مغفور کھڑے ہیں اور میں پار میں کنارہ کھڑا ہوں، شاہ صاحب مغفور نے ہاتھ بڑھا کر کہا آؤ میاں تمھیں اس پار پہنچادوں، صبح کو جا کر شاہ ضیاء النبی مرحوم مغفور سے خواب بیان کیا، وہ مسکرائے اور فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ وہ وضو کر کے

www.abulhasanalinadwi.org

آئے اور بیعت سے مشرف ہو گئے۔

فالج کے عارضہ میں ۱۹۳۱ء کو جمعہ کے دن دائرہ شاہ علم اللہؒ میں انتقال ہوا، غالباً ۶۶ یا ۶۷ سال کی عمر تھی، اپنی یادگار میں ایک فرزند محمد محسن چھوڑا۔

مولوی سید خلیل الدین احمدؒ

سید خلیل الدین احمد، مولوی سید رشید الدین کے بڑے صاحبزادہ اور مولانا سید عبدالعلی نصیر آبادیؒ کے نواسہ تھے۔

۱۲۷۲ھ، ۱۹۵۶ء کو تکیہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے، ۲۱ رسال کی عمر میں اپنے عم مکرم مولانا شاہ ضیاء النبیؒ کے ساتھ حج وزیارت سے مشرف ہوئے اور والد کے انتقال سے پہلے والد کے حکم سے جائداد کا انتظام سنبھالا، نہایت متین وحلیم اور منتظم تھے، مولانا ابوالقاسم صاحب ہسوی مآثر الابرار میں تحریر کرتے ہیں:

"سید الحاج خلیل الدین احمد خلف الرشید مولوی سید رشید الدین احمد از نبائر حضرت مولانا شاہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ مرد صالح درد مند اہل ایمان وممتاز بین الاقران درایں وقت درہم سنان خود در صلاحیت وقابلیت وجوہر ذاتی وامور لازمہ آدمیت ممتاز ویگانہ روزگار اند۔"

اوائل عمر ہی سے علم کا شوق اور اہل علم ودین کی مجلسوں میں بیٹھنے کا شوق تھا، خاندان کے انساب اور حالات وواقعات پر گہری نظر رکھتے تھے، طبیعت میں وقار ومتانت بہت تھی، ان کی مجلس میں رعب رہتا، اطراف وجوانب میں بڑا اثر تھا، عمائد اور حکام میں بھی کافی رسوخ تھا، آخر میں رائے بریلی میں آنریری مجسٹریٹ بھی ہو گئے تھے، اور مقدمات فیصل کیا کرتے تھے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ سے قلبی تعلق تھا اور اپنی ہر مجلس میں حضرت شہیدؒ کا بڑا ذکر کرتے ان کی خواہش تھی کہ ان کے سلسلہ میں بیعت ہوں، ان کی نظر حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہیؒ محدثؒ پر پڑھی، اپنے برادر عزیز مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کے ہمراہ گنگوہ حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی، حضرت مولانا گنگوہی نے استخارہ کروایا اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ احمدیہ میں ۱۲/شعبان ۱۳۱۲ھ کو بعد نماز عصر بیعت ہوئے۔

شرک وبدعت سے بڑی نفرت کرتے، ۱۳۲۳ھ میں جب دائرہ شاہ علم اللہؒ کی آبائی مسجد شکستہ ہوگئی تو خاندانی بزرگوں نے اس کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا، آپ کی امانت ودیانت اور استغنا کے پیش نظر سب نے متفقہ طور پر آپ کو مسجد کا خازن بنایا اور آپ کے انتظام وانصرام میں مسجد کی تعمیر وترمیم پایہ تکمیل کو پہنچی۔

مولانا سید محمد ظاہر حسنیؒ کی کتاب "خیر المسالک" آپ ہی نے طبع کرائی تھی، ۷۶ سال کی عمر میں شعبان ۱۳۵۲ھ نومبر ۱۹۳۲ء کو دائرہ شاہ علم اللہؒ میں انتقال کیا اور مسجد کے شمالی مغربی کونے کے متصل مدفون ہوئے، ایک فرزند سید رشید احمد (۱) اور ایک دختر بتول بی بی (زوجہ حافظ سید عبداللہ رائے بریلوی) یادگار چھوڑا۔

---

(۱) سید رشید احمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہی کے نام پر رشید احمد رکھا گیا، سماعت وگویائی کی طاقت پیدائش کے وقت سے مسلوب تھی، والد نے تعلیم کا مستقل انتظام کیا اس لئے لکھنے پڑھنے اور اردو انگریزی، قرآن شریف کی تلاوت سے روشناس ہوئے، ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے، نماز باجماعت کے بہت پابند اور خوش اخلاق تھے، بی بی امۃ العزیز بنت مولانا حکیم سید عبدالحی سے شادی ہوئی، اور پانچ فرزند (۱) سید محمود حسن متوفی ۱۹۴۲ء، (۲) سید محمد مسعود، (۳) مولانا سید محمد ثانی (۴) مولانا سید محمد رابع، (۵) مولانا سید محمد واضح ہوئے، سید رشید احمد ۱۳۸۹ھ میں اپنے فرزند مولانا محمد رابع کو لے کر حجاز گئے اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۹۵ھ میں دائرہ شاہ علم اللہ میں انتقال کیا اور اپنے آبائی قبرستان میں مسجد کے شمال مغربی حصہ میں مدفون ہوئے۔

سید محمود حسن: ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اردو عربی فارسی کتب مدرسہ اسلامیہ رائے بریلی میں پڑھیں اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے مگر مسلسل بیماری کے سبب تعلیم چھوڑنی پڑی، ۱۵/اپریل ۱۹۴۲ء میں دق کے مرض میں ۲۱/سال کی عمر میں انتقال کیا اور رائے بریلی میں مدفون ہوئے بہت سادہ طبیعت مرنجان مرنج اور رقیق القلب تھے۔ مولانا محمد ثانی: ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم پائی، ۱۹۳۹ء لاہور جا کر مولوی عالم کیا، ۱۹۴۴ء میں سہارنپور میں مدرسہ مظاہر علوم میں دورہ حدیث کیا حضرت شیخ الحدیث مولانا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حکیم محمد متین یمین نصیر آبادیؒ

مولانا سید محمد طٰہٰ نصیر آبادیؒ کے بڑے صاحبزدہ اور سید محمد امین اگھامیاں کے نواسہ تھے، ابتدائی تعلیم والدین کے زیر سایہ حاصل کی، اس کے بعد اپنے ماموں کے ہمراہ ریاست ٹونک گئے اور وہاں فقہ اور معقولات کی تکمیل کی اور مشہور اطباء سے طب کی کتابیں پڑھیں، حکیم صاحب کو تاریخ اور انساب میں بڑی دستگاہ حاصل تھی، حافظہ قوی تھا، تزک جہانگیری اور تاریخ تیموری نوک زبان تھی، مدتوں ملازمت کرتے رہے اور ۱۳۱۴ھ میں خانہ نشین ہوگئے اور طبابت کا پیشہ اختیار کیا، شعر و سخن کا بڑا ذوق تھا، یمین تخلص کرتے تھے، ہزاروں اشعار یاد تھے، فارسی الفاظ اور ترکیبیں زیادہ استعمال کرتے تھے۔

اپنے بھائی ڈپٹی عبدالستار کی کوٹھی کی تعمیر پر حسب ذیل شعر کہے ـ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) محمد زکریا مدظلہ سے بیعت کا تعلق قائم کیا، ۱۹۴۷ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے، ۱۹۴۹ء میں دوسرا حج کیا، ۱۹۵۶ء میں ماہنامہ رضوان کی ادارت سنبھالی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے خلافت سے سرفراز ہوئے، ایک لڑکا سید محمد حمزہ ندوی اور ایک لڑکی سید امامہ اہلیہ سید حسن بن مسلم حسنی ہیں۔ مولانا محمد رابع: ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی اور تکمیل کی، کچھ مدت دارالعلوم دیوبند میں گذاری، ۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء میں ایک سال حجاز میں قیام کیا، اس کے بعد عراق، بحرین، کویت کا سفر کیا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس ہوئے، الرائد ...... کے مدیر ہیں، جغرافیہ جزیرہ العرب ممالک اسلامیہ، منثورات، الادب العربی کے مصنف، اس وقت ناظم ندوۃ العلماء اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں، تین صاحبزادیاں (میمونہ اہلیہ حمزہ حسنی، آمنہ اہلیہ مولوی عبداللہ حسنی، ہاجرہ اہلیہ مولوی جعفر مسعود حسنی ہیں۔ مولانا محمد واضح: ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کی اور انگریزی امتحانات دیئے، ۱۹۵۲ء میں آل انڈیا ریڈیو میں ملازم ہوئے اور پھر وہاں عربی سیکشن کے ذمہ دار بنے، عربی ادب سے دلچسپی ہے اور جدید طرز پر لکھتے ہیں، اس وقت عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء ہیں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہیں، ایک لڑکا جعفر سلمہ ہے۔ تینوں بھائیوں کی شادی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ کی صاحبزادیوں سے ہوئیں جو وفات پا چکی ہیں۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

چنافرمود ڈپٹی عبد الستار چوقصرے باغ بیگم فرحت افزا
ہمایوں مبارک گشت تعمیر مکان دلکشا خوش وضع زیبا
بے سال بنیادیں اوبیمیں گفت وحیدے نادرے بے مثل یکتا

۲۲/جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ کو نصیر آباد میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (۱)

سید امین الدین احمد بن رشید الدینؒ

مولانا شاہ ضیاء النبی کے برادر زادہ اور مولانا حکیم فخر الدین خیالی کے خواہر زادہ تھے، سید امین الدین احمد نے اپنے بزرگوں سے عربی تعلیم حاصل کی، مگر تکمیل نہ کرسکے، باوجود مرفہ الحالی کے ملازمت کی مدتوں پولیس کے اہم عہدہ پر فائز رہے، طبیعت میں غیرت وحمیت بہت تھی، اور مزاج میں تیزی، چنانچہ زیادہ عرصہ تک اس عہدہ پر نہ رہ سکے اور ملازمت چھوڑ کر خانہ نشین ہوگئے، پوری زندگی سکون واطمینان سے گذاری، زمینداری تھی، بڑے خوش خوراک خوش پوشاک تھے اوامر شرعیہ کے پابند اور نماز باجماعت کا اہتمام کرتے تھے، رشوت اور دوسرے محرمات سے حد درجہ مجتنب رہتے تھے، بااثر ورسوخ تھے، مولانا سید شاہ ضیاء النبی کی دختر بی بی عاصمہ سے عقد ہوا جن سے ایک پسر محمد احمد بیرسٹر اور ایک دختر سائرہ بی بی زوجہ سید صدیق احمد بن حاجی احمد ہوئیں۔

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو دائرہ شاہ علم اللہ میں انتقال کیا اور وہیں مسجد شاہ علم اللہ کے شمال مغربی قبرستان (حظیرۂ صابریہ) میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون

(۱) سید محمد مستقیم بن سید محمد امین اگھا میاں کی صاحبزادی آپ کی اہلیہ تھیں۔ (محمود حسن)

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے۔ (۱)

حافظ سید عبید اللہؒ

حافظ سید عبید اللہ حضرت سید شاہ ضیاء النبیؒ کے فرزند اور مولانا سید محمد معینؒ کے نواسہ تھے، اپنی فطری صلاحیت وسعادت مندی، سلامت طبع اور دینی ذوق کی وجہ سے اپنے والد ماجد کو بہت عزیز تھے اسی بنا پر انہوں نے آخر میں اپنی کنیت ابوعبید قرار دے دی تھی جو بہت سی کتابوں کی مہروں کے اندر ملتی ہے۔

۱۲۸۶ھ میں ولادت ہوئی، والد ماجد نے ابتدائی تعلیم کے بعد ان کو حفظ پر لگا دیا اور اس مقصد کے لئے اپنے سب سے زیادہ محبوب مرید مولانا ابوالخیر محمد مولانا مکیؒ کے پاس جونپور بھیج دیا جن کے والد بزرگوار حضرت مولانا سخاوت علی جونپوری مہاجر مکی خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ کا مدرسہ حفظ قرآن سلاطین شرقیہ کی بڑی مسجد میں قائم تھا، سید عبید اللہ نے جونپور میں قرآن حفظ کیا، مزاج میں حیاء، خلوت پسندی بہت تھی، اس کم عمری کے باوجود اوامر شرعیہ کا بڑا لحاظ رکھتے ان کے دوست اور بچپن کے ساتھی مولانا ابوبکر محمد شیث بیان کرتے تھے کہ جب عصر کے وقت مکتب میں چھٹی ہو جاتی تھی تو سید صاحب سیدھے گھر آجاتے اور اپنے کمرہ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتے، یہ وقت بازاری عورتوں کے گذرنے کا ہوتا تھا اس لئے وہ مغرب تک بند رہتے تا کہ نگاہ غلط جگہ نہ پڑے۔

حافظ سید عبید اللہ مرحوم کا حفظ بہت پختہ تھا اور قرآن مجید نہایت صحیح اور صاف پڑھتے، لہجہ میں سادگی کے باوجود بڑی دلکشی تھی، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کی مسجد میں بالعموم وہی نماز پڑھاتے تھے اور گویا مستقل امام تھے، عرصہ

(۱) سید محمد مسلم حسنی دام مجدہ جوان کی بھتیجی کے صاحبزادہ ہیں ان کے انتقال کے تعلق سے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ دم واپسیں کے قریب وہ فرمانے لگے اگر عقیدہ پر فیصلہ ہوگیا تو پھر تو بیڑا پار ہے اور اگر اعمال پر فیصلہ ہونا ہے تو اللہ غفور رحیم ہے، وہ کہتے ہیں اس کے چند ہی لحات کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

تک محراب سنانے کا التزام رہا پھر جب نئے حفاظ تیار ہو گئے تو ان کو موقعہ دیا۔

حفظ قرآن کے بعد وہ عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ چلے گئے، وہاں مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھتے رہے جن اساتذہ کا نام ان کی زبان سے بار بار سنا گیا ہے ان میں سے مولانا فضل اللہ فرنگی محلی، مولانا عبدالعزیز دریابادی اور ایک شیعہ عالم علی اصغر کے نام سرفہرست ہیں۔

مولوی علی اصغر کی عربی استعداد کی وہ تعریف کرتے تھے، غالباً درسیات کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی، لیکن عربی کتابوں کے مطالعہ کا مشغلہ ان کا آخر عمر تک جاری رہا، صرف ونحو کے بعض مسائل جو ان کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں ان کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی استعداد پختہ تھی، بعض مرتبہ عربی میں بھی بولتے تھے، انگریزی کی استعداد بھی پیدا کر لی تھی اور اس کا مطالعہ بھی کرتے رہتے تھے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جو ان کے پاس بہت رہے اور خلوت وجلوت کی زندگی دیکھی وہ بیان کرتے ہیں:

> ''نہایت سنجیدہ، متین، نہایت مہذب وشائستہ اور حلیم وبردبار تھے، زبان سے کبھی کوئی نا ملائم نہ نکالتے، مزدوروں اور کام کرنے والوں کو ڈانٹنے کے وقت بھی زیادہ سے زیادہ ''نامعقول'' کہتے، مزاج میں حیا اور لحاظ اتنا تھا کہ کوئی بھی نکل آتا تو لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ جاتے یا پاؤں سمیٹ لیتے، میں ان کے لئے بمنزلہ اولاد کے تھا اور ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ بھی مجھ سے بڑے تھے، لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے میرے ساتھ بھی یہ معاملہ نہ کیا ہو، نہایت مشغول زندگی تھی اور بہت جفاکش تھے، گھنٹوں گرمیوں میں کھیتوں پر کھڑے رہ کر نگرانی کرتے سب کام خود دیکھتے، میلوں پیدل چلتے، لیکن جماعت مشکل سے میرے خیال میں شاید مہینوں میں کبھی فوت ہوتی، ہر بات میں توازن واعتدال کو پیش نظر رکھتے مبالغہ سے بہت دور تھے، ان کی زندگی بقول مولانا سید محمد طلحہ کے ایک

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان کی زندگی کا بہت اچھا نمونہ تھی کہ دین و دنیا دونوں کے حقوق وفرائض مستعدی سے انجام دیتے تھے۔''

مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳۵۷ھ کو ہیضہ کی وبا پھیلی جس میں اور دوسرے افراد کے ساتھ مولوی سید عبید اللہ بھی بیمار ہوگئے، ۸ بجے صبح کو بیماری شروع ہوئی اور شام کو انتقال ہوگیا، دوسرے دن اپنے خاندانی قبرستان میں مسجد کے شمال مغربی گوشہ میں سپرد خاک کیے گئے، سید محمد نعیم کی صاحبزادی صغریٰ بی جو حافظ قرآن تھیں آپ کے نکاح میں آئیں تین فرزند ہوئے، (۱) مولانا سید ابو الخیر محدث،[۱] (۲) حافظ سید حبیب الرحمٰن،[۲] (۳) سید محمد مصطفیٰ۔[۳] اور ایک صاحبزادی جوان کے بھتیجہ سید سراج النبی حسنی کو منسوب تھیں۔

سید محمد عمر حسنیؒ (انجینئر)

بخشی الملک سید محمد کے صاحبزادہ تھے ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں ولادت ہوئی، اردو اور فارسی اپنے وطن میں پڑھی، سائنس کی اعلیٰ تعلیم (بی ایس سی) مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں حاصل کی اس کے بعد ٹوکیو جاپان چلے گئے اور وہاں سے بی ای کیا اور عملی تجربہ حاصل کرکے واپس آئے کچھ عرصہ ریاست بھوپال سے متعلق رہے اور اس کے بعد جرمنی گئے اور وہاں اے ایم آئی، ای، ای، ایم ڈی وی آئی، برلن یونیورسٹی جرمنی سے کیا، جرمنی میں رہ کر بڑا امتیاز پیدا کیا مختلف انجمنوں اور اکیڈمیوں کے اعزازی ممبر

---

(۱) مولانا سید ابو الخیر صاحب (جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے)۔

(۲) حافظ سید حبیب الرحمٰن صاحب کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(۳) سید مصطفیٰ نے والد ہی کی حیات میں نوجوانی میں انتقال کیا بہت سادہ طبیعت، نیک فطرت تھے، کسی کام سے عار نہ تھا، صبح کی نماز کے وقت دریا کے کنارے گئے غالباً کسی جانور نے کاٹ لیا لحہ بہ لحہ طبیعت بگڑتی گئی اور اسی دن انتقال ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

منتخب ہوئے جرمنی سے واپس آئے تو کچھ عرصہ اپنے وطن ٹونک میں پھر حیدرآباد دکن پھر ریاست جوناگڈھ میں اعلیٰ عہدوں اور منصبوں پر فائز رہے، ۱۹۲۶ء میں حجاز کا سفر کیا اس سال مصر وشام کے بڑے بڑے علماء اور زعماء موتمر اسلامی میں شرکت کی خاطر حجاز پہونچے تھے اس میں علامہ سید رشید رضا قابل ذکر ہیں، سید محمد عمر حسنی سلطان ابن سعود کے نام امیر شکیب ارسلان کا تعارفی خط بھی لے گئے تھے کیونکہ سید صاحب موصوف جرمنی سے واپس ہورہے تھے ان کے پاس سائنس اور انجینئرنگ کی بڑی اعلیٰ ڈگریاں تھیں اس کے ساتھ ساتھ اسلامی جذبہ اور خدمت خلق کی خواہش، شرافت اور علو ہمتی کی صفات سے متصف تھے اس لیے امیر شکیب ارسلان کا اصرار تھا کہ وہ اپنی صلاحتیں حجاز کی اس نئی اسلامی حکومت اور اس مقدس سرزمین کی خدمت کے لیے وقف کردیں، خود سید صاحب موصوف نے سلطان ابن سعود سے مل کر اپنی خدمات کو پیش کیا، سلطان ابن سعود بڑی بے تکلفی اور بڑی خصوصیت سے ملے اور بڑی پذیرائی کی، لیکن مقامی مشیروں کی وجہ سے اس کی کوئی عملی صورت نہیں نکلی۔

سید محمد عمر مکارم اخلاق، بے نفسی اور انسانی شرافت کا اعلیٰ نمونہ تھے، ان کی سب سے بڑی خصوصیت صلہ رحمی تھی، ان کی تنخواہ اعزا کے حقوق، پریشان حالوں کی امداد اور غریب بچوں کے لیے وقف تھی وہ کسی کو پریشان دیکھتے تو خود تکلیف اٹھا کر اس کی پریشانی دور کرتے، ان کی سخاوت وفیاضی، احسان وسلوک، صلہ رحمی، غربا نوازی کے قصے خاندان میں مدتوں تک زبان زد خاص وعام رہے اور وہ اس باب میں ایک مثالی شخصیت کے مالک تھے، ان کے انتقال کے بعد ایک لمبے عرصہ تک لوگ انھیں یاد کرتے رہے۔

ان کو لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق بھی تھا کچھ عرصہ مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال میں جو کلکتہ سے نکلتا تھا کام کیا، ان کی علمی یادگار میں ایک کتاب ''مشاہدات سائنس'' اور ایک غیر مطبوعہ ترجمہ ''بلیک گرل'' از جارج برنارڈ شا ہے۔

ان کا انتقال ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء کو جوناگڈھ (گجرات) میں ہوا، پہلی بیوی

www.abulhasanalinadwi.org

سے سید محمد عاصم دوسری بیوی سے سید محمد عباس اور دو بیٹیاں اور تیسری بیوی سے سید محمد مصطفیٰ سید محمد طیب اور دو بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔

سید احمد سعید صاحب حسنیؒ

حضرت شاہ ضیاء النبی کے بڑے فرزند تھے، ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے، ابتدا میں فارسی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی، پھر لکھنؤ میں میر ابوالحسن قطبی کی کوٹھی پر جو بلرام پور ریاست میں منیجر تھے قیام رہا، وہیں ان کو انگریزی زبان کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کا اچھا خاص ذوق اور اس کی استعداد پیدا کر لی اور آخر تک ان کی انگریزی بہت رواں اور اس کے محاورات پر ان کو بڑا عبور حاصل تھا، خاندان میں کم انگریزی پڑھنے والے ہوں گے جنھوں نے کم وبیش ان سے استفادہ نہ کیا ہو۔

لیکن کچھ عرصہ ہی بعد ان کی زندگی میں بڑا انقلاب آگیا، اور ان میں دینداری اور تشرع کا رنگ آگیا، نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے، لیکن اس تبدیلی کے بعد ذوق عبادت اور کیف وحضوری بہت نمایاں ہوگیا، آخر عمر میں قرآن شریف پڑھنے اور کبر سنی کے باجود اس کی لمبی لمبی سورتیں یاد کرنے اور مسلسل پڑھتے رہنے کے سوا ان کا کوئی محبوب مشغلہ نہ تھا، گھر اور مسجد کے سوا کسی اور جگہ سے تعلق نہ رکھتے، مرض وفات میں تلاوت کا شغف بہت بڑھ گیا تھا، اور اس حالت میں بھی کئی سورتیں یاد کر لی تھیں، ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی نہایت کم خوراک اور بہت زیادہ چلنے والے تھے، مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوگئے تھے، اور ذکر وشغل کے پابند تھے، ستمبر ۱۹۵۳ء میں انتقال کیا، سیلاب کا زمانہ تھا، روضۂ شاہ علم اللہ میں (جو مسجد کی سطح سے بھی ذرا بلند ہے) شمالی جانب مدفون ہوئے، صاحب صمصام الاسلام مولوی عبدالرزاق کلامی کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا تھا ایک فرزند سید سراج النبی اور تین صاحبزادیاں،

www.abulhasanalinadwi.org

سراج النساء اہلیہ حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنی، اطہر النساء اہلیہ سید حسن مجتبیٰ حسنی، سیدہ طیب النساء اہلیہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱) یادگار چھوڑا۔

حافظ سید عبد اللہؒ

مولانا سید محمد معینؒ کے پوتے اور مولوی سید رشید الدینؒ کے نواسہ تھے، ۱۲۸۴ھ میں پیدا ہوئے دادا کے نام پر محمد معین نام رکھا گیا لیکن عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے، ابتدائی عمر میں قرآن شریف یاد کرلیا، اردو فارسی کی مختصر تعلیم کے بعد ذریعہ معاش کے حصول میں لگ گئے لیکن ماحول خالص دینی پایا تھا جس کی وجہ سے ایمان ویقین اور اتباع شریعت کا گہرا رنگ چڑھا۔

۱۳۱۶ھ میں ملازمت کی اور اکسائز انسپکٹر کا عہدہ سنبھالا، ملازمت کے دوران اٹاوہ، بہرائچ، فتح پور، فیض آباد، غازیپور، سیتاپور، بستی، پرتا بگڈھ میں رہے، ۲۸ سال تک ملازمت کی اور ۱۳۴۴ھ کو پنشن حاصل کی اور پھر اپنے وطن میں قیام اختیار کیا، اس پوری مدت میں کسی سال قرآن شریف نہیں سنایا، گھر پر آنے کے بعد لوگوں نے رمضان المبارک میں قرآن شریف سنانے کی خواہش ظاہر کی، پہلے تو انہوں نے اپنا جائزہ لیا اور پھر ۲۹-۳۰ سال سے چھوٹا ہوا قرآن شریف سنایا اور پورے رمضان بے جھجک اور بے ساختہ قرآن مجید سناتے رہے، پہلے رمضان میں کامیاب طریقہ سے قرآن شریف سنانے کی وجہ سے ہر سال رمضان میں قرآن سنانے لگے اور پھر مسلسل

---

(۱) ۱۹۱۵ء میں دائرہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئیں، ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نکاح میں آئیں، ۱۹۴۷ء میں ان کے ساتھ حج بیت اللہ سے شرف یاب ہوئیں، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار ان کا خاص وصف تھا، قیمتی سے قیمتی چیز ہوتی ضرورت مند کو دینے میں ہچکچاہٹ نہ کرتیں، تلاوت کلام پاک اور تسبیحات کا بڑا اہتمام رکھتی تھیں، ان کا دم کیا ہوا پانی حاصل کرنے دور دور سے لوگ آتے اور شفا حاصل کرتے، دسمبر ۱۹۸۹ء میں دائرہ شاہ علم اللہ میں ۷۴ سال کی عمر میں انتقال کیا، دم واپسیں کے وقت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس موجود تھے۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

۱۳-۱۴ سال قرآن شریف سناتے رہے، رمضان کے علاوہ بھی قرآن شریف کثرت سے پڑھتے جس کی وجہ سے قرآن شریف بالکل رواں ہو چکا تھا۔

تلاوت کے علاوہ نماز باجماعت کا اہتمام ہمیشہ کرتے اور اوراد و وظائف کے بھی پابند تھے، صبح، مغرب اور عشا کے بعد دیر تک مسجد میں بیٹھتے اور تسبیحات وغیرہ پڑھتے رہتے۔

طبیعتاً بڑے ہنس مکھ، خلیق، پر مزاح، مستقل مزاج، خوش پوشاک اور خوش خوراک تھے، قوت وطاقت اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملی تھی، بڑے قوی الجثہ اور وجیہ وشکیل تھے۔

۱۹۵۱ء میں اہلیہ محترمہ[1] کا انتقال ہوا ان کے انتقال کے بعد دنیا سے دل بالکل سرد ہو گیا اور رقت پیدا ہو گئی، روزانہ اہلیہ محترمہ کی قبر کے سامنے مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر دیر تک قرآن شریف پڑھتے، اہلیہ کے انتقال کے ایک سال بعد اپنے صاحبزادہ سے اثنائے گفتگو بولے میں نے تمہاری والدہ کے لئے اب تک ۶۵ قرآن شریف ختم کر لیے ہیں اس گفتگو کے بعد ایک سال اور زندہ رہے اور برابر قرآن شریف پڑھتے رہے۔

کئی بار اس کا اظہار کیا کہ مجھ کو اپنے اعمال سے بہت ڈر لگتا ہے، جب کوئی امید ورجا کی بات کہتا اور "یا ایها الذین آمنوا لاتقنطوا من رحمة الله" سناتا تو دل کو بڑی تقویت پہونچتی اور کہتے اس سے دل کو بڑا اسہارا ملا۔

آخر میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے مرید ہو گئے تھے اور ان کے بتائے ہوئے اعمال اور اوراد و وظائف کا ورد پابندی سے کرتے۔

۲۰ رنومبر ۱۹۵۳ء کو انتقال کیا، عمر کی زیادتی سے ضعف تو برسوں پہلے آ گیا تھا آخر میں سانس کی تکلیف شروع ہو گئی اور بڑھتے بڑھتے سخت تنفس کے دورے پڑنے

---

(۱) حافظ سید عبداللہ کی اہلیہ محترمہ مولوی سید خلیل الدین کی صاحبزادی سیدہ بتول تھیں جو حافظ قرآن تھیں، اپنے نانا حضرت سید شاہ ضیاء النبی کی خدمت میں رہی ہوئی تھیں، بڑی دیندار اور پاکباز خاتون تھیں اس کے علاوہ بڑی جہاندیدہ اور ہوش گوش کی بی بی تھیں، پورا خاندان ان کی ہوشمندی کے قائل ومعترف تھا اور ان سے مشورہ کرنے کے لئے اعزہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ (محمود حسن)

www.abulhasanalinadwi.org

لگے، ۲۰/ نومبر ۱۹۵۳ء کو صبح بستر بدلوایا اور بہت صاف دھلی ہوئی چادر بچھوائی اور بستر پر لیٹ گئے، تھوڑی دیر میں سکرات کا عالم شروع ہوگیا، برادر عم زاد مولوی سید عزیز الرحمٰن کلمۂ شہادت کی تلقین کرنے لگے وہ جواب کے طور پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے لگے، چند لمحوں میں روح قفس عنصری سے آزاد ہوگئی بعد مغرب تدفین عمل میں آئی اپنی یادگار میں تین فرزند چھوڑے۔ (۱)

مولانا سید عزیز الرحمٰن رائے بریلویؒ

سید محمد یقین (۲) ابن مولانا سید محمد معین کے صاحبزادہ اور مولانا عبد العلی نصیر آبادیؒ کے نواسہ تھے ۱۳۰۷ھ کو پیدا ہوئے اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، ابتدائی

---

(۱) سب سے بڑے فرزند کا نام سید حسن مجتبیٰ تھا جو قوت سماعت و گویائی سے محروم تھے ان کے دو لڑکے سید علی مرتضیٰ اور سید مصطفیٰ، تین بیٹیاں ہیں (رفیعہ اہلیہ ابو عبیدہ فریدی مرحوم، صوفیہ اہلیہ سید نور میاں، ریحانہ اہلیہ مولانا عبد العلیم فاروقی)، مجھلے فرزند کا نام سید حسن مثنیٰ تھا جو ہومیو پیتھ ڈاکٹر تھے، ان کی دو لڑکیاں ہیں (زکیہ اہلیہ مولانا سید محمد الحسنیؒ، سعیدہ اہلیہ سید ابو طاہر حسینی ہسوی)، چھوٹے فرزند کا نام سید محمد مسلم ہے بارک اللہ فی حیاتہ ان کے تین لڑکے ہیں، سید حسن، سید حسین، سید احمد حسنی ندوی، اور دو بیٹیاں ہیں، (سیدہ زہرا اہلیہ مولوی سید احمد علی حسنی ٹونکی، طاہرہ اہلیہ سید ابو عاصم حسینی ہسوی)، سید حسن حسنی کے تین لڑکے محمود حسن، مسعود حسن، اور منصور حسن اور دو لڑکیاں ہیں، حسین حسنی کی تین دختر ہیں، اور حکیم ڈاکٹر سید احمد الحسنی کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا حافظ محمد احمد سلمہ ہے۔ (حمزہ)

(۲) سید محمد یقین مولانا سید محمد معین کے مجھلے صاحبزادہ تھے، بعد میں انہوں نے بھوپال میں سکونت اختیار کرلی تھی، پھر وہیں انتقال کیا، ان کے بڑے صاحبزادے سید محمد صالح نے جواں عمری میں انتقال کیا ان کا عقد سید محمد نعیم کی صاحبزادی سے ہوا تھا پھر وہی صاحبزادی ان کے چھوٹے بھائی سید محمد اسحاق کے نکاح میں آئیں سید محمد اسحاق باوجودیکہ گویائی اور سماعت سے محروم تھے مگر دینی امور کا بڑا پاس لحاظ کرنے والے تھے، کسی پر بوجھ بننا انھیں گوارا نہ تھا، صنعت و حرفت میں مہارت حاصل تھی خود اپنی کمائی سے گذر بسر کرتے، عقیدہ بہت مضبوط تھا جہاد کا شوق رکھتے تھے ان کے ایک صاحبزادہ سید محمد اسماعیل تھے جنہوں نے تکیہ رائے بریلی میں ۱۹۹۶ء کو ۹۵ سال کی عمر میں انتقال کیا دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد میں ان کا اذان دینا ان کی زندگی کا خاص معمول تھا، حافظہ بڑا قوی تھا، آخر عمر میں بینائی چلی گئی تھی مگر ہمت و حوصلہ اسی طرح قائم رہا ان کی دو بہنیں تھیں اہلیہ ڈاکٹر سید محمد حسینی ہسوی اور اہلیہ مولانا سید ابوبکر حسنی، تیسرے بھائی سید عبد الرحمٰن کو مولانا شاہ ضیاء النبی حسنی کی دختر منسوب تھیں، ان کی ایک بیٹی تھیں جن کی صاحبزادی قاری سید رشید الحسن صاحب (کراچی) کو منسوب ہوئیں، مولانا سید عزیز الرحمٰن حسنی اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ (محمود حسن)

www.abulhasanalinadwi.org

اردو اور فارسی تعلیم کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے جو اس وقت اپنے ابتدائی مراحل میں خاتون منزل گولہ گنج میں تھا اور مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا مسعود علی ندوی وغیرہ طالب علم تھے، تعلیم کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء ہی میں فارسی کے استاد مقرر ہو گئے اور عرصہ تک فارسی کی تعلیم دی بعد میں نائب ناظر کتب خانہ کے عہد پر مامور رہے مولانا عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء کے انتقال کے بعد اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے اور تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اس پیشہ کے ساتھ خدمت خلق اور تعلیم و تربیت کا کام بھی جاری رکھا، اللہ تعالیٰ نے مولانا کو تعلیم و تربیت کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، خاندان کے بے شمار بچوں کو خود تعلیم دی اور ان میں اچھی استعداد پیدا کر دی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ابتدائی کتب مولانا ہی سے پڑھی تھیں۔

مولانا کی ذات بڑی غیور اور وضعدار واقع ہوئی تھی، بڑے منتظم، رعب وداب کے بزرگ تھے، ان کے وقار، حسن انتظام، غیرت وحمیت، خوف وخشیت اور جذبہ خدمت وسلوک کی وجہ سے اپنے پرائے سب ہی ان کا احترام کرتے اور ان کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

نسخ و نستعلیق بہت پختہ اور شیریں لکھتے تھے، مولانا حکیم سید عبد الحیؒ کی ضخیم سے ضخیم تصانیف کو اپنے پاکیزہ قلم سے صاف کیا، اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ ان ہی کی شخصیت سے متاثر تھے اور ان کے انتقال کے بعد مغموم رہنے لگے اور اپنی مجلسوں میں ان کے علم و تفقہ، عقل و ہوشمندی، ذہانت کی بڑی تعریف کرتے۔

انجمن آل ہاشم جس کی بنیاد مولانا سید عبد الحی نے رکھی تھی اور جو عرصہ سے معطل تھی دوبارہ زندہ کیا اور اس کے ذریعہ خاندان کے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام اور بے روزگاروں کو روزگار پر لگانے کی کامیاب کوشش کی، ان کی کوششوں سے بہت سے بچے پڑھ لکھ گئے اور برسر روزگار ہو گئے، صلہ رحمی کا جذبہ بہت تھا اور اس سلسلہ میں ان کے بہت واقعات مشہور ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بیعت کا تعلق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تھا، مولانا سے ان کو محبت نہیں بلکہ عشق تھا اور مولانا کو بھی ان سے گہرا تعلق تھا، وہ اکثر اپنے مرشد برحق کی خدمت میں جاتے اور عرصہ تک قیام کرتے اور استفادہ کرتے اور جب گھر پر رہتے تو مکاتیب کا سلسلہ قائم رکھتے، مولانا مدنی کے ان کے نام متعدد خطوط ہیں، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ اور ہر وقت کے حاضر باش مولانا قاری اصغر علی صاحب سے بہت زیادہ انس ومحبت اور بے تکلفی تھی۔

مولانا کو عبادت وریاضت کا بڑا ذوق تھا، عمر بھر شب بیداری کا اہتمام کرتے رہے اور آخر عمر تک جب قویٰ مضمحل ہو گئے تھے ذکر جہری کرتے رہے، نماز باجماعت کے بڑے پابند اور تسبیحات واوراد ووظائف میں شب وروز مشغول رہتے، اور اکثر امامت کی خدمت انجام دیتے، ہر آنے جانے والے کو اللہ کا نام بتاتے اور ہر ضرورتمند کی دنیاوی اور دینی ضرورت کو پورا کرنے میں بخل سے کام نہ لیتے، ایک عرصہ تک بائی کیمک کی دواؤں سے غریبوں کا علاج بھی کیا اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کی۔

وضعداری اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں پائی تھی بڑے مستقل مزاج تھے جو کام کرتے آخر دم تک کرتے رہتے، تلون نام کو نہ تھا، حمیت دینی ووقار دنیوی بہت تھا، سنت کے خلاف کسی کام کو پسند نہ کرتے اور اس سلسلہ میں ترک تعلق سے بھی کام لیتے اظہار حق اور امر بالمعروف میں کسی کی ملامت اور ناخوشگواری کی پرواہ نہ کرتے تھے وہ حدیث "من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه و ذلك اضعف الایمان" (تم میں کوئی اگر کسی کو خلاف شرع کام کرتا ہوا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کو زبان کے ذریعہ سے روکے، اور اگر اس کی بھی قوت نہ رکھتا ہو تو اس کو اپنے دل میں برا سمجھے یہ کمزور ایمان ہے) کے صحیح مصداق تھے، اپنے اسلاف کے طور طریقوں کے بڑے قائل اور داعی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر عمر میں خانہ نشین ہو گئے تھے، اپنی آبائی مسجد کی مرمت وتعمیر دائرہ شاہ علم اللہ کی صفائی و مرمت کا مشغلہ رکھا اور قبرستان کی دیکھ بھال ان کے ذریعہ ہوتی تھی زیادہ تر وقت مسجد میں عبادت الٰہی میں گزارتے، آخر عمر میں کنویں کی تعمیر کرائی اور اس کی تکمیل ہی کے دن سے وہ علیل ہو گئے، اور اسی علالت میں ۱۶ ر شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ ر مئی ۱۹۵۸ء کو دائرہ شاہ علم اللہؒ میں انتقال ہو گیا، نماز جنازہ ان کے صاحبزادہ مولانا سید ابوبکر حسنی نے پڑھائی اور روضہ شاہ علم اللہ میں مولانا حکیم سید عبدالحی کے مزار کے مغربی جانب دیوار کے متصل مدفون ہوئے، اپنی یادگار میں ایک فرزند مولانا سید ابوبکر حسنی اور تین بیٹیاں سیدہ صفیہ، سیدہ رضیہ، سیدہ ولیہ چھوڑیں۔ (۱)

مولوی حکیم سید محمد اسحٰقؒ

مولوی سید محمد اسماعیل کے صاحبزادہ اور حضرت شاہ داؤد برادر اکبر حضرت شاہ علم اللہؒ کی اولاد میں تھے، ۱۲۸۷ھ یا ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد لکھنؤ جاکر مشہور علماء اور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، فرنگی محل کے مشہور عالم اور شیخ طریقت مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ سے فقہ وحدیث پڑھی، علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد حکیم عبدالولی، حکیم عبدالعلی، حکیم عبدالعزیز دریابادی پروفیسر کیننگ کالج حکیم محمد نقی سے حکمت پڑھی، ایک مدت تک جوبلی کالج میں فارسی کے استاد رہے، کم عمری میں مولانا حکیم سید عبدالحیؒ جوان کے ہم عصر بھی تھے اور ساتھی بھی کے ہمراہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا، خود بیان کرتے تھے کی مجھ کو حکمت سے لگاؤ نہ تھا بلکہ

---

(۱) یہ تینوں بالترتیب سید محمد ثاقب کانپوری، ڈاکٹر سید حسن مثنیٰ حسنی اور سید محمد یامین حسنی کو منسوب ہوئیں ان میں سے کوئی بھی بقید حیات نہیں ہے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

نفرت تھی مگر حکیم عبدالحیؒ نے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھ کو حکمت پڑھنے کا حکم دیا، اس حکم کے بعد ہی مجھ کو حکمت سے انس پیدا ہو گیا اور میں نے حکمت پڑھنی شروع کر دی۔

حکمت پڑھ کر بارہ بنکی، لکھنؤ، رائے بریلی، مہونہ[۱]، سمروتا[۲] میں مطب کیا، آخر میں لکھنؤ میں مدتوں قیام کیا، نماز باجماعت کے بہت پابند تھے، بلکہ ایک مدت تک امامت کا فرض انجام دیا، مزاج میں تواضع سادگی اور متانت تھی، ہر ایک سے اخلاق کے ساتھ پیش آتے تکبر وغرور بالکل نہ تھا، کم سے فیس پر بلکہ بعض دفعہ بے فیس کے مریضوں کے یہاں چلے جاتے تھے عمر کے آخری دور میں اپنے وطن رائے بریلی میں خانہ نشین ہو گئے جہاں کے محلہ خالص ہاٹ میں ان کا مکان تھا شروع دور میں مرفہ الحال تھے جس کی وجہ سے بڑی فیاضی اور سخاوت سے زندگی گزاری پیسہ بچا کر کبھی نہیں رکھا جس کی وجہ سے آخری دور میں تنگی اور پریشان حالی کا سامنا کرنا پڑا اور بڑی عسرت کے ساتھ زندگی گذاری اور اسی عسرت میں انتقال ہوا، مگر حرف شکایت زبان پر نہ لائے اور برابر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے، ۱۹۵۷ء میں نماز صبح کے وقت اپنے مکان میں انتقال کیا اور اپنے آباء واجداد کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، اپنے پیچھے ایک فرزند سید محمد الیاس[۳] یادگار چھوڑا۔

---

(۱) مہونہ سلطان پور ضلع کا قصبہ۔ (۲) ضلع رائے بریلی کا قصبہ جو انہونہ کے راستہ پر واقع ہے۔

(۳) سید محمد الیاس صاحب نے ضروری تعلیم حاصل کی اور مختلف مقامات کا سفر کیا، آخر میں کویت اور حجاز کا سفر کیا اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی، طبیعت سادہ پائی تھی، نہایت متواضع خلیق وملنسار تھے اور خدمت خلق میں مصروف رہتے اور دینی اداروں کی خدمت کرتے تھے، زندگی کا خاصہ حصہ مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ کی جائداد کی دیکھ بھال اور ترقی میں گذارا اور ان کی محنت سے باغات تیار ہوئے، خاندان کے چھوٹے بڑے ہر فرد سے بڑا تعلق رکھتے تھے ہمدردی غمگساری، صلہ رحمی، ان کا خاص شیوہ تھا اسی طرح مہمانوں کی ضیافت اور خاطر داری ان کی خاص صفت تھی، ان کے چار فرزند ہیں، سید محمد ادریس، سید محمد اسماعیل، سید محمد ابراہیم، سید محمد اویس۔ (سید محمد الیاس کا نکاح مولانا خواجہ احمد نصیر آبادی کی پوتی زکیہ بی سے ہوا تھا یہ دونوں اور ان کے صاحبزادگان میں سید محمد ادریس اور سید محمد اسماعیل وفات پا چکے ہیں اور سید محمد ابراہیم ندوی اور سید محمد اویس کویت میں برسرکار ہیں، سید محمد ابراہیم کے بیٹے سید محمد یوسف بھی کویت میں ہیں)۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی ؒ

مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی ؒ کے بڑے صاحبزادہ تھے، ۲۲/ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ یکم دسمبر ۱۸۹۳ء بروز یکشنبہ اپنے ننہال ہسوہ ضلع فتح پور میں پیدا ہوئے، اور ہسوہ ہی میں آپ کی تسمیہ خوانی ہوئی اور قرآن شریف اور اردو کی ابتدائی تعلیم ہوئی، آپ کے استاد مولوی عبد الحکیم کیرانوی تھے جن کا تعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ سے تھا۔

۸/ سال کی عمر میں والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، فارسی اپنے فاضل دادا مولانا حکیم سید فخر الدین خیالیؔ سے پڑھی جو ادیب و انشا پرداز تھے، فارسی تعلیم کے بعد صرف ونحو شروع کی اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے فاضل اساتذہ سے پڑھنے لگے، مولانا سید علی زینبی ؒ سے عربی ادب، مولانا شبلی جیراجپوری سے فقہ واصول، مولانا سلطان محمد کابلی سے ہیئت، مولانا شیر علی حیدرآبادی سے اقلیدس، مولانا شیخ حسین ابن محسن انصاری یمنی محدث سے حدیث کی اجازت حاصل کی، نیز بعض درسیات اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔

اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں شیخ الہند مولانا محمود حسن کی خدمت میں ایک سال قیام کیا، بخاری ترمذی شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ سے پڑھیں اور ابوداؤد مولانا انور شاہ کشمیری سے، درس کی تقریریں عربی میں لکھتے تھے، اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے، ۱۳۲۱ھ میں سند لی، ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں لکھنؤ رہ کر اپنے والد سے طب کی تمام کتابیں پڑھیں اور ان کے مطب میں نسخہ نویسی کی، اس کے بعد حکیم اجمل خاں صاحب

کے پاس دہلی گئے اور چھ مہینہ قیام کیا، حکیم صاحب کے ساتھ مریضوں کے یہاں جاتے اور ان کے شریک و معتمد بن گئے اس درمیان میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

۲۱ رسال کی عمر میں شادی ہوئی (۱)، اور اس کے بعد خاموشی سے انگریزی پڑھنی شروع کی اور چند ہی سال میں اچھی خاص استعداد پیدا کرلی اس کے بعد سینٹینل اسکول میں نویں درجہ میں داخل ہوگئے، ۱۹۱۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد کرسچین کالج میں داخل ہوکر ایف، ایس، سی پاس کرکے کیننگ کالج (لکھنؤ یونیورسٹی) سے ۱۹۱۹ء میں بی ایس سی کا امتحان امتیاز سے پاس کیا اور اول آئے اور دو امتیازی تمغے حاصل کئے۔

اپنی پوری تعلیم کے دوران اپنے لباس، وضع قطع میں بزرگوں کے نقش قدم پر قائم رہے، ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں کنگ جارج میڈیکل کالج میں داخل ہوگئے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عرصہ تک تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں آنریری لکچرر رہے۔

تعلیم کے چوتھے سال میڈیکل کالج کی طرف سے ایک پارٹی کے ساتھ مدراس گئے اور اسی درمیان میں ان کے والد مولانا سید عبدالحیؒ کا انتقال ہوگیا۔

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں میڈیکل کے آخری سال کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء سے گوئن روڈ لکھنؤ میں مطب کا آغاز کیا۔

نباضی، تشخیص امراض والد سے ورثہ میں ملی تھی، اس لئے عوام وخواص کا رجوع عام ہوا، بیعت کا تعلق مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے قائم کیا اور روز افزوں ان سے تعلق اور محبت میں اضافہ ہوتا گیا، اور مولانا مدنیؒ جب لکھنؤ آتے تو ان ہی کے مکان پر قیام کرتے۔

۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں حج کو تشریف لے گئے، اس سال موتمر اسلامی کا

---

(۱) ہسوہ ضلع فتح پور میں اپنے ماموں مولانا سید ابوالقاسم صاحب ہسوی کی صاحبزادی زہری بی سے شادی ہوئی جن کا انتقال ۱۹۵۷ء میں لکھنؤ میں ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

جلسہ ملک عبدالعزیز بن سعود نے منعقد کیا تھا اس لئے ہندوستان سے مشہور علماء بھی حج کو تشریف لے گئے جن میں مفتی کفایت اللہ، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی صدر یار جنگ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے نام قابل ذکر ہیں، ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ نے حج کے دوران ممالک اسلامیہ کے مشہور علماء ومشائخ سے ملاقات کی اور سلطان عبدالعزیز ابن سعود سے بھی ملے، مدینہ طیبہ میں ڈاکٹر صاحب نے شیخ محمد بن احمد العمری المغربی المالکی مدرس حرم نبوی اور شیخ محمود ابن احمد اور شیخ ہاشم القوفی التیجانی سے حدیث کی سند اور اجازت حاصل کی۔

حج سے واپسی کے بعد مطب میں مشغول ہو گئے اور ان کے مطب کو روز افزوں ترقی ہوتی گئی، والد ماجد کے انتقال کے بعد ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو وہ ندوہ کے رکن مجلس انتظامیہ منتخب ہوئے اور ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو نائب ناظم جون ۱۹۳۱ء کو ناظم بنائے گئے اور اس عہدہ نظامت پر اپنے آخر زندگی تک فائز رہے۔

ڈاکٹر صاحب کی نظامت ۳۰ سال تک رہی اس پوری مدت میں ان کو ارکان مجلس انتظامیہ اور فرزندان ندوہ کا اعتماد اور تعاون حاصل رہا۔

ڈاکٹر صاحب کو ندوۃ العلماء کی خدمت اور نظامت کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ کے مدرسہ علوم شرعیہ کے کاموں سے بھی دلچسپی تھی، اسی کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں اور پسماندہ طبقوں میں تبلیغ اسلام اور دینی تعلیم وتربیت کا بڑا ذوق رکھتے تھے اور وہ ان کی زندگی کا محبوب مشغلہ تھا۔

۱۳۶۷ھ مطابق اپریل ۱۹۴۸ء میں جمعیۃ علماء ہند کے کل ہند جلسۂ منعقدہ لکھنؤ میں صدر مجلس استقبالیہ کے فرائض انجام دیئے اور ایک بڑا حقیقت پسندانہ پر مغز خطبہ پڑھا۔

۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ منتخب ہوئے اور آخر

زندگی تک رہے، مارچ ۱۹۴۴ء میں مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین دہلی تشریف لے گئے اور مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی خدمت میں قیام کیا، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کو ڈاکٹر صاحب سے بے انتہا انس تھا، جب ڈاکٹر صاحب رخصت ہونے لگے تو مولانا نے یہ شعر پڑھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

اگست ۱۹۳۸ء میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھنؤ تشریف لائے اور چالیس دن قیام کیا، ڈاکٹر صاحب روزانہ ان کی خدمت میں جاتے، ایک دن حضرت تھانوی خود اپنی خواہش پر ڈاکٹر صاحب کے مطب میں تشریف لائے اور ایک گھنٹہ قیام کیا۔

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے زمانہ قیام لکھنؤ میں ڈاکٹر صاحب روزانہ ان کی مجلس میں شریک ہوتے تھے، ایک دن مولانا رائے پوری نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب بڑے بابرکت آدمی ہیں۔

۱۳/اگست ۱۹۵۷ء کو ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے اچانک انتقال کیا جس کی وجہ سے طبیعت افسردہ اور مضمحل رہنے لگی، لیکن مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے انتقال نے دل پر بڑا اثر ڈالا۔

۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء سے بلڈ پریشر کی شکایت رہنے لگی اور قلب بھی اس سے متاثر ہوا، آخر کار ۲۲/ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۷/مئی ۱۹۶۱ء کو ایک شدید قلبی دورے سے انتقال کر گئے، جنازہ میں بڑا ازدحام تھا، پہلی نماز جنازہ لکھنؤ میں مولانا عبدالشکور فاروقیؒ نے پڑھائی اور دوسری نماز جنازہ رائے بریلی میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے پڑھائی، فجر کی نماز کے بعد حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ کے روضہ میں سپرد خاک کیے گئے،

www.abulhasanalinadwi.org

پس ماندگان میں ایک فرزند مولوی محمد الحسنی اور پانچ صاحبزادیاں، سیدہ حمیراء، فاطمہ، خدیجہ، رقیہ، سکینہ چھوڑیں۔ (۱)

ڈاکٹر صاحب نہایت شکیل وجیہ تھے، سرخ سفید رنگ دوہرا بدن، قد مائل بہ پستی، چہرہ پر معصومیت، نہایت کم گو کم سخن تھے نپی تلی بات کہتے، طبیعت ہمیشہ سے جفاکش واقع ہوئی تھی، اپنا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے، نمود ونمائش وجاہ طلبی سے ذرا بھی مناسبت نہ تھی، بڑے فراخ دست عالی ہمت تھے، عالم اسلامی کی فکر اور دعوت اسلام کا جذبہ اور ذوق بہت رکھتے تھے، ان کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

''میرے شعور کے تقریباً چالیس سال ان کی خدمت میں گذرے اور میں نے ان کو اتنے قریب سے دیکھا ہے جتنا قریب سے کسی انسان کا کسی انسان کو دیکھنا ممکن ہے میں نے جمود اور تجدد کے درمیان ایسا نقطۂ اعتدال جیسے ان کی ذات تھی نہیں دیکھا، انہوں نے اپنی معاشرت اور معاملات میں ایسا اتباع سنت کا نمونہ قائم کیا جس کی مثال علماء ومشائخ کے یہاں بھی مشکل سے ملے گی، ان کی ذات جامعیت کا عجب نمونہ تھی، ایک طرف وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس کے فاضل اساتذہ کے بڑے ذی استعداد طالب علم، دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث کے ممتاز فاضل اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے عزیز شاگرد تھے اور ان کی استعداد ان تمام قدیم علوم ومضامین میں جو قدیم نصاب تعلیم میں داخل تھے نہایت پختہ تھی جس کا مجھے اپنے طالب علمی اور معلمی میں ذاتی تجربہ ہے، دوسری طرف وہ سائنس کے بڑے کامیاب طالب علم تھے، ایک طرف وہ طب

(۱) یہ صاحبزادیاں بالترتیب سید محمد مسلم حسنی، مولانا سید محمد طاہر منصور پوری، مولانا سید محمد ثانی حسنی، مولانا سید محمد رابع حسنی، مولانا سید واضح رشید حسنی کو منسوب ہوئیں اور سبھی وفات پاچکی ہیں۔ (حمزہ)

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم کے پورے فاضل اور اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے معتمد تھے، دوسری طرف میڈیکل کالج لکھنؤ کی طالب علمی ہی کے زمانہ میں کالج کے انگریز پرنسپل اور لائق اساتذہ کی نظر میں ممتاز اور لائق اعتماد تھے پھر انہوں نے اپنے فطری ذوق و مطالعہ اور تلاش حقیقت کی بنا پر دوسرے جدید طبی نظاموں کا مطالعہ کیا اور ان کے مفید طریقہائے علاج کو قبول کیا، طب کے مطالعہ میں وہ آخر تک جدید تحقیقات سے واقف رہنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، ایک طرف وہ اپنے محلہ کی مسجد کے امام، عالم و فقیہ ندوۃ العلماء کے ناظم اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مسترشد اور مرید تھے، دوسری طرف وہ ایک گریجویٹ ڈاکٹر اور اس عہد انقلاب و معاشرہ جدید کے ایک باخبر اور صاحب نظر رکن تھے، اس جامعیت کی مثالیں اس زمانہ میں کتنی ملیں گی۔"

کیوں کیے کس نے بہم ساغر و سنداں دونوں؟

مخدومہ خیر النساء بہترؒ

مشہور شیخ طریقت حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کی صاحبزادی تھیں ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئیں، ہوش و حواس کی آنکھیں کھولیں تو عزیزوں میں علماء و مشائخ کا ایک گروہ پایا اور عورتوں میں بکثرت عبادت گذار اور خدا ترس بیبیاں دیکھیں ان میں ممتاز دو خواتین تھیں ایک ان کی والدہ ماجدہ جو سید محمد معین کی صاحبزادی تھیں اور بڑی راسخ العقیدہ، خوش اوقات اور فہیم و زیرک بی بی تھیں، دوسری مولانا فخر الدین خیالی کی والدہ ماجدہ جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ خانہ داری میں ممتاز اور عبادت و ریاضت میں بڑا درجہ رکھتی تھیں، خیر النساء صاحبہ کی والدہ نے اپنی صاحبزادی کے لئے جو اتنا مقرر کی وہ حوابی

www.abulhasanalinadwi.org

کہلاتی تھیں اور بڑی نیک سیرت خداترس تھیں ان بزرگ بیبیوں کی تعلیم وتربیت میں خیرالنساء صاحبہ نے اپنا بچپن گذارا، والد کو اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں میں اپنی اس بیٹی خیرالنساء سے بہت زیادہ انس اور تعلق تھا، اور جب کوئی دینی کتاب آتی ان کو دیتے اور پڑھواتے، اس سے علم کا شوق پیدا ہوا اور بزرگوں کی کتابیں دیکھنے لگیں، کاڑھنے اور پھول بوٹے بنانے، کھانا پکانے کا شوق تھا، شروع سے ان میں جدت پیدا کرتی تھیں، کتابوں کے پڑھنے اور گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنے بھائی حافظ مولوی عبیداللہ سے حفظ کرنا شروع کردیا اور تین سال میں حفظ مکمل کرلیا اور پھر ہر سال رمضان میں عورتوں کی جماعت میں تراویح سناتیں، بہت صاف اور اچھا یاد تھا اور بڑی تجوید کے ساتھ قرآن پڑھتیں۔ (۱)

خدا نے دعا کا ذوق اور تلاوت کا شوق بھی عطا فرمایا تھا اور کم عمری ہی سے عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئیں، دعا کثرت سے مانگتیں، طبیعت میں بے کلی اور بیقراری بہت تھی۔

ان کو ہر دعا کی قبولیت پر اعتماد اور اللہ کی رحمت پر ناز تھا اور پھر آخر تک ان کی زندگی

---

(۱) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں (کاروان زندگی ۱/۴۶): ''اس دور میں خاندان کی بچیوں اور بیبیوں میں قرآن مجید کے حفظ کا خاص شوق اور اس میں تنافس اور مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا، میں نے اپنے بچپن میں جن کو دیکھا ہے، ان میں مستورات میں پانچ بیبیاں حافظ قرآن تھیں، میری بڑی خالہ صاحبہ، والدہ، ممانی (اہلیہ حافظ سید عبیداللہ صاحب) ایک پھوپھی اور ایک حقیقی خالہ زاد بہن (والدہ سید محمد مسلم حسنی سلمہ) ان میں سے ہر ایک نے اپنے کسی محرم سے، حقیقی بھائی یا کسی ایسے ہی عزیز سے جن سے پردہ نہیں تھا قرآن حفظ کیا تھا اور بہت صحیح اور بڑی حد تک تجوید کے اصول کے مطابق پڑھتی تھیں، بعض علمائے فرنگی محل کے فتوے کے مطابق تراویح میں جماعت کا اہتمام تھا ان میں سے کوئی امام ہوتیں باقی مقتدی، ان میں سے کئی ایک ایک پارہ سناتیں، مجھے اور کسی کا تراویح میں قرآن مجید سنانا یاد نہیں، میں بہت بچہ تھا لیکن والدہ صاحبہ کے قرآن مجید سنانے کا سلسلہ میرے شعور کے بہت بعد تک جاری رہا، میں کبھی دروازہ میں کھڑا ہو کر سنتا، ایسا معلوم ہوتا کہ پانی برس رہا ہے، صحت مخارج کے ساتھ روانی پھر اس میں رقت و درد نسوانی نور علیٰ نور۔'' (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

دعا اور مناجات میں گذری، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر فکر وتردد کے موقع پر دعا کرتیں ان کو ہر موقع کی اتنی دعائیں اور مسنون وظائف یاد تھے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

طبیعت شروع سے موزوں تھی، بہتر تخلص کرتی تھیں وہ اکثر مسنون دعائیں نظم میں بارگاہ الٰہی میں پیش کرتیں، ان کی مناجاتیں اکثر خاندان کی بیبیوں اور بچیوں کو یاد ہوگئی تھیں اور وہ سب ان کو پڑھتیں عرصہ ہوا ان کی مناجاتوں کا مجموعہ "باب رحمت" کے نام سے چھپا تھا جس کو دیکھ کر ایک عارف باللہ اور صاحب دل بزرگ نے کہا تھا "جس کے یہ اشعار ہیں اس کو اپنے مالک پر ناز اور اس کے ساتھ بندگی کا ایک خاص تعلق معلوم ہوتا ہے۔"

۱۳۲۲ھ میں مولانا حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء کے عقد میں آئیں اور ایک علمی گھرانہ سے منتقل ہوکر دوسرے خالص علمی گھرانہ میں قدم رکھا جس کے متعلق وہ خود لکھتی ہیں:

> "بیشک اس گھر میں دولت نہیں تھی مگر وہ خوبیاں تھیں جن پر تمام دولت نثار کردی جائے، یہ گھر میرے لیے جنت اور خدمت میرے لیے رحمت تھی گویا میں سایۂ رحمت میں آگئی، نہ کوئی فکر رہی، نہ غم، ہر گھڑی شکر میں گذرنے لگی۔"

۱۳۳۶ھ میں والد ماجد مولانا شاہ ضیاء النبی کا انتقال ہوگیا اور ۵ا سال بعد ۱۳۴۱ھ میں شوہر نامدار مولانا حکیم سید عبدالحی داغ مفارقت دے گئے، شوہر کے انتقال کے بعد خیر النساء صاحبہ کے دو کام رہ گئے ایک دینی کتابوں کا سننا، دوسرے دعا وعبادت، ان کے علاوہ تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی جاری رکھا، مناجاتوں اور نظموں کا مجموعہ "باب رحمت" کے نام سے تھا ہی، دوسری کتاب "حسن معاشرت" کے نام سے لکھی جس میں دینی واخلاقی ہدایات اور اچھی وخوشگوار ازدواجی زندگی کے اصول وآداب اور حقوق وفرائض وامور خانہ داری کی تعلیم کی ہے، تیسری کتاب "ذائقہ" کے نام سے لکھی جس

www.abulhasanalinadwi.org

میں طرح طرح کے کھانوں کی ترکیب اوران کے لئے نئے نئے نسخے درج کیے ہیں، یہ سب کتابیں چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔

خیر النساء صاحبہ کو بچوں کی تربیت وتعلیم کا ملکہ بھی حاصل تھا اوراپنے صاحبزادہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور صاحبزادیوں کی تعلیم وتربیت میں ہروقت منہمک رہتی تھیں وہ اس معاملہ میں بہت سخت تھیں اور باوجود محبت کے نماز کے معاملہ میں ادنی تساہل نہیں برداشت کرتی تھیں، اسی طرح اخلاق کے سدھار کی فکر کرتیں، کسی کی دل آزاری اور تذلیل کو گناہ کبیرہ جانتی تھیں۔

دعوت وتبلیغ کا بڑا جذبہ تھا اوراپنے صاحبزادہ کو ایک مبلغ اور دین کا پرجوش داعی دیکھنا چاہتی تھیں اوراس کے لئے ان کو خطوط کے ذریعہ آمادہ کرتیں اوران کے دعوت وتبلیغ کے عمل پر ہمت افزائی کرتیں، اسی وجہ سے وہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے بیعت ہوئیں اوران کے انتقال کے بعد مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تجدید بیعت کی۔

۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں اپنے صاحبزادہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور صاحبزادی امۃ اللہ تسنیم کے ساتھ سفر حج کیا، اس قافلہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اہلیہ محترمہ اور راقم سطور بھی تھا، ۱۰-۱۱ روز کراچی میں قیام رہا پھر اسلامی جہاز سے حجاز روانگی ہوئی، رمضان المبارک مدینہ طیبہ میں گذارا اور ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ حاضری ہوئی، محرم میں واپسی ہوئی، اس سفر میں محترمہ خیر النساء صاحبہ نے باوجود ضعف ونقاہت اور کبرسنی کے طواف وسعی بڑے ذوق وشوق سے کیے اور ارکان حج بڑے انہماک سے ادا کیئے، اسی قیام کے دوران تقسیم ہند ہوئی اور فسادات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر سید عبدالعلی کا انتقال ہوا اس کا اثر خیر النساء صاحبہ کے دل پر بہت پڑا، اسی سال سیلاب آیا اور وہ پورے گھر کے ساتھ منتقل ہو گئیں ایک سال لکھنؤ میں قیام کیا ۱۹۶۲ء میں رائے بریلی واپسی ہوئی، ۱۹۳۱ء میں اپنی آنکھوں کا آپریشن کرایا تھا مگر کثرت کتب بینی کی وجہ سے نگاہ پھر کمزور ہونے لگی اور ۱۹۶۳ء میں بینائی بالکل چلی گئی

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن معمولات کی پابندی اوراد و وظائف اور دعا و مناجات کی مشغولیت بڑھتی گئی، اوران کا ہر لمحہ اسی میں صرف ہوتا تھا۔

سحر خیزی کا ہمیشہ سے معمول تھا گھڑی میں الارم لگانے کا اہتمام رہتا، اسلام کے غلبہ اور دین کے فروغ کی حد درجہ آرزو تھی اس کی ہر چیز سے ان کا رویاں رویاں تازہ ہو جاتا تھا ان کا سب سے بڑا مشغلہ اور ان کا مجرب معمول قرآن مجید کے ان رکوعوں، آیات اسماء حسنیٰ اور درود شریف کے ان خاص صیغوں کو پڑھ کر جن کے خاص فضائل و برکات ثابت ہیں اپنے سب چھوٹوں اور گھر والوں پر دم کرنا تھا پڑھنے میں ان کو تقریباً ایک گھنٹہ لگ جاتا پھر دم کرنے کا طویل سلسلہ رہتا تھا، دم کیا ہوا پانی ہمیشہ رکھا رہتا اور نزدیک و دور کے لوگ آکر لے جاتے تھے، ان کے شب و روز کے معمولات جوان کی صاحبزادی امۃ اللہ تسنیم صاحبہ نے تحریر کیے ہیں حسب ذیل ہیں۔

گرمی میں ڈھائی بجے سے اور جاڑوں میں تین بجے اور رمضان شریف میں گرمی میں ایک بجے سے اور جاڑوں میں ڈیڑھ بجے سے تہجد کے لئے اٹھ بیٹھتی تھیں اور بڑی لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ دخان، سورۂ یٰسین، سورۂ الم سجدہ، سورۂ حم سجدہ، سورۂ طور، سورۂ نجم، سورۂ واقعہ، سورۂ رحمٰن، سورۂ قٓ، سورۂ الذاریات پڑھتیں، تہجد میں اس قدر روتیں کہ آنسوؤں سے جانماز تر ہو جاتی، کبھی اپنے لیے اپنی اولاد کے لئے دنیا کی خواہش نہیں کی بس اللہ و رسول کی محبت دینی خوبیاں اور دینی خدمت کی توفیق مانگتیں، صبح چار بجے انگیٹھی جلا کر رکھ دیتیں اور خود نماز میں مشغول ہو جاتیں، دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے نماز پڑھ کر سب کو جگانا شروع کر دیتی تھیں جو اٹھنے میں تساہلی کرتا تو بہت ناراض ہوتی تھیں اور جو نماز کے بعد سو جاتا تھا اس پر بھی خفا ہوتی تھیں، کہتی تھیں جو ہمارے گھر میں سوئے وہ نماز کو ضرور اٹھے ورنہ یہاں نہ سوئے، خود نماز پڑھ کر اسی جانماز پر اشراق تک بیٹھی رہتیں اور تہجد کے بعد صبح کی نماز تک ''لا الہ الا اللہ'' کی ضرب لگاتی تھیں پھر صبح کی نماز کے بعد تسبیحات میں مشغول

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جاتی تھیں، اشراق کی نماز پڑھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر کلام پاک کی تلاوت کرتی تھیں اور گھر کے کام انجام دیتی تھیں، چاشت کی نماز کے بعد مناجاتیں لکھنا شروع کر دیتیں پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آجاتا تو کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتیں پھر اذان سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھ جاتیں اور جانماز پر بیٹھ جاتیں، تسبیح میں مشغول ہو جاتیں، جب ظہر کی اذان ہو جاتی تھی تو نماز پڑھ کر سورۂ فاتحہ، سورۂ سبا پڑھتی تھیں پھر تسبیح پڑھنا شروع کر دیتی تھیں حتی کہ عصر کا وقت آجاتا تھا عصر کی نماز پڑھ کر کلام پاک کی سورتیں مغرب تک پڑھتی رہتی تھیں اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار شروع ہو جاتا تھا۔[1]

ان کا سب سے بڑا وصف اور امتیاز ان کی مناجاتیں اور دعا ہے، ان کی مناجاتیں خاندان میں مقبول ہوئیں اور ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں جب بھی کوئی دشواری پیش آتی ہے ان مناجاتوں کو پڑھا جاتا ہے، چند اشعار یہاں بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔

کیوں نہ آئے رحم تجھ کو حال پر میرے رحیم — تری ہی رحمت تو ہے مونس مری ہمدم مری
بیکسوں کا بس تو ہی مونس تو ہی غمخوار ہے — تجھ سے کہہ کر کیوں نہ ہو بیتابیٔ دل کم مری
کیوں نہ میں چاہوں کہ خود چاہنے والا ہے تو — کب گوارا ہے تجھے یہ چشم ہو پرنم مری

ذرہ کو گر چاہے تو ہی پل میں کرے رشک قمر — تیری صفت کو دیکھ کر کیوں حوصلہ میرا ہو کم
ہوئی جو در تک تیرے رسائی تو تجھ سے مرا سوال بھی ہے — تو دینے والا کریم بھی ہے تو قادر ذوالجلال بھی ہے
یہ شان دیکھی تری نرالی جو مانگے تجھ سے تو اس سے راضی — بلا کے دینا کرم ہے تیرا تیرا یہ فضل بھی ہے کمال بھی ہے
نہیں ہے بہتر کو اب گوارا کہ دل ہو یاں رہ کے پارہ پارہ — ملے وہ گھر جس میں لطف بھی ہے کرم بھی ہے وصال بھی ہے
نہ ہوں کیوں کر تصدق اس خدا کے — میں ہوں قربان اس شان عطا کے
تسلی دی مجھے اس نے اسی دم — گئی در پر جب اس کبریا کے
نہیں تھی میں کسی قابل جہاں میں — مگر سب کچھ دیا اس نے بلا کے

---

(۱) ماخوذ از ذکر خیر ص/۹۹-۱۰۰۔

www.abulhasanalinadwi.org

تجھ سے گر میں کہوں نہ حال دل
کس طرح پھر قرار جاں ہووے

کیوں نہ تجھ سے کہوں میں رورو کر
ضبط کیوں کر یہ اب فغاں ہووے

شکر اس کا کرے نہ کیوں بہتر
جو کہ ہر لحظہ مہرباں ہووے

مایوس مت ہو اے دل دست دعا اٹھا کر
پھیرے گا وہ نہ خالی در سے تجھے بلا کر

تھم جا ذرا نہ گھبرا ابر کرم ہے چھایا
آئے گا تھم تھما کر برسے گا جم جما کر

رہنا کبھی نہ غافل دل بھر بھی اس سے بہتر
ہر دم خدا خدا کر ہر دم خدا خدا کر

دنیا کی بے ثباتی دیکھ کر اس طرح مخاطب ہیں:

گھبرانہ ہم سے دنیا تجھ میں نہ ہم رہیں گے
اپنا وطن عدم ہے جا کر وہیں بسیں گے

شیوہ ترا دغا ہے شیوہ ترا جفا ہے
تو سخت بے وفا ہے ہم صاف ہی کہیں گے

آتا ہے جو یہاں رہتا ہے تجھ سے نالاں
ایک روز ہم بھی تجھ سے منہ پھیر کر چلیں گے

بیت اللہ کی زیارت کی تو اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا

کہاں ملتی ہے یہ دولت وعزت
ہوئی دربار میں کس کے رسائی

کیا جو زندگی کو تلخ تو نے
ضعیفی میں یہ راحت تو نے پائی

لگائی تھی جو تو نے آس اس سے بہتر
جو کی امید تو نے وہ برآئی

جب بیت اللہ سے رخصت ہوئیں تو یہ کہا

اے خدا پھر اسی دربار میں لانا مجھ کو
اپنے دربار کا سائل ہی بنانا مجھ کو

زندگی میری خدایا ترے در پر گذرے
ساتھ ایمان کے دنیا سے اٹھانا مجھ کو

ہند میں رہ کے خدایا نہیں راحت مجھ کو
اب تو طیبہ ہی میں مل جائے ٹھکانا مجھ کو

قلب ہے میرا ضعیف اور سفر ہے مشکل
تو اگر چاہے تو مشکل نہیں آنا مجھ کو

یہ مناجاتوں کے چند اشعار ہیں ورنہ ہر مناجات اپنی جگہ مکمل ہے

www.abulhasanalinadwi.org

آخر عمر میں غذا بالکل کم ہوگئی تھی صبح کو ایک بسکٹ اور چائے کی ایک پیالی دوپہر اور رات میں ایک پھلکہ کا چھلکہ اور دو لقمے چاول تناول کرتیں، دنیا سے بے رغبتی ہمیشہ سے تھی لیکن آخر میں تو نفرت ہوگئی تھی کہتی تھیں کہ ہم سے دنیا کی بات نہ کرو فیشن سے قلبی نفرت تھی کہتی تھیں کہ اگر تم نے فیشن کی کوئی بات اختیار کی تو تم سے نفرت ہوجائے گی۔ (۱)

محترمہ خیر النساء صاحبہ نوے سے اوپر تھیں ضعف اور اضمحلال بہت تھا بینائی جاچکی تھی اکثر بیمار رہتیں، اگست ۱۹۶۳ء میں گر پڑیں جس کی وجہ سے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی یہی چوٹ موت کا پیش خیمہ تھی انتقال کے دن تک اپنے معمولات پورے کیے اور نماز ادا کی اور اپنی مناجاتیں سنتی رہیں آخر وقت ہوش نہیں رہا مگر خود بخود تیمم کے لیے مٹی تلاش کرتی رہیں اور اپنی خالی انگلیاں چلاتی رہیں جیسے تسبیح پڑھی جاتی ہے تین بجے شام کو ذکر بالجہر کرنے لگیں اور سانس کے ذریعہ اللہ اللہ کرنے لگیں پونے تین گھنٹے لگاتار ذکر کرتے کرتے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی، یہ جانکاہ حادثہ بروز سنیچر ۳۱/ اگست ۱۹۶۸ء مطابق ۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ کو ۶/ بجے شام کو پیش آیا، دوسرے دن صبح کو غسل دیا گیا اور میدان میں ان کے صاحبزادہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ شاہ علم اللہؒ میں اپنے شوہر نامدار کے پہلو میں حضرت شاہ علم اللہ کی بیوی کی پائنتیں سپرد خاک کی گئیں، اپنی یادگار ایک صاحبزادہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور دو صاحبزادیاں سیدہ امۃ العزیز، سیدہ امۃ اللہ تسنیم چھوڑیں۔

مولانا سید محمد طلحہ حسنی ایم۔ اےؒ

مولانا سید محمد طلحہ بخشی الملک سید محمد خاں معتمد الملک ظفر جنگ کے صاحبزادہ

---

(۱) ذکر خیر ص/۱۰۳۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھانجہ مولوی سید محمد علی صاحب مخزن احمدی کے پرپوتے تھے، ۱۸۹۰ء مطابق ۱۳۰۸ھ میں ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے، ۱۰ رسال کی عمر میں مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ کے ساتھ لکھنؤ آکر مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور دوسرے اساتذہ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کی پھر ٹونک واپس ہوکر مدرسہ ناصریہ میں مولانا حیدر حسن خاں محدث اور مولانا سیف الرحمٰن مہاجر کابل سے درسی کتابیں پڑھیں اس کے بعد لاہور جاکر علوم مشرقیہ کے امتحانات دیئے اور امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔

پھر دہلی آکر حکیم غلام رضا خاں شریفی سے طب پڑھی، طب پڑھنے کے بعد ٹونک اور ممبئی میں مطب کیا، فراغت کے بعد صرف چار ماہ میں قرآن شریف حفظ کرلیا اور ہر سال رمضان المبارک میں قرآن شریف سنانے لگے اور یہ آخر عمر تک دستور رہا قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا بہت صاف پڑھتے سامعین کو ان کے پڑھنے میں بہت لطف آتا تھا، وہ خود بہت جوش اور ذوق وشوق سے قرآن پڑھتے۔

۱۳۳۵ھ میں اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر ہوئے اور اسی دوران انگریزی امتحانات دیئے اور ایم اے کیا، ۱۳۶۱ھ میں کالج سے اپنی خواہش پر سبکدوشی حاصل کرلی۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ہر علم وفن میں درک نصیب فرمایا تھا، تاریخ، سوانح، علم نجوم، حدیث، ریاضیات وسنین کے علم میں ید طولیٰ حاصل تھا، عربی فارسی اردو کے ہزاروں اشعار نوک زبان تھے، طبیعت نہایت بے تکلف اور سادہ پائی تھی، کتابوں کے مطالعہ کا انتہائی شغف تھا کوئی نئی کتاب مل جاتی تو دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوجاتے اور حافظہ غیر معمولی طور بہت قوی پایا تھا، جو پڑھ لیتے وہ یاد ہوجاتا۔

باوجود وفور علم اور تبحر کے کسی کو ان کے علمی مرتبہ کا اندازہ نہیں تھا، ۲۵ رسال اورینٹل کالج لاہور میں پڑھایا تھا، اتنی مدت درس وتدریس کے شغل نے تعلیم وتربیت کا

www.abulhasanalinadwi.org

خاص ملکہ مولانا کو عطا کیا تھا، خاندان کے بے شمار لڑکوں کو اپنی سرپرستی میں پڑھایا اور صاحب علم بنایا، راقم سطور کو بھی مولانا کی خدمت میں تقریباً ایک سال رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، مولانا نے جس طرح میری تعلیم وتربیت کا انتظام کیا اس نے میرے لیے علم کا دروازہ کھول دیا، مولانا کی شفقت ومحبت اور فکر ودردمندی نے میرے ذہن دماغ پر گہرے نقوش ثبت کیے، مولانا ہر علم وفن کے ماہر علماء سے ملاقات کراتے ان کی مجلسوں میں بٹھاتے تھے، چونکہ مولانا کے تعلقات وسیع تھے ایک طرف ان کو مشائخ اور علماء کا اعتماد حاصل تھا تو دوسری طرف اہل وجاہت وحکومت اور اصحاب علم وفن سے تعلق رکھتے تھے، لاہور کی علمی اور ادبی مجلسیں ان کی وجہ سے آباد تھیں۔

علامہ اقبال سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور ان کی مجلسوں میں شرکت کرتے شعروسخن میں دلچسپی لیتے، اسی طرح سر عبدالقادر سے اکثر ملاقات رہتی، نیز مولوی محمد شفیع اور دوسرے ادباء واہل علم سے گہرا ربط وضبط رکھتے تھے، مختلف مسلک کے علماء اور مشائخ ان کے یہاں آتے جاتے تھے، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ سے بڑی عقیدت ومحبت کا تعلق تھا، مولانا ہی کے دولت خانہ پر سب سے پہلے راقم سطور کو مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ اور دوسری ممتاز شخصیتوں سے نیاز حاصل ہوا، مولانا کسی کے ''لا اعلم'' کہہ دینے سے بہت ناراض ہوتے تھے، غرض کہ مولانا ایک طرف باغ وبہار تھے تو دوسری طرف سنجیدہ اور باوقار، اسی کے ساتھ بڑے فیاض، خلیق، ہنس مکھ، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے اور وضعدار تھے، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور مولانا عبدالشکور فاروقیؒ سے گہری عقیدت اور تعلق رکھتے تھے، خاندان میں مولانا سید محمد عرفانؒ، مولانا حکیم سید عبدالحیؒ، مولانا شاہ ضیاء النبیؒ کی شخصیتوں سے بہت متاثر تھے، مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے وسعت مطالعہ اور وسعت معلومات کے بہت قائل تھے، دیوبند ولاہور میں ان سے ملاقاتیں ہوتیں شاہ صاحب بھی ان سے بہت مانوس اور بے تکلف تھے اسی طرح مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الہند

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا محمود حسن دیوبندی کے اخلاص اور للّٰہیت کے بڑے قائل اور معترف تھے۔

اتباع سنت میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے، خلاف شریعت کاموں کو برداشت نہ کرتے تھے، احتیاط اور تورع بہت تھا، طہارت میں غلو رکھتے تھے، بڑے خوش خوراک اور خوش پوشاک تھے، تکبر و غرور سے بہت دور تھے، نہایت متواضع اور شریف النفس تھے، ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۳۶۷ھ میں پاکستان تشریف لے گئے، ۱۳۷۷ھ میں اپنی عربی تصنیف "عہد صحابہ کا تمدن وثقافت" کی تکمیل کے سلسلہ میں مصر و شام اور قسطنطینہ کا سفر کیا اور نادر سے نادر کتب خانوں کی سیر کی، اس کے بعد کراچی میں عزلت نشین ہو گئے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"وہ سختی کے ساتھ اہل سنت کے عقائد اور اپنے خاندانی مسلک پر قائم تھے، نماز با جماعت کا ہمیشہ اہتمام رہا، دو چیزوں کا ان کو کبھی تحمل نہیں ہوا، ایک کسی کو تعدیل ارکان کا خیال کیے بغیر جلد نماز پڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے اس کے سلام پھیرنے کا انتظار کرتے رہتے اور وہ خواہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو اس کو ضرور نصیحت کرتے، دوسرے ٹخنہ کے نیچے پائجامہ نہیں دیکھ سکتے تھے بعض کبار علماء و مشائخ تک کو اس پر ٹوک دیا، جس محفل میں ساز بجایا جا رہا ہوتا اس میں شرکت نہ کرتے، یا اٹھ کر چلے آتے، جدید خلاف دین رجحانات اور مسلکوں میں ان کو اہل قرآن اور منکرین حدیث سے نیز سرسید مرحوم کے طرز پر منصوصات وقطعیات کی پر از تکلف تاویلات اور عقل پرستی سے بڑا بعد اور وحشت تھی، اور اسماء وصفات کے بارہ میں وہ سلف کے مسلک پر قائم تھے۔"

نومبر ۱۹۴۳ء میں بستی حضرت نظام الدین حاضری کے موقع پر مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے مولانا محمد طلحہ حسنیؒ کا جیسا اکرام کیا اس کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن

www.abulhasanalinadwi.org

علی ندوی لکھتے ہیں:

"مولانا (مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ) نے سید صاحبؒ کے تعلق کی وجہ سے ان کا ایسا احترام کیا جو میں نے بہت کم لوگوں کا دیکھا ہے سردیوں کا زمانہ تھا انگیٹھی ذرا فاصلہ پر رکھی تھی دسترخوان بچھایا گیا تو مولانا ایک ایک روٹی گرم کر کے لاتے اور خود پیش کرتے، یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا اور مولانا نے صاحبزادہ گرامی منزلت مولانا محمد یوسف صاحب کو بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ اس خدمت کو انجام دیں۔"

اس باغ و بہار اور صاحب علم و فن شخصیت نے اپنی زندگی کے آخر دور میں پریشان خاطری اور پراگندہ حالی اور غربت و بے بسی میں دن گذارے اور ۲۳؍رجب ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۵؍ستمبر ۱۹۷۰ء کو بروز جمعہ انتقال کر گئے اور کراچی میں تدفین عمل میں آئی، اپنی یادگار میں ایک فرزند داؤد چھوڑا۔ (۱)

سید سراج النبیؒ

حضرت سید شاہ ضیاء النبی صاحب کے پوتے اور سید احمد سعید کے صاحبزادہ تھے ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے، ۱۰؍سال کی عمر تھی کہ دادا صاحب کا انتقال ہو گیا والد سید احمد سعید چونکہ انگریزی میں درک رکھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے کو اردو فارسی کی ابتدائی کتابوں اور قرآن شریف کے بعد انگریزی پڑھانی شروع کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں رائے بریلی گورنمنٹ کالج میں داخل کر دیا اس کے بعد کلکتہ گئے اور دسویں کا امتحان دیا، لکھنؤ میں کرسچین کالج اور بعد میں پٹنہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور وہاں

---

(۱) مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کی بہن سیدہ شمس النساء سے نکاح کیا تھا ان کی وفات کے بعد دوسری شادی کی جن سے سید داؤد ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انٹرمیڈیٹ پاس کیا، ۲۴ر سال کی عمر میں امریکہ جانے کی خواہش ظاہر کی، خاندان کے بزرگوں نے امریکہ جانے سے باز رکھنا چاہا مگر یہ جانے پر مصر رہے اور ۱۹۲۱ء میں کلکتہ جا کر امریکہ روانہ ہوگئے اور امریکہ پہونچ کر، نیگرو باشندوں کی کالونی میں قیام کیا، دن میں کام کرتے تھے اور رات کو پڑھتے تھے، اس زمانہ میں ہندوستان کے مشہور لیڈر ڈاکٹر سید حسین "وطن یا یادوطن" کے نام سے رسالہ نکالتے تھے، سید سراج النبی نے سید حسین سے ملاقات کی اور اخبار میں کام کرنے لگے، امریکہ میں تقریباً ۵ر سال قیام کیا اور نیویارک یونیورسٹی سے کامرس میں گریجویشن کیا اور فورڈ موٹر کمپنی میں ملازمت کی، اگست ۱۹۲۵ء کو وطن واپس ہوئے وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں امریکہ میں کسی سڑک سے گذر رہا تھا کہ ایک جنازہ گذرا اس کے ساتھ کوئی نہ تھا صرف چند آدمی تیزی کے ساتھ لے جارہے تھے مجھ کو اس بے بسی کے ساتھ جنازہ جانے سے ایک دھکا لگا اور خیال آیا کہ اگر میری موت یہاں ہوگئی تو نماز جنازہ کون پڑھائے گا اور اسلامی طریقہ سے تدفین کیسے عمل میں آئے گی اس خیال سے پورے بدن مین جھرجھری آگئی اور میرا دل ایسے پرشور اور نفسی نفسی کے عالم میں زندگی گذارنے سے بیزار ہوگیا اور مجھ کو خواہش ہوئی کہ جلد از جلد اپنے گھر پہونچوں اور پھر یہ ارادہ اور خواہش اتنی بڑھی کہ امریکہ سے لندن، فرانس، اٹلی، اسپین کا سفر کرتے ہوئے ہندوستان پہونچا"، امریکہ میں رہ کر بھی دین سے بہت تعلق رکھا قرآن شریف کی تلاوت برابر کرتے اور مختلف سورتیں یاد کرتے، ہندوستان پہونچتے ہی مختلف ملازمتوں پر ان کا تقرر ہوا مگر بعض حالات کی بنا پر کہیں مطمئن نہ ہوسکے آخر کار تجارت کی اور آخر زندگی میں جائداد کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور شریعت کے مطابق بہنوں کے حصے دیئے اور تقسیم کے وقت ایک پھل اور ایک دانہ کا خیال کیا طبیعت میں نظم و ضبط بہت تھا، اسراف سے بہت بچتے، ایثار وقربانی کے پیکر تھے "یوثرون علی انفسهم ولو كان بهم خصاصة" کے صحیح مصداق تھے، قرآن کریم سے تعلق بے انتہا تھا اپنا زیادہ وقت مطالعہ میں صرف کرتے، رقت بہت پیدا ہوگئی تھی، حمد ونعت یا قرآن کریم کی کسی

www.abulhasanalinadwi.org

آیت پر حال طاری ہو جاتا تھا اور دورہ پڑ جاتا، ۱۹۶۷ء میں اپنے گھر والوں کے ساتھ حج کیا، حج کے بعد رقت کی کیفیت بہت بڑھ گئی تھی، ایک بار ایک دینی کتاب پڑھی جا رہی تھی کسی بات پر دورہ پڑ گیا، ایک بار سورہ رحمٰن قاری پڑھ رہا تھا کہ حال طاری ہوا اور بیہوش ہو گئے، ہوش آتے ہی کہنے لگے اسی حال میں انتقال ہو جاتا تو بہت اچھا تھا، بزرگوں اور ان کے تذکروں سے بہت دلچسپی بڑھ گئی تھی بس ہر وقت ان کا تذکرہ سننا پسند کرتے اور ان کی زندگیوں پر رشک کرتے تھے اور روتے رہتے تھے غذا کو بہت کم کر دیا تھا اور آخر میں تو کھانا چھوڑ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیمار ہو گئے بھول بڑھ گئی اور مرض میں شدت پیدا ہو گئی اور غنودگی رہنے لگی اس کے باوجود وہ خود قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے رہتے، ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء کو صبح کو عین نماز کے وقت ان کا انتقال ہو گیا، انتقال سے پہلے خود سورۂ یسین پڑھی اور کئی بار اللہ اللہ کہا، بعد نماز جمعہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی نماز میں بڑی تعداد میں لوگ تھے تقریباً ۳ بجے اپنے دادا حضرت شاہ ضیاء النبی کے سرہانے سپرد خاک کیے گئے، اپنی یادگار میں ایک فرزند سید مصباح النبی (۱) اور چار صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ (۲)

مولانا سید ابوالخیر برقؒ

حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کے پوتے اور حافظ سید عبید اللہ کے بیٹے تھے، ۱۳۱۹ھ میں

---

(۱) سید مصباح النبی، اگست ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد انگریزی پڑھی، بی، اے، ایل ایل بی پاس کیا اور ملازمت کی، ۱۹۶۶ء میں حجاز گئے اور ہندوستانی سفارت خانہ میں ملازم ہو گئے، ۱۹۶۷ء میں اپنے والدین اور بیوی کو حج کرایا اور تاحال جدہ میں مقیم ہیں، ایک فرزند ضیاء النبی ہے جو خورد سال ہے (زوجہ ثانیہ دختر شاہ محمد عاقل قادری گیاوی سے دو فرزند محمد اور احمد اور ایک بیٹی ہے۔ حمزہ)

(۲) سید حسن نظامی صاحب مانکپوری، مولانا سید محمد عامر ندوی ہسوی، سید محمد سالم حسینی ہسوی، آپ کے داماد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد اور بزرگوں سے حاصل کی اس کے بعد لکھنؤ گئے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ مختلف اساتذہ سے عربی پڑھی۔

لکھنؤ ہی میں رہ کر ادب اردو اور شعر وسخن کا ذوق پیدا کیا اور شمس لکھنوی اور ثاقب لکھنوی سے تلمذ حاصل کی اور برق تخلص رکھا، مولانا اردو اور عربی ادب میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔

حدیث شریف کی تعلیم مولانا عبدالرحمٰن بستویؒ سے جن کا قیام مدتوں سے رائے بریلی میں تھا حاصل کی اور اسی دوران موطا امام مالک، مسلم اور بخاری کی حدیثیں اسناد کے ساتھ یاد کیں، ان حدیثوں کو وہ اکثر پڑھا کرتے اور آخر عمر تک ان کا ورد رکھتے رہے۔

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد حجاز کا سفر کیا اور مکہ مکرمہ میں رہ کر مدرسہ فخریہ میں کچھ دنوں تعلیم دی، اپنے خاص مزاج کی بنا پر خاندان کے لوگوں سے کم تعلق رکھا اور خاندانی بزرگوں کے مسلک وطریقہ زندگی سے الگ راہ اختیار کی جس کی وجہ سے مدتوں تک دوسرے افراد خاندان سے تلخی رہی اور تعلقات منقطع رہے، زیادہ تر لکھنؤ میں قیام کرتے اور علم وادب کی مجلسوں میں وقت گزارتے، اور مشاعروں میں شریک ہوتے تھے خود شعر کہتے اور مشاعروں میں پڑھتے مگر ان کے اشعار کا کوئی مجموعہ طبع نہ ہوسکا صرف ''دعائے مضطر'' کے نام سے ایک کتابچہ طبع ہوا جس میں انہوں نے ایک مناجات کہی، لیکن ان کے اشعار جا بجا ملتے ہیں چند بطور نمونہ کے پیش خدمت ہیں:

ابھی ناواقف وحشت ہوں غربت کا ستایا ہوں بگولو اٹھ کے بتلا دو ذرا راہیں بیاباں کی

پھولوں پہ ہے اداسی یا بے کسی قفس میں جب آتی ہیں چمن میں رو دیتی ہیں گھٹائیں

شمع سر محفل نے تعلیم یہ دی مجھ کو جو چاہے کہے دنیا خاموش سنا کرنا
پھولوں کو تبسم ہے شبنم کو نصیب آنسو تقدیر کی حکمت ہے بیکار گلا کرنا

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ باشندگان لکھنؤ میں یوں شمار ہوں | برباد ہوں تباہ ہوں بے اختیار ہوں
مجھ کو نہ شوق شمع نہ حاجت گلاب کی | میں تو دل فسردہ کا اجڑا مزار ہوں

برقؔ صاحب نے اپنی زندگی میں مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں مگر سوائے دو کے کوئی طبع نہ ہوسکی، برقؔ صاحب کی تصنیفات میں حسب ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) تاثرات، (۲) روزمرہ، (۳) گردش روزگار، (۴) حل مشکلات الحدیث، (۵) مجموعہ حدیث (غیر مرتب)، (۶) دعائے مضطر، (۷) علم غیب، (۸) نوادر (۹) شب فرقت۔

آخر عمر میں لکھنؤ میں ہومیو پیتھک مطب کرنے لگے تھے، اسی دوران میں شاہ مراکش کی دعوت پر مراکش گئے اور چند دن قیام کیا اس کے بعد اپنے وطن رائے بریلی میں گوشہ نشین ہوگئے اور علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

۲۶/مئی ۱۹۷۰ء کو لکھنؤ علاج کی خاطر آئے اور ۲/جون ۱۹۷۰ء کو ۶/بجے صبح مولانا محمد الحسنی کے مکان پر انتقال کیا، نعش دائرہ شاہ علم اللہ لائی گئی اور تین بجے سہ پہر کو حضرت شاہ ضیاء النبی کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔

حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنیؒ

حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنی ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مطابق ۳۰/نومبر ۱۹۰۴ء کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا نام حافظ سید عبیداللہ تھا جو خانوادہ علم اللّٰہی کے مشہور شیخ طریقت بزرگ حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کے صاحبزادہ تھے جنہوں نے لکھنؤ میں متوسطات تک تعلیم حاصل کی تھی عربی کا بڑا ذوق رکھتے تھے، ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا، حافظ صاحب نے اولاً اپنے والد ماجد کے آغوش تربیت

میں تعلیم وتربیت حاصل کی، اس کے بعد اپنے خاندان کے ایک بزرگ مولانا سید عزیز الرحمٰن حسنی سے (جو خاندان کے تمام لڑکوں کے استاد تھے اور جن سے خاندان کے تقریباً سب لوگوں نے پڑھا) اردو وفارسی کی تعلیم حاصل کی، پھر لکھنؤ میں انگریزی تعلیم حاصل کی، اسی اثناء تحریک ترک موالات کا زور ہوا تو حافظ صاحب میں وطن کی آزادی کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے اس کی خاطر انگریزی تعلیم چھوڑ دی اور اس تحریک میں شریک ہو کر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی آواز پر لبیک کہا اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلہ لیا اور بی، اے تک وہاں تعلیم حاصل کی یہ دور وہ تھا جب کہ علی برادران نے خلافت کی تحریک چلائی اور پورے ہندوستان میں اس کا غلغلہ بلند ہوا، علی برادران کی والدہ بی اماں کے دورے ہونے لگے اس دورے میں انہوں نے رائے بریلی کا بھی دورہ کیا ان کو خبر ہوئی کہ مولانا سید عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلماء کا انتقال ہوگیا تو وہ تعزیت کی خاطر دائرہ شاہ علم اللہ پہونچیں اور مولانا مرحوم کی اہلیہ محترمہ مخدومہ خیر النساء بہتر والدہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی خدمت میں آئیں، بی اماں اس وقت انتہائی بوڑھی اور ضعیف تھیں خاندان کے نوجوان کرسی پر ان کو بٹھائے لیے پھر رہے تھے پیچھے ایک جم غفیر تھا ہر طرف آواز بلند ہو رہی تھی ۔

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

اس ماحول میں حافظ صاحب کی نوجوانی گذری ان کے دل ودماغ میں آزادیٔ وطن، تحریک خلافت اور دین وملت کا درد وجوش پیوست ہوتا رہا اس کے علاوہ حافظ صاحب کے بڑے بھائی مولانا سید ابوالخیر برقؔ جو عربی وارد وادب میں سند کا درجہ رکھتے تھے اور شعر وسخن سے گہرا ذوق رکھتے تھے، مشہور اساتذۂ فن شعر وشاعری کی صحبتوں میں بیٹھتے تھے اور لکھنؤ کے مشہور اساتذہ ثاقبؔ لکھنوی، صفیؔ لکھنوی کے صحبت یافتہ تھے ان کی وجہ سے حافظ صاحب میں بھی شعر وسخن کا ذوق پیدا ہوگیا، اور وہ

www.abulhasanalinadwi.org

مشاعروں میں شرکت کرنے لگے بعض دفعہ اپنا کلام بھی سنایا اور یہ ذوق اتنا بڑھا کہ دائرہ شاہ علم اللہ میں جو ایک دینی مرکز تھا شعروشاعری کی مجلسیں جمنے لگیں اور ایک مرتبہ جگر مراد آبادی کو (جو اس زمانہ میں شباب وشراب کے رنگین دور سے گذر رہے تھے اور ہر طرف ان کی جادو بھری آواز اور ان کے تغزل کا چرچا تھا) لے آئے اور جگہ جگہ مشاعرے ہوئے، ان صحبتوں نے حافظ صاحب میں شعروسخن کا اچھا خاصا ذوق پیدا کردیا اور مشہور شعراء کے منتخب اشعار ان کے نوک زبان ہوگئے وہ شعری مجموعوں کا سہارا کم لیتے اور فرمائش پر زبانی اشعار سنانے لگتے۔

دوسری طرف دینی اور علمی رنگ کا یہ حال تھا کہ طالب علمی کے دور میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کردیا اور صرف چھ ماہ میں پورا قرآن شریف یاد کرلیا پھر مسلسل ہر رمضان المبارک میں محراب سنانے لگے حفظ کرنے میں اس سے بڑی مدد ملی کہ خاندان میں اس وقت بکثرت حافظ تھے، ان کے والد، ان کی والدہ، ان کے ماموں اور پھوپھی سب حافظ تھے وہ گھر آتے تو ہر جگہ قرآن شریف کا چرچا دیکھتے جس سے ان کے اندر شوق پیدا ہوتا یہ شوق وذوق اتنا بڑھا کہ بغیر بتائے قرآن مجید حفظ کرلیا، فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں میں تعلیمی سلسلہ میں ملازم رہے، سب سے پہلے راجستھان گئے، پھر مشرقی بنگال میں رہے، اس کے بعد کلکتہ میں ملازمت کی پھر وطن آئے اور دینی تعلیم دینے کے لئے اٹاوہ، کانپور وغیرہ میں کئی سال گذارے اور سینکڑوں طلبہ کو تعلیم دی اور انگریزی زبان میں تعلیم دینے کا بھی بڑا شوق پایا تھا، طلبہ کو اپنے پاس بلاتے ان کو امتحانات کی تیاری کراتے آخر عمر میں خانہ نشین ہوگئے تھے، حافظ صاحب کو اپنی جوانی میں کھیل کا بھی شوق تھا، وہ کسرت کرتے، پہلوانوں سے ملتے ان سے داؤں پیچ پوچھتے خاندان کے لڑکوں کو والی بال، فٹ بال کا کھیل کھلاتے، پھر دھیرے دھیرے دین کا رنگ بہت چڑھ گیا تھا ہر وقت دینی کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کرتے رہتے جب بھی کوئی ان سے ملنے جاتا ان کو پڑھنے میں مصروف پاتا، انگریزی، اردو رسالے اور کتابیں

www.abulhasanalinadwi.org

سب ہی پڑھتے تھے، صحت ہمیشہ کمزور تھی، رفتہ رفتہ کمزوری اتنی بڑھی کہ صاحب فراش ہوگئے چلنا پھرنا دشوار تھا مگر نماز مسجد میں پڑھتے رہے اور شام کو اپنے پھوپھی زاد بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مجلس میں آکر ضرور بیٹھتے اور کتاب سنتے، روز نماز ظہر کے بعد حافظ صاحب مولاناؒ کے پانچ یا چھ پارے سنتے اور خود بھی دس دس پارے پڑھتے کمزوری اس تلاوت میں مانع نہ ہوتی، ہر وقت مطالعہ رہتا یا قرآن شریف کی تلاوت، رمضان المبارک میں ایک ایک قرآن مجید ختم کرلیتے جب ضعف بہت بڑھا تو روز چند پارے پڑھنا معمول بنالیا تھا اور یہ معمول آخری دن تک جاری رہا، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کا تعلق تھا اس کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے گہری محبت اور وابستگی رکھتے تھے، ان کی مجلسوں میں بیٹھتے، ان کی کتابوں کا مطالعہ رکھتے تھے، تواضع، انکساری، سخاوت وفیاضی بہت تھی، حافظ صاحب نے تقریباً ۵/سال ضعف وناتوانی اور کھانسی کی تکلیف میں گذارے، مہینوں صاحب فراش رہے، آخر میں یہ بیماری اتنی بڑھ گئی کہ ذرا بھی حرکت کرنا مشکل ہوگیا تھا، آخر کار ۳/جون ۱۹۷۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، ستر سال کی عمر پائی دائرہ شاہ علم اللہ میں اپنے آباء واجداد کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے، اپنے پیچھے سوائے تھوڑی سی جائداد کے اور چند علمی وتنقیدی مضامین کے کوئی یادگار نہیں چھوڑی، حافظ صاحب کی شادی اپنے چچا سید احمد سعید کی بیٹی سیدہ سراج النساء سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادی تھیں جوان کی حیات ہی میں ۱۹۷۲ء کو انتقال کر گئی تھیں اور اپنی یادگار میں ایک لڑکا ضیاء النبی کو چھوڑا جو حافظ صاحب کا نواسہ ہے، اللہ تعالیٰ اس بچہ کو اپنے جد امجد حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کے نقش قدم پر چلائے اور اس کو اسم بامسمّٰی بنائے کہ ان ہی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیدہ امۃ اللہ تسنیم (عائشہ بیؒ)

خانوادۂ حضرت شاہ علم اللہؒ و مولانا سید ہدایت اللہؒ کی سرمایۂ افتخار خاتون مشہور شیخ طریقت حضرت شاہ ضیاء النبیؒ کی نواسی اور مشہور مؤرخ، شاعر اور صاحب نسبت بزرگ مولانا سید فخر الدین خیالیؒ کی پوتی اور مولانا حکیم سید عبدالحیؒ کی دختر نیک اختر تھیں، حدیث کے بلند پایہ عالم اور قادر الکلام شاعر مولانا سید ابوالخیر برقؔ (نبیرۂ حضرت شاہ ضیاء النبی حسنیؒ) سے نکاح ہوا تھا، والدہ صاحبہ مخدومہ خیر النساء بہترؔ صاحبہ (بنت حضرت شاہ ضیاء النبیؒ) اپنے وقت کی نہایت برگزیدہ خاتون تھیں۔ ۱۲ر جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ (۱۸ر جون ۱۹۰۸ء) کو پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ اور عم محترم مولانا سید عزیز الرحمٰن حسنیؒ سے حاصل کی عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوا اس میں انہوں نے اپنے بھائی مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ اور پھوپھا مولانا سید طلحہ حسنی ٹونکیؒ سے خاص طور پر بڑی مدد لی اس میں ان کو مزید تقویت مولانا سید ابوالخیر حسنی سے ملی جن سے ان کا عقد ہوا تھا جو بیک وقت اردو زبان وادب کے بڑے ادیب اور حدیث شریف کے بڑے عالم تھے۔

خالص علمی دینی وادبی اور روحانی ماحول میں تربیت پانے والی (۱) سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تربیت کا خاص ہنر عطا فرمایا تھا، شعر و سخن کا اچھا ذوق اور زبان وادب کی اعلیٰ لیاقت و صلاحیت عطا کی تھی، آپ نے حمد و نعت اور مناجات سے متعلق بڑے دلسوز اشعار کہے، جن کے مجموعے باب کرم، اور موج تسنیم کے نام سے

---

(۱) اس ماحول و فضا کو جس میں سیدہ امۃ اللہ تسنیم نے تربیت پائی تھی سمجھنے کے لئے کاروان زندگی حصہ اول، حیات عبدالحی اور ذکر خیر از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا مطالعہ مفید ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہوئے، اپنے برادر معظم مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ کے ایماء پر حدیث کے مقبول ترین مجموعہ "ریاض الصالحین" کا اردو میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور ہر حدیث کو ترجمہ کر کے اور اس کا عنوان لکھ کر اس کی شرح وتفہیم کا کام بھی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا، اور آپ کا یہ سلیس اور عام فہم ترجمہ جوزادسفر کے نام سے طبع ہوا ایک معیاری اور مستند ترجمہ قرار پایا جس پر علامہ سید سلیمان ندویؒ نے گرانقدر مقدمہ تحریر فرمایا، یہی وجہ تھی کہ یہ ترجمہ جدہ ریڈیو اسٹیشن سے مسلسل نشر کیا گیا، بچوں کی دینی واخلاقی تربیت اور ذہن سازی کے لئے اردو میں قصص الانبیاء پانچ حصوں میں مرتب کی جس کا آخری حصہ ہمارے حضور ﷺ کے نام سے آپؐ کی سیرت طیبہ کے لئے خاص ہے، اس کے علاوہ مسلسل ماہنامہ رضوان میں الگ الگ موضوعات پر آپ کے عام فہم مضامین شائع ہوتے رہے، وہ اس کی معاون مدیرہ تھیں، خوف خدا، تصور آخرت، معاشرتی زندگی، عائلی مسائل پر آپ کے مضامین بڑے مؤثر اور دلنشین ہوتے تھے۔

رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہؒ میں رہ کر بچیوں کی تعلیم وتربیت اور خواتین کی دینی وفکری رہنمائی کا کام تاحیات انجام دیا، قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھایا، حدیث نبوی شریف کا درس دیا، پوری زندگی ہر ہفتہ خواتین کا اجتماع کرتی رہیں جس میں قریب کے دیہاتوں اور شہر رائے بریلی سے اچھی تعداد میں خواتین شرکت کرتی تھیں، اور پھر اپنی ذاتی زندگی میں یومیہ قرآن مجید کے دس پارے تلاوت کرنا، دعاؤں کا خاص اہتمام، فرائض کے ساتھ نوافل کی فکر اور ساتھ میں چھوٹی موٹی تجارت بھی کرتی تھیں، فریضۂ حج کی ادائیگی ۱۹۴۷ء میں والدہ صاحبہ، چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور بھانجہ مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کے ساتھ کی، اس مبارک سفر میں انہوں نے تبلیغی تعلیمی ودعوتی مساعی جاری رکھیں، اور دعا ومناجات کا انہیں جو خاص ذوق عطا ہوا تھا اس میں یہاں آکر مزید اضافہ پیدا ہوا، عرفات میں ان کے حال کی تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

www.abulhasanalinadwi.org

"حج میں خاص طور سے میدان عرفات میں بڑی مشغولیت اور دعا و مناجات میں وقت گذرا، ان کا حال عرفات کی دعائے ماثور کے الفاظ کی تصویر تھا:"

انا البائس الفقیر المستغیث   میں دکھیارا محتاج فریادی پناہ چاہنے والا،

المستجیر الوجل المشفق.   لرزاں و ترساں.

ان کے تعلق مع اللہ، اور درد دل کی عکاسی کے لئے ان ہی کے دو شعر پیش کیے جاتے ہیں ۔

بندہ نواز! میری منت کی لاج رکھ لے
میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

دوسرا شعر ہے ۔

کب سے لیے کھڑی ہوں میں کاسۂ گدائی
اب تک ملا نہ مجھ کو اور شام ہونے آئی

اوصاف و کمالات اور اخلاق

اللہ تعالیٰ نے انھیں عالی حوصلگی، درد دل، ذوق عبادت، شیریں زبانی اور مردم سازی کا جو ملکہ و خاصہ عطا فرمایا تھا وہ اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، وہ ایک مثالی اور چند گنی چنی خواتین میں سے ایک تھیں، ۱۹۴۳ء میں جب حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی تشریف لائے تو انہوں نے مولانا سے بیعت کی اور مولانا کی وفات کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تجدید بیعت کی، دینی بصیرت اور سمجھ اور تعلق مع اللہ میں آپ امتیاز رکھتی تھیں، رجب، شعبان ۱۳۹۵ھ ستمبر واکتوبر ۱۹۷۵ء سے بیمار رہنا شروع ہوئیں اور ۲۶ رجنوری ۱۹۷۶ء کو لکھنؤ میں انتقال فرما گئیں اور آبائی وطن رائے بریلی میں روضۂ حضرت شاہ علم اللہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں مدفون ہوئیں، ان کی باقیات الصالحات میں کتابوں، مضامین کے علاوہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایک پورا تربیت یافتہ حلقہ ہے جن میں خصوصیت کے ساتھ سیدہ حبیبہ بنت سراج النبیؒ، سیدہ فاطمہ اہلیہ قاری سید رشید الحسن صاحب (کراچی)، سیدہ امامہ بنت مولانا محمد ثانی حسنیؒ اور سیدہ میمونہ بنت مولانا سید محمد رابع حسنی قابل ذکر ہیں، ماہنامہ رضوان میں ان کی جگہ مجلس ادارت میں ان کی ہی دو تربیت یافتہ پوتیاں (۱) ان کے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تجویز پر شامل کی گئیں، ان کے متعلق مولانا سید محمد ثانی حسنی رسالہ "رضوان" میں تحریر فرماتے ہیں "کہ ان دونوں نے محترمہ سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، اور ان دونوں پر مرحومہ کی بڑی نظر عنایت رہی، اور ان کو اپنی بیٹیوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر رکھا، اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، ان کی کوئی اولاد نہ تھی یہی ان کی اولاد اور مرکز توجہ رہی ہیں۔ (۲)

مولانا سید محمد الحسنیؒ

مولانا سید محمد الحسنیؒ ۷ا رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے وہ مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ کے فرزند اور اپنی پانچ بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے (۳)، آپ کی پیدائش سے پورے خاندان میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی، بسم اللہ کی تقریب کی صورت یہ پیدا ہوئی کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بغرض علاج لکھنؤ تشریف آوری ہوئی تو وہ ایک روز خود اپنے تقاضہ سے ڈاکٹر صاحب کے گھر واقع گوئن روڈ امین آباد تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب نے موقع غنیمت جان کر اپنے صاحبزادہ کو حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پیش کیا، اور تسمیہ خوانی کے لیے

---

(۱) یعنی سیدہ امامہ حسنی اور میمونہ حسنی۔ جو ان کی بڑی بہن سیدہ امۃ العزیز کی پوتیاں ہیں۔

(۲) تحریر کردہ مولوی سید محمود حسن حسنی ندوی نواسۂ مؤلف کتاب۔

(۳) مگر سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا، وہ اپنی بڑی بہن سیدہ حمیرا حسنی سے پندرہ سال چھوٹے تھے جن کا ان کی وفات کے ۱۵ سال بعد ۱۹۹۴ء میں انتقال ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

درخواست کی چنانچہ حضرت تھانویؒ نے مولانا سید محمد الحسنیؒ کی بسم اللہ کرائی۔

خاندانی دستور کے مطابق قرآن شریف کی تعلیم پوری کرنے کے بعد اردو فارسی کی تعلیم میں لگے، مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب نے ان کی تعلیم میں مجتہدانہ طریقہ اختیار کرتے ہوئے صرف ونحو کے بغیر عربی تعلیم دینی شروع کی اور قرآن مجید سے تعلق اور شغف کو بڑھاتے ہوئے اس کے ذریعہ سے عربی کی اس درجہ لیاقت پیدا کرادی کہ وہ ۹ رسال کی عمر میں ہی آیات قرآنی کو سمجھنے لگ گئے، ۱۳-۱۴ رسال کی عمر سے وہ عربی میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے ۱۵ رسال کی عمر تھی کہ صورت وحقیقت کے موضوع پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک تبلیغی اجتماع میں بڑی موثر اور بلیغ وفصیح تقریر کی جسے انہوں نے ''بین الصورۃ والحقیقۃ'' کے عنوان سے عربی میں مؤثر اور طاقتور اسلوب میں پیش کر دیا جو رسالہ کی شکل میں شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہوئی اور آج بھی اس کی تازگی باقی ہے اور وہ اپنے افکار وخیالات کے ساتھ اپنے عم مخدوم ومعظم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مضامین کو اگر وہ اردو میں ہوتے تو عربی میں اور عربی میں ہوتے تو اردو میں منتقل کرنے کا کام ان کے ہی اسلوب تحریر وبیان میں کرنے لگے، اردو میں کاروان مدینہ، ارکان اربعہ، نبی رحمت، جب ایمان کی بہار آئی، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جب کہ عربی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی کتاب فضائل نماز کا بھی ترجمہ کیا جو ''الصلاۃ ومکانتہا فی الاسلام'' کے نام سے طبع ہوئی، ان کی وفات کے بعد دوسرے مشائخ وقت کی خدمت میں بھی حاضری دیتے اور ان کی توجہات حاصل کرتے، حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ سے اصلاحی وتربیتی تعلق قائم کیا، اور بیعت ہوئے، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی سے تعلق رکھا، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی کا مجموعۂ کلام ''عرفان محبت'' کے نام سے عناوین قائم کر کے شائع کرایا۔

۲۰ رسال کی عمر (۱۹۵۵ء) میں عربی رسالہ ''البعث الاسلامی'' کا اجراء کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

عرب قومیت جو نبوت محمدی کے خلاف کھلی بغاوت تھی اور جو عرب عیسائیوں اور ملحدوں کی پیدا کردہ تحریک تھی کے خلاف پوری قوت سے جدوجہد کی، اسی طرح عالم اسلام اور مسلمانوں پر مغرب کی جانب سے ہونے والی فکری یلغار اور ذہنی، ثقافتی، تہذیبی ارتداد کے خلاف قلمی جہاد کیا اور اسلامی وحدت واخوت اور نئے سرے سے ایمان واسلام پر اعتماد پیدا کرنے کی پرزور دعوت دی اور یہ نعرہ دیا "شعارنا التوحید إلی الاسلام من جدید۔"(۱)

۱۹۶۳ء میں ندوۃ العلماء کا ترجمان پندرہ روزہ تعمیر حیات نکالا جو آج صرف ایک رسالہ ہی نہیں ایک تحریک ہے۔

۱۹۶۲ء-۶۳ء کی ہی بات ہے کہ بانی ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیری کی سوانح حیات قلمبند کی، آپ کی ایک اور کتاب بڑی مقبول ہوئی وہ ہے "تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ" جس میں حضرت شاہ علم اللہؒ اور ان کی اولاد اور اخلاف کے حالات اور تکیہ کی بستی کا مختصر حال بھی آ گیا ہے، آپ کی وفات کے بعد چند اور کتابیں آپ کی منظر عام پر آ چکی ہیں، جن کے نام ہیں ۱۔ مع الحقیقة، ۲۔ أضواء علی الطریق (عربی میں)، ۳۔ قرآن آپ سے مخاطب ہے، ۴۔ جادۂ فکر و عمل (اردو میں) جب کہ اس سے پہلے عربی میں "الاسلام الممتحن"، الاسلام بین لا ونعم، المنهج الاسلامی السلیم" اور اردو میں ایک نومسلم یہودی فاضل محمد اسد صاحب کی کتاب Road to Makkah کا ترجمہ "طوفان سے ساحل تک" اور ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ تعلیمی اجلاس روداد "روداد چمن" منظر عام پر آ چکی تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد تعمیر حیات لکھنؤ نے آپ کے متعلق خصوصی شمارہ شائع کیا جو بڑا وقیع اور معلومات افزا ہے، ماہنامہ رضوان لکھنؤ نے آپ کے مضامین کا انتخاب شائع کیا، جب کہ مؤلف کتاب (مولانا محمد ثانی حسنیؒ) نے

---

(۱) آج بھی یہ رسالہ ان کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے، اور وہ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن ندوی اعظمی کی ادارت اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی معاونت میں نکل رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کے تذکرہ پر ایک مستقل تصنیف کی۔ جو ابھی قلمی ہے۔

آپ کو سفروں سے بالکل مناسبت نہ تھی، تقریر کے عادی نہ تھے، پاکستان میں منعقدہ ۱۹۷۸ء کی بڑی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اس کے بعد پھر کوئی اور سفر نہیں کیا، حج اور عمروں کی سعادت سے مشرف ہوئے، نہایت نیک طینت شخص تھے، دل آزاری ان کے نزدیک سب سے بڑا گناہ تھا، ہر ایک کی خیر خواہی خاص وصف تھا، ورع واحتیاط اور زہد سے آپ کی زندگی عبارت تھی، داعیانہ کردار عالمانہ وقار کے ساتھ زندگی گذاری اور مختصر سی بیماری کے بعد جو صرف چند گھنٹوں کی تھی ۱۴ر جون ۱۹۷۹ء، رجب المرجب ۱۳۹۹ھ کو لکھنؤ میں وفات پائی اور اگلے روز آبائی وطن رائے بریلی میں روضہ حضرت سید شاہ علم اللہ میں اپنے عظیم المرتبت والد مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، عم معظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سفر میں ہونے کی وجہ سے تدفین کے بعد پہونچے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ان کے انتقال پر اپنا تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

"۱۴ر جون ۱۹۷۹ء کو وہ عظیم حادثہ پیش آیا جس نے دل و دماغ واعصاب اور ایک چھوٹے سے گھرانہ کی محدود زندگی ہی کو نہیں، میری تمام فکری علمی اور دعوتی زندگی، کام کے منصوبوں اور مستقبل کے خوابوں کو زیروزبر کر کے رکھ دیا، یہ میرے صحیح معنی میں چشم و چراغ محمد الحسنی عرف محمد میاں کی وفات کا حادثہ تھا، میرے ان کے درمیان فکر وذوق، مزاج وطبیعت خیالات وافکار، شان تحریر وخط، اسلوب تحریر میں اتنی مماثلت ومشابہت تھی جس کا زیادہ سے زیادہ دو ہستیوں میں سے کم سے کم میں نے مشاہدہ کیا۔" (۱)

آپ کا نکاح سیدہ زکیہ بنت سید حسن مثنیٰ سے ہوا، مولانا کی وفات کے

---

(۱) کاروان زندگی ۲/۱۷۱۔

www.abulhasanalinadwi.org

چودہ برس کے بعد ان کی وفات ۱۷ ر شوال ۱۴۱۳ھ کو ہوئی اپنی یادگار میں تین بیٹے چھوڑے، مولانا سید عبداللہ حسنی، مولوی سید عمار عبدالعلی حسنی، مولوی سید بلال عبدالحی حسنی ندوی۔ (۱)

سید محمد احمد بن امین الدینؒ (بیرسٹر صاحب)

مولوی سید رشید الدین کے پوتے اور مولانا شاہ ضیاء النبی حسنیؒ کے نواسہ سید محمد احمد بیرسٹر ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، اس کے بعد انگریزی پڑھی اور وکالت کی تعلیم حاصل کی، پھر لندن گئے اور بیرسٹر ہوئے، اور فلسفہ میں ایڈنبرا یونیورسٹی سے ایم اے کیا، پانچ سال یورپ میں قیام کیا واپسی پر وکالت شروع کی اس سلسلہ میں ایک عرصہ لکھنؤ میں رہے، اس کے بعد کانپور، رائے بریلی میں بھی پریکٹس کی، طبیعتاً بڑے سادہ، ملنسار اور خوش خلق تھے، دینی ذوق، تحمل اور بردباری کا حصہ وافر پایا تھا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ہمارے دونوں بھائی (ایک خالہ زاد دوسرے ماموں زاد) سید محمد احمد صاحب بیرسٹر اور سید سراج النبی حسنی انگلستان اور امریکہ سے اپنے عقائد کو محفوظ اور اپنے دین کو صحیح سلامت لے کر واپس آئے تھے، نماز اور تلاوت قرآن کے پابند بزرگوں کا ادب، اور دین کا احترام کرنے والے تھے، معلوم ہوا کہ یہ دونوں مولانا عبد الماجد دریابادی کی زبان میں "یاجوجی" ملکوں اور شہروں میں بھی نماز اور روزے کے پابند رہے، اور اپنے عقیدہ پر قائم واستوار۔" (کاروان زندگی حصہ اول/ ۸۵)

---

(۱) تحریر کردہ مولوی سید محمود حسن حسنی نواسۂ مؤلف کتاب۔

www.abulhasanalinadwi.org

بیرسٹر صاحب کا یہ علمی سفر ۱۹۱۵ء سے قبل کا ہے، تقسیم ہند کے بعد وہ کچھ عرصہ یہاں رہ کر اپنے مختصر سے خاندان کے ساتھ جن میں ان کی اہلیہ اور صاحبزادگان تھے کراچی (پاکستان) ہجرت کر گئے، اور وہاں بھی کچھ روز وکالت کی، آخر میں خلوت گزینی اختیار کر لی، کراچی میں ہی انہوں نے وفات پائی پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔[1]

سید احمد الحسنی ٹونکیؒ

مصلح کبیر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، دو صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے ایک کا عقد جن کا نام بی بی سارہ تھا آپ کے حقیقی بھتیجہ سید محمد اسماعیل فرزند برادر حقیقی مولانا سید محمد اسحاق سے ہوا، ان کے ایک فرزند ہوئے ان کا نام بھی سید اسحاق تھا، ان کے بیٹے سید محمد اسماعیل تھے جن کی والدہ مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی کی حقیقی چچا زاد بہن تھیں، اس طرح وہ مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے تھے، ان کے تین بیٹے، سید احمد الحسنی، سید اسحاق حسنی، سید ابراہیم حسنی تھے، سید احمد الحسنی کی ولادت محلہ قافلہ[2] ٹونک میں ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء

---

(۱) صاحبزادگان میں بڑے صاحبزادہ سید سعد الدین احمد ۱۵-۱۶ سال کی عمر میں ہیضہ کے مرض میں ۱۹۳۸ء کو انتقال کر گئے تھے، دوسرے صاحبزادہ سید سعید الدین کراچی پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہ کر ریٹائر ہوئے حبیب بینک کے نائب صدر بھی رہے، خوش طبع اور با اخلاق شخص ہیں، تیسرے صاحبزادہ سید محمد سعد بھی کراچی میں اہم عہدوں پر فائز رہے، چوتھے صاحبزادہ سید ابرار احمد امریکہ میں رہے، پانچویں سید محمد ظاہر ہیں، طاہرہ، فاطمہ، طیبہ صاحبزادیاں ہیں، سید سعید احمد کے سید محمد ناصر، سید محمد آصف، سید شہاب اور تین بیٹیاں، محمد سعد کے شعیب اور حسن اور ایک بیٹی، محمد ظاہر کے محمد عمران اور ایک بیٹی، سید ابرار احمد کے سید معین الدین احمد اور دو بیٹیاں ہیں۔

(۲) حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین کے بچے کچھے افراد اور ان کے متوسلین وافراد خاندان بالاکوٹ کی شہادت گاہ اور کچھ سندھ کی اقامت گاہ سے ٹونک منتقل ہوئے تھے انہوں نے جس محلہ میں سکونت اختیار کی تھی وہ ''قافلہ'' کہلایا، ان حضرات خصوصاً حضرت سید احمد شہیدؒ کے افراد خاندان کے انتقال مکانی کے اس عمل میں نواب وزیر الدولہ مرحوم والی ریاست ٹونک کے اصرار کو جو خوشامد کی حد تک تھا بڑا دخل رہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہوئی، کسی نے اس مصرعہ سے تاریخ نکالی ع

جمعہ کو انتیسویں ذی الحجہ کی شب کو ایک دم

سید احمد، فخر عالم، نجم دیں، پیدا ہوا

سید احمد الحسنی مرحوم کی تعلیم وتربیت لکھنؤ میں ہوئی، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کی نگرانی وسرپرستی ملی، شیخ خلیل عرب یمانی (استاد لکھنؤ یونیورسٹی) سے عربی زبان وادب میں استفادہ کا موقع ملا، جس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا، نامور عرب فاضل شیخ تقی الدین ہلالی مراکشی جو ندوۃ العلماء میں صدر شعبۂ عربی کے عہدہ پر فائز تھے سے گراں بہا فائدہ اٹھایا، صرف ونحو کی تعلیم نے فاضل ماموں مولانا سید محمد طلحہ سے حاصل ہو چکی تھی[(۱)] مگر عربی زبان پر قدرت وروانی ہلالی صاحب کے زیر سایہ ہوئی، اور اس سلسلہ میں انہوں نے وہ طلاقت لسانی پیدا کرلی جو برصغیر ہندو پاک میں چند ہی کو حاصل ہوئی، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء نے عربی زبان کی تدریس کے لئے ان کی خدمات حاصل کیں، اس کے بعد وہ مزید تعلیم حاصل کرنے لاہور گئے وہاں بھی ان کا جادو چلا اور ایک موقع پر برسر عام وقت کے نامور ادیب وخطیب اور قائد مولانا ظفر علی خاں مدیر ''زمیندار'' نے ان کی طاقت لسانی اور قدرت بیانی کی داد دی۔

۳۱-۱۹۳۲ء میں جب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے تفسیر قرآن کا درس لے رہے تھے تو سید احمد الحسنیؒ بھی شریک درس تھے، اس کے بعد وہ دوبارہ لکھنؤ آئے اور دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا، بعض مصالح کی بنا پر انہیں ٹونک جانا پڑا، وہاں سے دوبارہ لاہور گئے اور وہاں رہ کر انگریزی زبان میں وہ لیاقت پیدا کرلی کہ شملہ ریڈیو اسٹیشن پر ان کا تقرر ہوا، جہاں وہ عربی تقریروں اور ممالک عربیہ کے ریڈیو اسٹیشن کے ضروری اقتباسات انگریزی میں پیش کرتے یہ دیکھ کر کچھ انگریزوں نے ان سے عربی پڑھنا شروع کی، اسی

(۱) مولانا سید محمد طلحہ ٹونکی کی ہمشیرہ سیدہ اسماء آپ کی والدہ تھیں جن کا انتقال ۱۹۶۸ء میں پاکستان میں ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ میں ۱۹۴۳ء میں ان کا دہلی آنا ہوا تو وہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی شفقت وعنایت حاصل کی، اور وہیں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے ملاقات کی اور ان کی دعائیں لیں، ان حضرات نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی نسبت کی وجہ سے احترام واکرام کا معاملہ بھی کیا۔

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے، کراچی میں ان کا علامہ عبدالعزیز میمنی سے رابطہ رہا، اسی زمانہ میں انہوں نے انگریزی تعلیم کی تکمیل کی، اور عربی میں ایم اے کیا، اس کے بعد انہیں پاکستانی وزارت خارجہ، قاہرہ میں پاکستانی سفارت خانہ، جدہ کے پاکستانی سفارت خانہ میں خدمات انجام دینے کا موقع ملا، ۱۹۵۷ء میں انہیں پاکستانی سفیر کے ہمراہ ان کے ترجمان کی حیثیت سے شاہ فیصل شہید سے ملنے کا موقع ملا، اس کے بعد پھر انہیں طائف وجدہ میں کئی بار ملاقات وگفتگو کے مواقع ملے، اپریل ۱۹۶۶ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کے ترجمان کی حیثیت سے شاہ شہید سے ان کے دورۂ پاکستان کے موقع پر پھر ملاقات کا موقع ملا، اور متعدد پروگراموں میں وہی ترجمانی کرتے رہے، بڑے جلسوں میں شاہ شہید کی اردو میں ترجمانی کرتے، شاہ شہید نے ان کی لیاقت وصلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی خدمت میں ہدیہ بھی پیش کیا(۱)۔

سید احمد الحسنی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا، اپنے استادوں اور بڑوں کے فرمانبردار تھے، دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے، خاندان کے ان کے ہمعمروں اور ساتھیوں میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید ابوبکر حسنیؒ، اور سید محمد مسلم حسنی (اطال اللہ بقاءہ) ہیں، مرحوم سید احمد الحسنی کے دونوں بھائی سید اسحاق اور سید ابراہیم اچھی حیثیت ومقام کے ساتھ پاکستان میں رہے اور وہیں انتقال کیا، ان تینوں بھائیوں اور

(۱) تلخیص از مضمون مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی دونوں بہنوں سیدہ فاطمہ اور سیدہ زہراء کی اولاد بھی پاکستان میں ہی مقیم ہے۔
۱۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو لاہور میں وفات پائی، رحمہ اللہ تعالی وغفر لہ۔ (۱)

ڈاکٹر سید حسن مثنی حسنیؒ

حافظ سید عبداللہ کے منجھلے صاحبزادہ اور سید خلیل الدین حسنی کے نواسہ تھے، دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلی میں ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے، قرآن شریف کی تعلیم اپنی والدہ بتول بی بی جو کہ حافظ قرآن تھیں اور پھوپھی زاد بھائی حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنی سے حاصل کی، اپنے پھوپھا حافظ سید عبید اللہ ابن مولانا شاہ ضیاء النبیؒ کی دلآویز شخصیت سے بڑے متاثر تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی والدہ آپ کی والدہ کی حقیقی خالہ تھیں، مگر یہ ان سے دس ماہ بڑی تھیں اس لئے متقارب السن ہونے کی وجہ سے اور زیادہ تعلق تھا یہی وجہ تھی کہ ان کے اور ان کے چھوٹے بھائی سید محمد مسلم حسنی (اطال اللہ بقاءہ) کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے جن کے یہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے اخوت کے گہرے مراسم رہے (۲) علاج ومعالجہ میں ہومیو پیتھ طریقہ علاج میں مہارت پیدا کرلی تھی، آپ کے ذریعہ مریضوں کو بڑی شفا حاصل ہوتی مگر مطب برابر جاری نہ

---

(۱) تحریر کردہ سید محمود حسنی (۲) بڑے بھائی سید حسن مجتبیٰ صاحب سماعت ونطق کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے مگر نماز باجماعت کے بڑے پابند، خدمت گزار، ذکر وشغل اور آخرت کا خیال رکھنے والے تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ہم زلف تھے کھانا کھانے کا انہی کے ساتھ معمول تھا جس میں فرق نہیں آنے دیا، ۲۱ر شوال ۱۴۱۸ھ (۱۹ر فروری ۱۹۹۸ء) کو ۸۸ سال کی عمر میں اپنے بھائی سید حسن مثنیٰ کے انتقال سے ۲۳ر دن قبل تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں انتقال کیا اور حظیرۂ مولانا محمد صابر میں مغربی جانب مدفون ہوئے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کاروان زندگی جلد ہفتم ص ۱۸ میں رقمطراز ہیں: دونوں راقم کی خالہ زاد بہن اور والدہ مرحومہ کے حقیقی ماموں زاد بھائی سید محمد معین عرف عبداللہ میاں مرحوم کے صاحبزادے تھے، والد اور والدہ دونوں حافظ قرآن تھے، عمر میں دونوں چند سال بڑے ہونے کے باوجود اور ان کے برادر خورد سید محمد مسلم حسنی (اطال اللہ بقاءہ) بچپن کے ساتھی، کھیلوں، تفریحات، ورزش، پیراکی، شکار وغیرہ میں رفیق وشریک رہا کرتے تھے، جائے سکونت کے مختصر اور محدود ہونے اور قرابت قریبہ کی وجہ سے گویا ایک ہی گھر کے ساکن اور مکین تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رکھ سکے، البتہ گھر پر آنے والوں کا علاج کرتے تھے، طبیعت بڑی غیور پائی تھی، کسی کا احسان لینا ان کے لئے سب سے مشکل کام ہوتا تھا، نماز ذکر اور دعا کے اعمال پورے انہماک سے پورے کرتے دوبار کولہے کی ہڈی کا فریکچر ہوا مگر ایسی صحت پائی تھی کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے، دم واپسیں سے قبل کی نمازیں بھی کھڑے ہوکر ادا کیں، عشاء کا کھانا کھایا فرمانے لگے: ایسا لذیذ کھانا ابتک نہیں کھایا، اس کے بعد ہی غشی طاری ہوگئی، زبان ذاکر ہوگئی، اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا، ذکر کے ہمیشہ پابند رہے تھے اسی کیفیت کے ساتھ اپنے رب اعلیٰ سے جا ملے، اہلیہ، اور نواسہ مولانا بلال حسنی اس موقع پر موجود تھے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"ذاکر و شاغل، کم گو شخص تھے، نماز خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے، معذوری کے باوجود مسجد آکر اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے، جماعت کا پورا اہتمام کرتے، عشاء کی نماز پڑھ کر آئے تھے، کھانا کھایا، فالج کا اٹیک ہوا، اور رات کے آخری حصہ میں جان جان آفریں کے سپرد کردی مرحوم کا بیعت واسترشاد کا تعلق ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری سے تھا، وہ ان کے تعلیم کردہ اوراد وظائف کے آخیر وقت تک پابند رہے، انتقال کے وقت بھی ذکر اللہ سے رطب اللسان تھے، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸۶ سال کی تھی۔"(۱)

۱۵؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ (۱۴؍مارچ ۱۹۹۸ء) کو تکیہ شاہ علم اللہ میں اپنے مکان پر رحلت فرمائی، انتقال کے وقت اہلیہ (دختر مولانا عزیز الرحمٰن حسنی) ایک صاحبزادی اور متعدد نواسوں اور نواسیوں کو یادگار چھوڑا، بڑی صاحبزادی جو مولانا سید محمد الحسنی کو منسوب تھیں ۵؍سال قبل ماہ شوال ۱۴۱۳ھ مطابق اپریل ۱۹۹۳ء کو صرف تین دن کی علالت کے

---

(۱) کاروان زندگی ۸۱/۷

www.abulhasanalinadwi.org

بعد انتقال کر چکی تھیں، جس کا بڑا صدمہ اٹھایا مگر تسلیم رضا کا پیکر بنے رہے، اور معمولات زندگی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ [1]

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مولانا سید عبدالحیؒ کے عالی مرتبت چھوٹے فرزند جن کا نام نامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہے، وہ اپنے والد ماجد کی سب سے چھوٹی اولاد ہیں، جس طرح ڈاکٹر سید عبدالعلی مرحوم اپنے والد ماجد کی سب سے بڑی اولاد تھے، ان دونوں بھائیوں کی عمروں میں ۲۰-۲۱ سال کا فرق ہے، یعنی ڈاکٹر صاحب مرحوم دسمبر ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے، اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جنوری ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے عربی اور اسلامی سنہ کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی محرم ۱۳۳۲ھ میں پیدائش ہوئی۔ [1]

مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی پیدا ہوئے تو ان کے نانا حضرت شاہ ضیاء النبی (م ۱۹۰۶ء) اور دادا مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی (م ۱۹۰۸ء) انتقال فرما چکے تھے، ان دونوں بزرگوں کے انتقال سے ۷-۵ سال بعد مولانا کی پیدائش ہوئی والدین کا سایہ سر پر تھا، اور بڑے بھائی زیر تعلیم تھے، اور ان کی شادی ہو چکی تھی، والد ماجد عالم وفاضل شخصیت کے مالک تھے اور والدہ ماجدہ ایک بڑے شیخ کی بیٹی اور خود عالمہ فاضلہ اور خوش اوقات خاتون تھیں جو ایک طرف رابعہ صفت بی بی تھیں، تو دوسری طرف شعر وسخن سے واقف تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کا بڑا اہتمام کیا۔

---

(۱) بقلم نواسہ مؤلف سید محمود حسن حسنی۔

(۲) ایک تحقیق یہ ہے کہ مولانا کی پیدائش ۱۹۱۳ء میں ۵/دسمبر کو جمعہ کے دن موافق ۶/محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کو ہوئی، قرائن سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے۔ (محمود حسن)

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نے آنکھیں کھولیں تو ایسی خواتین کی گود میں اپنے کو پایا جو خدا سے ڈرنے والی اور پاکیزہ صفات تھیں صبح وشام کو خاندان کی وہ خواتین جو مولانا کی قریبی بزرگ عزیزہ تھیں جمع ہو جاتیں تو خاندان کے ایک بزرگ شاعر مولوی سید عبدالرزاق کلامی میاں کی مشہور منظوم کتاب "صمصام الاسلام" جو فتوح الشام کا ترجمہ ہے اور جس میں غزوات کا ذکر ہے بڑے درد و سوز سے پڑھتیں زبانوں پر وہ اشعار ہوتے اور آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتیں اور دل اسلام کی حقانیت اور جذب وشوق سے لبریز ہوتے عجیب پر لطف اور پر کیف سماں ہوتا شیر خوار بچے اپنی ماؤں کی گود میں لیٹے ہوتے اور کچھ بڑے بچے خاموشی سے بیٹھے وہ اشعار سنتے ہوتے ان کے معصوم دل ودماغ ان سے متاثر ہوتے، مولانا نے ہوش سنبھالا تو یہ ماحول تھا، جب علم کی منزل میں داخل ہوئے تو یہی حلقے دیکھے، والد ماجد کے ساتھ زیادہ تر لکھنؤ رہتے ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا عزیز الرحمٰن حسنیؒ سے حاصل کی ان کے ماموں زاد بھائیوں مولانا سید ابو الخیر حسنی اور حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنیؒ نے یہیں ان کو تعلیم دی، ذہانت وذکاوت اور علم سے تعلق اپنے بزرگوں سے ورثہ میں پایا تھا، اور بعض صلاحیتیں خداداد ملی تھیں، اس لئے بہت کم عمری میں علم وعمل کی راہوں کو طے کیا، ۱۹۲۳ء میں ۹ ربرس کی عمر تھی کہ والد ماجد کا اچانک انتقال ہو گیا، یہ حادثہ ان کے لئے اور سارے گھر کے لئے نہایت سخت تھا والد کے انتقال کے بعد اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مسکونہ مکان چھوڑ کر گھسیاری منڈی لکھنؤ کے بھوپال ہاؤس میں قیام کیا، اور دو سال تک وہاں رہ کر اپنی تعلیم جاری رکھی ۱۹۲۶ء میں محمد علی لین گوئن روڈ میں منتقل ہوئے قریب ہی مکان میں شیخ خلیل عربؒ مقیم تھے اس وقت شیخ خلیل عرب لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کے استاد تھے، یونیورسٹی جانے سے پہلے اور آنے کے بعد خانگی مدرسہ لگاتے تھے، ان سے پڑھنے والوں میں ہر طبقہ اور علم کے لوگ تھے، ڈاکٹر صاحب سے پرانے تعلقات تھے، اس لیے انہوں نے اپنے برادر خورد مولانا ابو الحسن علی صاحب کو ان کے سپرد کیا، مولانا ابو الحسن علی صاحب نے جن کی اس وقت بارہ سال کی عمر تھی، ان سے

www.abulhasanalinadwi.org

عربی کی بسم اللہ کی، اور تھوڑے ہی دن بعد عربی زبان کی پہلی کتاب ''الطالعۃ العربیۃ'' شروع کرادی، اس کے ختم کرنے کے بعد ''مدارج القراءۃ (بیروت)'' کا دوسرا حصہ اور'' الطریقۃ المبتکرۃ'' کے تین حصے درساً درساً اور دو حصے مطالعہ کے طور پر پڑھائے اس کے بعد انہوں نے ابن مقفع کی ''کلیلہ ودمنہ'' شروع کرادی اور صرف ونحو کی عملی مشق کے لئے شیخ ابوالحسن علی الضریر کی کتاب ''ضریری'' پڑھائی، کلیلہ ودمنہ کے بعد'' مجموعۃ من النظم والنثر للحفظ والتسمیع'' شروع کرادی اور روزآنہ جو سبق دیتے دوسرے دن زبانی سنتے تھے، اس طرح دو سال تک صرف زبان وادب کی تعلیم حاصل کرتے رہے، اور عرب صاحب کے گھر عربی بولتے عربی سوچتے اور لکھتے رہے، ادب کی متوسط کتابوں کے ختم کرانے کے بعد عرب صاحب نے قرآن شریف کا وہ حصہ پڑھایا جس کا مرکزی مضمون توحید ہے، جن کے سورۂ زمر اور اس کے بعد کی چند سورتیں پڑھائیں، اس کے ساتھ صحیح مسلم میں کتاب المغازی پڑھائی، نظم میں حماسہ، لامیۃ العرب، قصیدۂ بانت سعاد، دیوان سقط الزند، پڑھایا، اور پھر ''خلاصۃ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ'' پڑھائی اس کے بعد'' مقامات حریری'' کے چند باب، نہج البلاغۃ، دلائل الاعجاز اور دوسری اہم کتابیں پڑھائیں، تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ ۱۹۲۸ء تک چلتا رہا، ۱۹۲۹ء میں فاضل ادب کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔

علامہ سید سلیمان ندوی سے نیاز مندی ۱۹۲۳ء ہی سے شروع ہوگئی تھی اور یہ تعلق بڑھتا گیا، حتی کہ ان سے ہدایت الحکمۃ یا ہدیہ سعیدیہ بھی پڑھی، ۱۹۲۹ء میں جب حدیث کی اعلیٰ تعلیم شروع کی تو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث اور مہتمم مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی (جن کا درس حدیث بڑا مشہور تھا) سے صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) اور سنن ابوداؤد وسنن ترمذی پڑھی کچھ حصہ بیضاوی کا بھی پڑھا، اور کچھ اسباق منطق کے بھی، مولانا حیدر حسن خاں صاحب سے تعلیم کا یہ سلسلہ دو سال تک چلتا رہا، ۱۹۲۹ء میں اپنے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب ایم، اے (جو اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر

www.abulhasanalinadwi.org

تھے) کے ساتھ لاہور گئے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال سے ملے، اس وقت مولانا ابوالحسن علی صاحب کی عمر ۱۵ سال کی تھی، مولانا سید محمد طلحہ حسنی نے ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں سے ملایا اور تعارف کرایا، جن میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جن کے آپ بعد میں شاگرد بھی ہوئے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۳۱ء میں مستقلاً حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں گئے، اور قرآن کی تفسیر اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھی اسی سال مولانا احمد علی صاحب سے بیعت ہونے کی خواہش کی، مولانا نے ان کو اپنے شیخ حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری کی خدمت میں سندھ بھیجا، جن کی عمر تقریباً نوے سال تھی انہوں نے اپنے سلسلہ میں داخل کیا پھر ۱۹۳۲ء میں لاہور جا کر باقاعدہ درس قرآن کی تکمیل کی اور سند لی، سند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے تقسیم کی، مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں رہ کر بڑے مجاہدے کیے اور ان کی خصوصی تربیت، توجہ اور تعلق و محبت کی دولت سے سرفراز ہو کر اجازت و خلافت حاصل کی۔

۱۹۳۲ء میں دیوبند گئے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے درس حدیث میں شریک ہوئے اور کئی ماہ قیام کیا۔

یکم اگست ۱۹۳۴ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت مدرس کے ان کا تقرر ہوا، اور اسی سال نومبر میں شادی کی، نومبر ۱۹۳۷ء کو لاہور گئے اور علامہ اقبال سے تفصیلی ملاقات کی، ۱۹۳۶ء سے سیرت سید احمد شہیدؒ لکھنی شروع کی اور ۱۹۳۹ء میں تکمیل کی، دسمبر ۱۹۳۹ء کو دینی مراکز کا سفر کیا، ۱۹۴۰ء میں "الندوہ" کا اجرا ہوا اور آپ ایڈیٹر مقرر ہوئے، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں پشاور اور بالاکوٹ، ہنڈ، پنجتار، لاہور، ٹونک کا دورہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں حجاز مقدس کا پہلا سفر اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کی، اس سفر میں مولانا کی والدہ ماجدہ، ہمشیرہ اور اہلیہ اور ان کے ساتھ راقم سطور بھی تھا، ۱۹۴۸ء میں ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی مقرر ہوئے، ۱۹۵۰ء میں حجاز کا دوبارہ اور ۱۹۵۱ء میں مصر و سوڈان کا سفر کیا، ۱۹۵۶ء میں دمشق کے محاضرات میں شرکت کی اور ترکی کا سفر کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

۱۹۵۸ء میں لاہور کے اسلامک کلوکیم میں شرکت کی، ۱۹۵۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کا قیام ہوا، اور اس کی صدارت کی، ۱۹۶۰ء میں برما کا دورکیا، دسمبر ۱۹۶۱ء میں ندوۃ العلماء کے ناظم ہوئے، اکتوبر ۱۹۶۳ء میں لندن کا سفر اور اسپین کا دورہ کیا، اور اکتوبر ۱۹۶۴ء میں مغربی جرمنی کا سفر کیا، اگست ۱۹۶۴ء میں مسلم مجلس مشاورت کا قیام ہوا، ۱۹۶۷ء میں حجاز مقدس کا سفر اور نومبر ۱۹۶۸ء میں کویت اور ۱۹۶۹ء میں لندن کا سفر کیا۔

۱۹۷۱ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک حجاز کے مسلسل سفر، امریکہ کا سفر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور رابطہ عالم اسلامی کے جلسوں میں بحیثیت ممبر کے مسلسل شرکت کرتے رہے، رابطہ عالم اسلامی کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے ایران، افغانستان، لبنان اور عراق کا دورہ کیا، اور مراکش کا سفر کیا، اس کے علاوہ پاکستان کی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کی، تحریک پیام انسانیت کا آغاز اور مختلف مقامات کے دورے کئے، اور تقریریں کیں۔

مولانا کا تعلق سارے مشائخ سے رہا، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری، شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور دوسرے مشائخ سے تعلق رہا، اور سارے مشائخ محبت والفت کا معاملہ کرتے رہے، خصوصی طور پر مولانا رائے پوری سے تعلق رہا، اور ان کی نگاہ میں محبوب رہے، اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور اس حلقہ میں مرجع خاص وعام بنے، اسی طرح مشاہیر ہندوستان عرب ملکوں کے علماء اور سربراہوں سے سلسلہ مکاتبت رہا، اور قائم ہے۔

مولانا کثیر التصانیف ہیں، ان کی تصانیف کے اکثر زبان میں ترجمے ہوئے اور ہورہے ہیں، بہت سی کتابیں اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں داخل نصاب ہیں، عربی مقالات اور مضامین بکثرت رسالوں میں چھپتے اور نقل ہوتے ہیں، ان کی اہم اردو تصانیف میں ارکان اربعہ، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، نقوش اقبال،

www.abulhasanalinadwi.org

کاروان مدینہ ہیں۔[1]

(۱۹۸۰ء میں فیصل ایوارڈ ملا جس کی کل رقم آپ نے افغان پناہ گزینوں، جماعۃ تحفیظ القرآن مکہ مکرمہ اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کو دے دی، ۱۹۸۱ء میں کشمیر یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری دی، ۱۹۸۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہوئے جو وفات تک رہے، آپ ہی کی قیادت میں مسلمانوں نے شریعت کی جدوجہد میں حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی۔

۱۹۸۳ء میں اردن، عرب امارات کویت اور انگلینڈ کا سفر ہوا جس میں آکسفورڈ اسلامک سنٹر کا افتتاح ہوا۔

۱۹۸۴ء میں آپ کی رہنمائی میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کا قیام ہوا جس کے بانی صدر منتخب ہوئے، بنگلہ دیش، اردن، یمن کے سفر ہوئے، اور صدر یمن علی عبد اللہ صالح اور وزیر اعظم عبد العزیز عبد الغنی سے ملاقات ہوئی، یمن کی افواج سے خطاب کیا، پاکستان کا سفر ہوا، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحقؒ نے کراچی آکر ملاقات کی، سیرت النبی جلد ہفتم کے مقدمہ پر ایک لاکھ روپے کا انعام ملا انعام کی نصف رقم آپ نے دار المصنفین اعظم گڈھ اور نصف علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اہلیہ کو پیش کردی، ۱۹۸۵ء میں لکسمبرگ اور ۱۹۸۶ء میں ترکی اور پاکستان کا سفر ہوا، اسی سال سعودیہ اور الجزائر گئے، ۱۹۸۷ء میں ملیشیا کا سفر کیا اور وہاں کی یونیورسٹیوں میں متعدد خطاب ہوئے، ۱۹۸۸ء میں عرب امارات کا سفر کیا اور سب ریاستوں میں خطابات ہوئے۔

۱۹۹۰ء میں سعودیہ کا سفر ہوا اور اسی سال بابری مسجد مسئلہ کے حل کے لیے کانچی پورم جاکر شنکر آچاریہ سے ملاقات کی جو سابق مرکزی وزیر و گورنر بہار یونس سلیم اور سابق نائب صدر ہندوستان کرشن کانت کے اہتمام میں ہوئی اور وزیر اعظم وی پی سنگھ

---

(۱) مولانا محمد ثانی حسنیؒ نے یہاں تک حالات تحریر کیے تھے اس کے بعد بریکٹ میں جو حالات ہیں وہ مولانا جعفر مسعود حسنی کے مضمون سے ماخوذ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

نے ملاقات کی، ۱۹۹۱ء میں عراق کے کویت پر قبضہ کے خلاف آواز بلند کی اور اس کو غیر اسلامی بتایا، ترکی کے سابق وزیر اعظم نجم الدین اربکان سے ملاقات ہوئی، سعودی عرب کے شاہ فہد بن عبدالعزیز کو خط لکھ کر سعودی معاشرہ کو اسلامی معاشرہ بنانے پر زور دیا، اسی سال اردو اکیڈمی کی طرف سے مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ ملا انعام کی رقم آپ نے مولانا آزاد پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے مختص کردی۔

۱۹۹۲ء میں انگلینڈ کا سفر ہوا، ۱۹۹۳ء میں امریکہ، ازبکستان، (تاشقند، بخارا) کا سفر ہوا اور وہاں امام بخاری کے نام سے موسوم ادارہ کا افتتاح کیا۔

۱۹۹۴ء میں انگلینڈ کا سفر ہوا، اور بروکس یونیورسٹی میں تقریر ہوئی، اسی سال دارالعلوم ندوۃ العلماء پر (مرکزی انٹیلیجنس بیورو) کا چھاپا پڑا اور بے گناہ طلباء گرفتار ہوئے جن کو اس وقت کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو نے سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے رہا کروایا، ۱۹۹۵ء میں آپ کے زیر سرپرستی تحفظ مدارس کمیٹی کا قیام عمل میں آیا، قطر کا سفر ہوا اور دوحہ یونیورسٹی اور عرب خواتین کالج میں خطاب ہوا۔

۱۹۹۶ء میں وزیر اعظم ہند دیوگوڑا ملاقات کے لئے ندوہ آئے، ترکی میں اسی سال آپ کے اعزاز میں ایک عالمی سمینار کا انعقاد ہوا جس میں آپ نے شرکت کی، اسی سال یہ عظیم اعزاز حاصل ہوا کہ کلید کعبہ پیش کی گئی اور کعبہ کھولنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۹۹۷ء میں رابطہ ادب اسلامی کی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور کا سفر کیا، اور صدر پاکستان فاروق احمد لغاری سے ملاقات ہوئی، اسی سال قادیانیت کے موضوع پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عالمی کانفرنس ہوئی [1]، ۱۹۹۸ء میں دبئی حکومت کی طرف سے "عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت" کا ایوارڈ ملا، ایوارڈ کی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ روپیے دینی مدارس واداروں میں تقسیم کردی، وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی نے لاہور کے بس کے سفر میں آپ سے ساتھ چلنے کی خواہش کی آپ نے صحت کی خرابی کی وجہ سے

(۱) اس کانفرنس میں چوٹی کے عرب علماء نے شرکت کی جن میں خصوصیت سے رئیس شئون حرمین شریفین امام وخطیب حرم مکی شیخ محمد بن عبداللہ السبیل، امام مسجد اقصیٰ شیخ محمد الصیام، استاذ محسن باردم، ناصر العبودی قابل ذکر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

معذرت کردی، سرکاری اسکولوں میں شرکیہ نظم ''وندے ماترم'' اور سرسوتی وندنا (ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق علم کی دیوی کی پوجا)، بی جے پی حکومت کی طرف سے لازمی کرنے پر سخت ردعمل ظاہر کیا اور مسلمانوں سے کہا کہ اگر حکومت اس کو منسوخ نہیں کرتی تو وہ اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں سے ہٹالیں اس پر حکومت نے احکام واپس لیے اور وزیر تعلیم کو برطرف کردیا گیا۔

۱۹۹۹ء کو فالج کا حملہ ہوا اور علاج سے اتنا فائدہ ہوا کہ لوگوں کو امید بندھ گئی اسی حال میں سلطان برونئی کی طرف سے ایوارڈ ملا جس کی رقم بذات خود پوری تقسیم کردی، اور وزیراعظم اٹل بہاری واجپئی وزیراعلی کلیان سنگھ اور گورنر اتر پردیش سورج بھان عیادت کو آئے تو ان کو ملک کی حفاظت اور انسانیت کی خدمت کی نصیحت کی۔

آخر رمضان المبارک آیا روزے رکھے تراویح کی ادائیگی ہوتی رہی رائے بریلی جانے کا تقاضا ہوا اور بدھ کے روز ۲۰ر رمضان المبارک کو وطن پہونچے جمعہ کو (نماز جمعہ کی تیاری کر کے کہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو چکے تھے سورہ یٰسین شریف کی تلاوت کرتے ہوئے) ۲۲ر رمضان المبارک مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، روضۂ حضرت شاہ علم اللہؒ میں تدفین عمل میں آئی غفر اللہ لہ۔)[۱]

جنازہ کی نماز آپ کے بھانجہ اور جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بعد نماز عشاء پڑھائی وہ ۲۳ویں شب تھی ۲۷ دیں شب کو حرمین شریفین میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی اور پھر دنیا کے مختلف ملکوں اور حصوں سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھے جانے کی اطلاعات موصول ہوئیں، حضرت مولاناؒ پر سیمیناروں کانفرنسوں کے انعقاد ان کے متعلق اکیڈمک کاموں کا سلسلہ آج بھی ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش اور عرب ممالک اور یورپ افریقہ وامریکہ میں آج بھی جاری ہے۔

(۱) تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے ''کاروان زندگی''... خودنوشت سوانح حیات از حضرت مولانا رحمہ اللہ، میر کاروان، از مولانا عبداللہ عباس ندوی، سوانح مفکر اسلام از مولانا بلال عبدالحی حسنی ودیگر کتب، بریکٹ کے اندر جو حالات درج کیے گئے ہیں وہ مولانا جعفر مسعود حسنی کے مضمون ''مولانا ابوالحسن علی ندوی ماہ وسال کے آئینہ میں'' سے ماخوذ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید ابوبکر حسنیؒ

مولانا سید عزیز الرحمٰن کے صاحبزادہ اور سید محمد یقین کے پوتے تھے، ۱۳۳۱ھ (۲۱/اپریل ۱۹۱۳ء) میں رائے بریلی میں ولادت ہوئی، اپنے والد کی پرشفقت آغوش میں تربیت ہوئی چونکہ چار بہنوں میں ایک بھائی تھے، اس لئے خصوصی توجہ ان پر رہی، ہوش سنبھالا تو اپنے نانہال (۱) ہسوہ ضلع فتح پور میں اپنے ماموں سید زبیر حسینی کی جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے شفقت نصیب ہوئی، اور بچپن وہیں گذرا، اس طرح ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی پھر لکھنؤ آکر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، دارالعلوم کے فاضل اساتذہ سے جن میں اس زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن نگرامیؒ بھی تھے پڑھا پھر لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا، اور فاضل ادب کا امتحان لکھنؤ یونیورسٹی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ساتھ دیا، پھر کانپور جاکر حلیم مسلم کالج میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، اور طلباء میں بہت مقبول ہوئے، نوسال تک وہیں رہے، ۱۹۴۹ء میں دہلی منتقل ہوکر آل انڈیا ریڈیو دہلی کے شعبہ عربی سے وابستہ ہوکر خدمات انجام دیں، اسی دوران حکومت ہند کی طرف سے مصر گئے جہاں ایک سال قیام رہا، واپس آکر پھر آل انڈیا ریڈیو میں کام کرنے لگے کچھ برسوں کے بعد جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی کے شعبہ عربی سے منسلک ہوگئے، یہاں سے ریٹائر ہوکر پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اہلیہ سیدہ رابعہ

(۲) آپ کے نانا مولانا سید ابوالقاسم ہسوی، مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی کے بھانجہ تھے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلفاء میں تھے، ڈاکٹر فیوض الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء (مطبوعہ کراچی) میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حسنی (بنت سید محمد اسحاق بن سید محمد یقین) کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا، واپس آنے کے بعد رائے بریلی کے تعلیمی ادارہ مدرسہ فلاح المسلمین سے وابستگی اختیار کی، اور طلباء کی ذہنی و تعلیمی تربیت میں حصہ لیا، آپ اردو اور عربی کے اچھے صاحب قلم تھے انگریزی سے عربی سکھانے کے لئے ایک کتاب ''اللغة العربية ودروسها السهلة'' تالیف فرمائی جسے دارعرفات رائے بریلی نے شائع کیا۔

مولانا سید ابوبکر حسنی عربی کی بہترین صلاحیت کے ساتھ متنوع صفات کے مالک تھے، دینی خدمات، خدمت خلق، شریعت کی پابندی صورۃً بھی سیرۃً بھی، سنت پر عمل، قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلۂ رحمی تواضع وانکساری آپ کی خاص صفات تھیں، اسی کے ساتھ معاملات کی صفائی، پابندیٔ اوقات، والدین کی خدمت اور سعادت مندی میں پورے خاندان میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے، نماز باجماعت کی پابندی میں ان کی مثال دی جاسکتی تھی دہلی کے مکان کی قریب کی مسجد میں اعزازی امامت کرتے رہے، پورا محلہ ان پر متفق رہا، رائے بریلی آنے پر مسجد میں امامت ان ہی کے ذمہ رہتی، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان ہی کو امامت کے لئے بڑھاتے، فجر کی نماز کے بعد دیر تک وظائف اور تلاوت میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا اور اشراق کی نماز پڑھ کر آتے، دعا سے بڑی مناسبت تھی، طویل دعا کرتے، اور محو ہوجاتے، نہایت خوش اخلاق، ملنسار اور باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے، سالانہ چھٹیوں میں جب وطن رائے بریلی آتے تو گویا پورے خاندان میں بہار آجاتی، چھوٹے بڑے سب ان کے گرد جمع ہوجاتے خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان کی آمد کے منتظر رہتے، اور زیادہ سے زیادہ ان کے قیام کے خواہش مند ہوتے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کا تعلق تھا، اور حضرت مدنیؒ بھی بہت خیال فرماتے تھے، ان کے بعد دیگر مشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور مولانا محمد احمد پرتابگڈھیؒ سے تعلق رکھا، اور سہارنپور والہ آباد جاتے رہتے

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، اسی طرح تبلیغی مرکز بستی نظام الدین سے بڑا تعلق تھا، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ومولانا محمد انعام الحسن خصوصی اکرام کا معاملہ کرتے تھے۔

ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ اور مجلس نظامت کے رکن رکین تھے، اور ان کے مشوروں کو وہاں بڑی اہمیت دی جاتی تھی، آخر میں وہ مسلسل بیمار رہنے لگے تھے جس سے لاغری اور معذوری بڑھتی گئی، دہلی میں ایک مدت سے قیام تھا انتقال سے چند ماہ پہلے اپنے وطن رائے بریلی تشریف لے آئے، اور وہیں ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو انتقال کیا، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، صرف ایک صاحبزادی سیدہ حفصہ حسنی (اہلیہ مولوی سید خالد حسنی ندوی) کو اپنے پیچھے چھوڑا افسوس کہ وہ بھی ایک طویل علالت کے بعد صبر وشکر اور تسلیم ورضا کا پیکر بن کر ۵۷ سال کی عمر میں مئی ۲۰۰۸ء میں وفات پاگئیں اور اپنے آبائی قبرستان دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں اپنے والد مولانا سید ابوبکر حسنی کے پہلو میں سپرد خاک ہوئیں ان کی ایک بیٹی سمیہ ہیں۔ (۱)

سید حسین حسنیؒ

مولانا سید محمد علی ٹونکی صاحب ''مخزن احمدی'' خواہر زادہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی اولاد میں مولانا سید محمد طلحہ ٹونکی مشہور عالم اور ماہر مربی ومعلم گزرے ہیں، وہ چار بھائی تھے، سید محمد علی، سید ابوبکر، سید عمر، سید زبیر، ایک بہن (والدہ سید احمد الحسنی مرحوم)۔

سید محمد علی کے پانچ صاحبزادے تھے، سید حسن، سید حسین، سید قاسم، سید سعید،

(۱) تحریر کردہ محمد حمزہ حسنی۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید سالم اور ایک صاحبزادی حمیرا بی تھیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا، ان میں سید حسین حسنی اپنی علمی وادبی اور صحافتی خدمات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئے، تقسیم ہند کے بعد سید حسین حسنی کراچی پاکستان منتقل ہوگئے، ہندوستان میں انہوں نے ٹونک اور رائے بریلی میں وہاں کے علمی ادبی اور دینی اثرات سے فائدہ اٹھایا، اٹاوہ (اتر پردیش) کے اسلامیہ کالج میں تعلیم حاصل کی، پاکستان میں اسٹیل ملز آف پاکستان میں ان کو ملازمت ملی جس سے وہ ریٹائر ہونے کے بعد کراچی میں ہی مقیم رہے، لکھنے لکھانے کا مشغلہ برابر جاری رکھا، ''شہید بالاکوٹ'' نامی کتاب حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح وجہاد پر لکھی، اس سے ان کو اچھی شہرت ملی، امام ابن تیمیہ کے حالات زندگی پر مؤثر پیرایہ بیان میں صاحب السیف والقلم لکھی جو لوگوں میں مقبول ہوئی، ''شاہ اسماعیل شہید'' کتاب تصنیف کی جس کے ہندوستان وپاکستان کے مکتبوں سے بڑی تعداد میں اشاعت ہوئی، ''امت کی مائیں'' امہات المومنین کے تذکرے پر بچوں کے ذہن وسطح کو سامنے رکھ کر تالیف کی، بچوں کے لیے اور بھی ریڈرس لکھیں، ان کا ایک سفرنامہ بھی ہے جو ''کراچی سے خیبر تک'' کے نام سے شائع ہوا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے انہوں نے ربط وتعلق رکھا، اور ان کی وفات پر ایک مؤثر مضمون بھی تحریر کیا۔

۱۵ را گست ۲۰۰۴ء کو کراچی پاکستان میں مختصر علالت کے بعد انتقال کیا، تقریباً اسی سال عمر پائی، بذلہ سنج، خوش طبع، خوش اوقات انسان اور باکمال مورخ وادیب تھے، مولانا سید احمد علی ندوی ڈائرکٹر دار عرفات رائے بریلی کی ہمشیرہ سید رضیہ ان کے نکاح میں تھیں، ایک فرزند سلیمان اور دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ (۱)

(۱) از: محمود حسن حسنی۔

www.abulhasanalinadwi.org

عزیزی محمد ثانی مرحوم (مؤلف کتاب)

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (۱)

راقم سطور کو اپنی زندگی میں جو چند عظیم مجاہدے اور امتحانات پیش آئے ہیں، ان میں اپنے بعض جواں مرگ عزیزوں اور لخت ہائے جگر کے حادثۂ وفات اور ان کی زندگی پر آنکھوں کی راہ سے نہیں (کہ وہ تو ایک غیر اختیاری عمل ہے) قلم کے ذریعہ حروف ونقوش کی شکل میں خون کے آنسو بہانا اور ان کو صفحہ قرطاس پر ثبت کرنا ہے جو لوگ (اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو محفوظ رکھے) اس ابتلاء سے گذر چکے ہیں اور ان کو تحریری شکل میں یہ زہر گداز فرض انجام دینا پڑا ہے، وہی اس کی تلخی اور جاں گدازی سے واقف ہو سکتے ہیں۔

اس بات کے سارے آثار وقرائن موجود تھے کہ عزیزی محمد ثانی مرحوم میرے حادثۂ وفات پر جو ایک نہ ایک دن پیش آنے والا ہے، اپنے نقوش اور تاثرات لکھیں گے، اور وہ ان کے غیر معمولی تعلق، سفر وحضر کی طویل رفاقت، جزئیات زندگی مزاجی خصوصیات اور حوادث وسوانح سے اس واقفیت کی بنا پر جو خود افراد خاندان اور قریبی عزیزوں میں کسی کو حاصل نہیں، سب سے زیادہ قابل اعتماد تاریخی دستاویز ہوگی اور وہی حقیر زندگی کا آئینہ، کہ ان عزیزوں اور بزرگوں سے قطع نظر جن کے واقعات زندگی اور حالات وکمالات کے وہ چشم دید گواہ تھے، خاندان کی تاریخ، بزرگوں کی وفیات اور

(۱) مؤلف کتاب مولانا سید محمد ثانی حسنی کی وفات کے بعد رضوان کے خصوصی شمارہ کے لیے جوان کی یاد میں نکالا گیا تھا حضرت مولانا قدس سرہ نے یہ مضمون سپرد قلم کیا تھا اس سے معتبر اور مستند کوئی اور تحریر اس تعلق سے نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اسی تحریر کو کتاب کا جزء بنایا جا رہا ہے۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

خاندانی انساب سے ان سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا، اور مجھے اپنے علمی وتاریخی کاموں میں بالخصوص سیرت سید احمد شہیدؒ اور حیات عبدالحی کے سلسلہ میں ان سے بار بار رجوع کرنا اور مدد لینا پڑتا تھا، اور ہر مرتبہ ان کی وسیع معلومات، تاریخی شعور اور تحقیقی ذوق پر حیرت ہوتی تھی لیکن خدا کی قدرت اور اس کی شان استغنا ہے کہ ان سارے آثار وقرائن اور عمر کے اس تفاوت کے باوجود جو دس گیارہ سال سے کم نہ تھا[1] آج مجھے ان کے بارے میں لکھنا پڑ رہا ہے، اور اس موقع پر بے اختیار قدیم عرب شاعر اور اپنے ہم نام ابوالحسن التہامی کا وہ مصرعہ یاد آرہا ہے جو اس کے اس دلدوز قصیدہ میں آیا ہے، جو اس نے اپنے جواں مرگ بیٹے کے مرثیہ میں کہا ہے، اور اس کا شمار عربی کے موثر ترین مرثیوں میں ہوتا ہے، قصیدہ کا مطلع ہے۔

حکم المنية فی البرية جار　　　ماهذه الدنيا بدار قرار

''موت کا قانون پوری مخلوق پر جاری اور ساری ہے، حقیقت میں یہ دنیا بقا اور استقرار کی جگہ نہیں ہے۔''

اس قصیدہ میں وہ اپنے لخت جگر کو خطاب کر کے کہتے ہے ع

فسبقتنی وابوك فی المضمار

(ہم تم دونوں ایک ہی میدان کے راہی تھے، تم نے پیش قدمی کی اور منزل پر پہنچ گئے اور تمہارا باپ ابھی سرگرم سفر ہے۔)

عزیز مرحوم اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے، ان کے دادا صاحب عم محترم مولوی سید خلیل الدین صاحب کو جو خاندان کے سب سے باوجاہت اور صاحب املاک فرد تھے اور جن کو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا، آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور نام نامی سے ایسی عقیدت اور ربط قلبی تھا کہ وہ اپنے سب پوتوں کے نام اسی نام نامی پر رکھنا چاہتے تھے، ان کے سب سے بڑے پوتے جو سید محمود حسن کے نام سے مشہور ہوئے اور عین عنفوان شباب میں ان

(۱) عزیز مرحوم کی ولادت دسمبر ۱۹۲۵ء میں ہوئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا انتقال ہوگیا کا اصلی نام بھی محمد تھا، اس لیے اس دوسرے پوتے کا نام انہوں نے امتیاز کے لیے محمد ثانی رکھا، ان کی ولادت پر ان کی والدہ نے (جو میری حقیقی بڑی بہن ہیں بارک اللہ فی حیاتہا[۱]) خواب میں میرے والد صاحب کو جن کے انتقال کے تقریباً تین سال بعد یہ بچہ تولد ہوا تھا دیکھا کہ وہ بچہ کو گود میں لیے ہوئے تھیں، والد صاحب نے اس کے ایک پاؤں کے تلوے پر "مبارک قدم" لکھ دیا، بچپن ہی سے رشد و صلاحیت اور غیر معمولی سنجیدگی اور متانت کے آثار نمایاں تھے، مکتبی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ ۱۹۳۴ء میں میرے ساتھ جب ان کی عمر ۹ سال تھی دار العلوم ندوۃ العلماء میں اسی کمرہ میں اپنے بڑے بھائی سید محمود حسن مرحوم کے ساتھ رہنے لگے جس میں میرا اور مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کا قیام تھا اور اس طرح وہ معناً عربی رسالہ "الضیاء" کے دفتر اور عربی زبان و ادب کا ذوق رکھنے والے اساتذہ اور ہونہار طلبہ کا مرکز بن گیا، جہاں ہر وقت علمی و ادبی گفتگو ہوتی تھی، کتابوں اور شخصیتوں پر تبصرے اور عالم اسلام کے حالات پر اظہار خیال اور اظہار تاثر ہوتا تھا، مولانا مسعود عالم صاحب مرحوم ان کی سنجیدگی اور شائستگی اور میرے اور برادر معظم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ ناظم ندوۃ العلماء کے تعلق کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کا بہت پاس و لحاظ رکھتے تھے، ابھی باقاعدہ عربی تعلیم شروع نہیں ہوئی تھی کہ ۱۹۳۳ء میں موتمر اسلامی فلسطین کا ایک موقر وفد جس کی قیادت زعیم فلسطین اور مجاہد اسلام الحاج سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین فرما رہے تھے، اور اس کے رکن رکین استاذ محمد علی علوبہ باشا (سابق وزیر اوقاف مصر) اور وہاں کی ایک مشہور سیاسی پارٹی حزب الاحرار الدستورین کے صدر و لیڈر تھے، مفتی صاحب اور علوبہ باشا نے ندوۃ العلماء کو بھی اپنے قدوم سے نوازا، اور ان کے اعزاز و استقبال میں ایک بڑا جلسہ ندوہ کے وسیع ہال میں ہوا، استقبالیہ اور جوابی تقریروں کے بعد یہ حضرات فارغ ہوکر جب چلنے لگے تو

---

(۱) ان کی والدہ سیدہ امۃ العزیز نے بھی رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ ۲۳ویں شب میں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلی میں ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا، زبان سے آخری لمحات میں اللہ اللہ جاری تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے تجہیز و تکفین کے تمام مراحل کے بعد فرمایا کہ آپا جان بڑی بزرگ خاتون تھیں اور ایک بزرگ عالم دین اور داعی مولانا محمد اظہار الحق کاندھلوی کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ وہ ہمارے لئے ماں کی طرح تھیں۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے مجھ سے (جوان کی آمد اور جلسہ کے سلسلہ میں پیش پیش تھا) کم سن بچوں کو جو جلسہ میں تماشائی کی حیثیت سے شریک تھے دیکھ کر پوچھا کہ کیا یہ عربی سمجھتے ہیں؟ میں نے ہمت کر کے کہدیا کہ ہاں! ان کے سامنے ایک کم سن بچہ جس کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی پڑ گیا انہوں نے اسی سے عربی میں فرمایا کہ "ما اسمك ؟" خلاف توقع اس بچہ نے جس نے ابھی عربی شروع نہیں کی تھی برجستہ جواب دیا "اسمي محمد الثاني!" وہ بڑے خوش ہوئے، انہوں نے اس کو یاد رکھا اور بعض موقعوں پر اس کا ذکر کیا، یہ ان کی زندگی میں پہلا اہم واقعہ تھا جس پر فارسی کا یہ شعر پڑھا جا سکتا ہے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

جب وہ عربی پڑھنے کے قابل ہوئے تو دارالعلوم میں باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، یہ وہ ابتدائی دور تھا جس میں ہمارے استاد ڈاکٹر علامہ تقی الدین الہلالی ندوہ میں رونق افروز اور مصروف افادہ تھے اور وہ دارالعلوم کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہمارے محلہ کی مسجد میں رضا کارانہ طریقہ پر بچوں کو عربی سکھانے کا کلاس جاری کیے ہوئے تھے، اس میں مرحوم بھی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ شریک ہوتے تھے، ہلالی صاحب کی تربیت میں ایک نوعمر مدنی شریف زادہ عطیہ نامی تھے وہ عمر کی مناسبت اور مزاج کی شگفتگی کی وجہ سے ہمارے خاندان کے بچوں سے بہت جلد مانوس ہو گئے، وہ رائے بریلی بھی آتے اور چھٹیوں میں طویل قیام کرتے، محمد ثانی مرحوم نے ان سے بھی استفادہ کیا، ان کے علاوہ علامہ ہلالی کے چھوٹے بھائی شیخ محمد العربی المراکشی ہمارے رفیق کار اور ہم عمر دوست تھے، وہ بھی رائے بریلی آتے اور دنوں قیام کرتے، محمد ثانی مرحوم نے ان سے بھی فائدہ اٹھایا، اور وہ بھی خصوصیت کے ساتھ ان پر شفقت کرتے تھے۔

اس زمانہ میں ہمارے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب حسنی ایم اے استاد اورینٹیل کالج لاہور [1] محمد ثانی مرحوم کی سلامت طبع بے نفسی اور سعادت مندی دیکھ کر ان پر بہت شفیق ہو گئے، وہ اکثر ان کو اپنے ساتھ رکھتے اور شہر میں آنے جانے میں اپنے

---

(۱) جن کا ذکر پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ لے جاتے، ان کی صحبت اور شفقت خصوصی سے مرحوم کو بڑا علمی فائدہ پہنچا اور ذہنی نشو ونما علمی مناسبت اور معلومات عامہ میں بیش بہا اضافہ ہوا، کہ مولانا سید طلحہ صاحب ایک زندہ اور متکلم دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تھے اور تاریخ، تراجم وسوانح، اور طبقات رجال پر تو ان کو ایسا عبور تھا کہ ہندوستان میں چند ہی آدمی مشکل سے ان کے ہمسر ہوں گے، ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو ایک وسیع اسلامی ثقافت کا حصہ ملتا تھا، جس میں تاریخ بھی داخل تھی، حدیث تھی، تصوف بھی، ادب بھی، شعر وشاعری کا ذوق بھی، اور صحت مند اور مہذب تنقید بھی، اسلاف اور علمائے متقدمین کا احترام، ان کی مرتبہ شناسی بھی اور فلسفہ واعتزال، اور قدیم ترقی پسندانہ اور متجددانہ سطحی وخام خیالات وافکار سے بیزاری بھی، خود راقم الحروف کو بھی ان کی تعلیم اور اس سے زیادہ ان کی مجالس سے وہ فائدہ پہنچا جو سو پچاس کتابوں کے پڑھنے سے بھی مشکل سے حاصل ہوتا ہے، مولانا سید محمد طلحہ صاحب محمد ثانی مرحوم کی نیک مزاجی اور سلیم الطبعی سے خاص طور پر متاثر تھے، بعد میں بھی بڑے معنی خیز انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ علی نے کتابوں کے مطالعہ، قصد وارادہ اور غور وفکر سے اپنی اصلاح کی، اور اپنے انداز صلاح پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن محمد ثانی کو پیدائشی طریقہ پر بلا ارادہ اور محنت یہ بات حاصل ہے، مولانا طلحہ صاحب نے اسی زمانہ میں جب محمد ثانی کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی، ابھی ابتدائی درجوں میں پڑھتے تھے، خاص طور پر تین چیزوں میں ان کو تیار کیا، ایک فرائض علم المیراث اور سہام، (ترکہ کے حصص) نکالنا، دوسرے ضروری نحوی وصرفی مسائل، تیسرے مشاہیر اسلام کی سنین وفات، اس میں انہوں نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا کہ مماثل سنین میں جن لوگوں کی وفات ہوئی اس کو یاد کراتے تھے، مثلاً امام غزالی سن وفات ۵۰۵ھ، امام رازی سن وفات ۶۰۶ھ وقس علی ذالک اس طرح اس نوعمری میں ان کے اندر تاریخی شعور بیدار ہوا، اور سوانح لکھنے کا وہ سلیقہ جس کا پورے طور پر اظہار سوانح مولانا محمد یوسف اور حیات خلیل میں ہوا۔

غالباً وہ دار العلوم کے چھٹے ساتویں درجے میں پڑھتے تھے کہ مولانا سید طلحہ

صاحب نے جن کا قیام لاہور میں تھا، لاہور کی دعوت دی جس کو ہم سب کے مربی مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم نے اس شرط پر منظور کرلیا کہ وہ ان کو کوئی مشرقی امتحان (مولوی، فاضل وغیرہ) کا نہیں دلائیں گے جس کی اس زمانہ میں ایک ہوا چلی ہوئی تھی، اور اس کے ذریعہ سے لوگ انگریزی کے امتحانات دے کر سرکاری ملازمتوں پر فائز ہوتے تھے، بھائی صاحب مرحوم اصولاً اس لائن کو غلط اور دینی و علمی صلاحیتوں کے ضیاع کا مرادف سمجھتے تھے، محمد ثانی مرحوم لاہور گئے اور اس ابتلاء سے نہیں بچ سکے، مولانا سید طلحہ صاحب کے ایماء سے جن کے مدنظر اس میں بہت سے فوائد تھے، انہوں نے مولوی، عالم کا امتحان دیا، اس میں آسانی سے کامیاب ہوگئے، لاہور کے قیام میں مولانا سید طلحہ صاحب کی وساطت سے بڑی بڑی شخصیتوں سے ملے جن میں سر شیخ عبدالقادر صاحب کا خاص طور پر ذکر کرتے تھے، حضرت مولانا احمد علی صاحب کی مجالس اور مواعظ سے بھی فیض یاب ہوئے اور لاہور سے جو اس وقت سب سے بڑا ثقافتی مرکز تھا انہوں نے علمی، ادبی فائدہ اٹھایا۔

وہ جب لاہور سے واپس ہوئے تو خدا نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ یہ کچھ عرصہ کسی بزرگ کی صحبت میں رہیں اور فن حدیث کو باقاعدہ کسی کامل الفن محدث سے حاصل کریں، تاکہ ان کے دینی ملکات صحیح طور پر نشو و نما حاصل کریں، اور خاندان میں جو عرصہ سے کسی روحانی شخصیت سے محروم ہے، ایک ایسے فرد کا اضافہ ہو جس سے خاندان کا فیض دوبارہ جاری ہو، اس سلسلہ میں قدرتاً میری نظر مخدومنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب پر پڑی جن سے ۱۹۳۸ء سے ہم سب کا عقیدت اور محبت کا تعلق قائم ہو چکا تھا، بھائی صاحب مرحوم نے اس کو پسند کیا اور میں نے ایک خط کے ساتھ ان کو سہارنپور روانہ کردیا، جس میں میں نے لکھا کہ مجھے امید ہے کہ حضرت، محمد ثانی پر خاص نظر شفقت فرمائیں گے اور ان کو استفادہ اور استفاضہ کا پورا موقع دیں گے، حضرت شیخ کا اس کے جواب میں خط آیا جس میں انہوں نے اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ مولوی صاحب! میں تجھے ایک تجربہ کی بات بتاؤں کہ یہ بات میرے اختیار

www.abulhasanalinadwi.org

میں نہیں، عزیز موصوف کے اختیار میں ہے کہ وہ مجھے متوجہ کرلیں اور پورا فائدہ اٹھائیں الحمدللہ یہ بات اسی طرح ہوئی کہ محمد ثانی مرحوم نے بہت جلد حضرت شیخ کے یہاں ایسا قرب واختصاص پیدا کرلیا جو بہت سے برسوں سے رہنے والے طلبہ کو حاصل نہیں تھا اس کا اظہار حضرت شیخ کے ان گرامی ناموں سے ہوتا ہے جو کثیر تعداد میں میرے پاس محفوظ ہیں، اور اس زمانے کے لکھے ہوئے ہیں، انہوں نے باقاعدہ دورہ کی جماعت میں داخلہ لیا، اور مظاہر علوم کے مکمل طالب علم بن گئے اور کامیابی کے ساتھ امتحان پاس کیا اور سند لی، حضرت شیخ کے ماسوا مظاہر علوم کے صدر مدرس عالم ربانی اور شیخ کامل مولانا اسعد اللہ صاحب کی بھی ان پر خاص نظر عنایت تھی انہوں نے یا ان کے رفیق درس عزیز گرامی مولوی سید محمد مرتضیٰ نقوی ناظر کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب طلبہ کی کسی شکایت پر دارالاقامہ تشریف لائے، وہاں لڑکوں نے کچھ بلند آواز سے بولنا شروع کیا، محمد ثانی سو رہے تھے، مولانا نے فرمایا کہ آہستہ بات کرو، سید صاحب سو رہے ہیں، میں نے خود بھی دیکھا کہ بعد میں وہ عزیز مرحوم سے بہت خصوصیت اور شفقت کے ساتھ ملتے تھے۔

مظاہر علوم کی تعلیم ختم کرنے کے بعد پھر لکھنؤ آگئے اور انہوں نے وہیں اپنے ماموں صاحب کے مطب کی عمارت کے ایک کونہ میں مکتبہ اسلام کے نام سے ایک چھوٹا سا مکتبہ قائم کرلیا اور اس سے دینی کتابوں، خاص طور پر اپنے خاندان کے بزرگوں کی دینی واصلاحی کتابوں کی اشاعت کا کام شروع کیا، ان کے اس کام سے حضرت شیخ بھی بہت مسرور تھے، جن کا ذوق بھی یہی تھا، اور اسی غرض کے لیے انہوں نے اپنے والد صاحب کی یادگار کتب خانہ یحیوی کو قائم رکھا تھا۔

مکتبہ اور اشاعت کے اس کام کے علاوہ انہوں نے مرکز نظام الدین کی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لینا شروع کیا، اور ان کو بہت جلد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا قرب اور اعتماد حاصل ہوگیا، وہ اکثر ان کے میوات کے سفروں میں ساتھ ہوتے تھے لکھنؤ کے کام میں بھی جس کا اس وقت مرکز ندوۃ العلماء کی مسجد اور بعد میں

www.abulhasanalinadwi.org

کچہری روڈ کا مرکز تھا، شرکت اور رفاقت جاری رکھی، اور اس میں ان کے اس دعوت کے اصول و مزاج کو اخذ کر لینے کی وجہ سے بہت جلد خصوصی مقام حاصل ہو گیا، اور وہ اکثر میری اور مولانا منظور صاحب کی نیابت کرنے لگے۔

۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) میں جب حجاز میں تبلیغی کام کا (جو کئی سال سے جاری تھا) اہل عرب اور علمی وادبی حلقوں میں متعارف کرانے کے لئے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف سے میرے حجاز جانے کا ایماء ہوا اور حضرت شیخ کی طرف سے اس کی تائید، تو میں نے اپنے ساتھ والدہ محترمہ اور اہلیہ کو بھی ساتھ لینے کا قصد کیا کہ وہ بھی میرے ساتھ حج کی سعادت سے مشرف ہو جائیں، بعد میں ہمشیرہ مرحومہ سیدہ امۃ اللہ تسنیم مصنفہ ''زادِ سفر'' بھی اس قافلہ میں شامل ہو گئیں حضرت شیخ نے اپنی خداداد فراست اور ذہانت (جس میں ان کو اپنے اقران وا ماثل میں امتیاز حاصل تھا) یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ جا رہے ہو، مستورات کا ساتھ ہے تمہیں وہاں ان کی موجودگی میں دعوت کے کام کے لیے یکسوئی اور فراغ خاطر حاصل نہیں ہوگا، اور اگر تم نے اس کے لیے اپنے کو فارغ کر لیا، تو رفقاء سفر کو تکلیف اور پریشانی ہوگی، اس لیے تم اپنے ساتھ رفیق و معاون کے طور پر محمد ثانی کو لے جاؤ، اس عرصہ میں حضرت شیخ کو عزیز مرحوم سے خاصی مناسبت ہو گئی تھی اور وہ ان کی فطری خصوصیات سے ایک صاحب نظر اور تجربہ شیخ و مربی کی حیثیت سے باخبر تھے، حضرت شیخ کا یہ مشورہ نہایت صائب اور بڑی دقیق النظری پر مبنی تھا۔

ہمارا مختصر قافلہ ۲۶؍جون ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوا، اور جنوری ۱۹۴۸ء کی آخری تاریخوں میں ہندوستان واپس ہوا، مسافت اور مدت دونوں کے لحاظ سے یہ طویل وقفہ اور اس کی شب و روز کی رفاقت، قریب ترین اور عزیز ترین رفقاء کی بھی مزاجی ناہمواریوں، اور باطنی کمزوریوں سے واقف ہونے کے لیے بہت کافی ہوتا ہے، حضرت عمرؓ کے حالات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ان سے اپنے کسی دوست کی تعریف کی، انہوں نے فرمایا کہ کیا کبھی تم سے اس کا معاملہ پڑا؟ اس نے کہا کہ نہیں، فرمایا کبھی اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ سفر کیا ہے؟ کہا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر تمہارا یہ تاثر اور فیصلہ قابل اعتبار نہیں، اس سفر میں مرحوم کی جو سب سے بڑی صفت دیکھنے میں آئی، وہ ان کی بے نفسی اور حب جاہ سے عدم مناسبت تھی، انہوں نے اس پورے سفر میں اپنی رفاقت کا مقصد، اپنے بزرگ شرکائے قافلہ کی خدمت واعانت قرار دیا، اور اپنے کو کسی اعزاز اور امتیاز کا مستحق نہیں سمجھا، بازار سے سودا لانا مستورات کو جن میں سے ایک ان کی حقیقی نانی، ایک حقیقی خالہ اور ایک ممانی تھیں مسجد نبویؐ اور حرم شریف میں لے جانا، عورتوں کے حصہ میں ان کو بٹھانا، مواجہہ شریف پر سلام پیش کرانا، مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں اور حجاج کے اژدحام میں دن میں دو تین بار طواف کرانا، جس کی دقتوں سے وہ لوگ واقف ہیں جنہوں نے اپنی مستورات کے ساتھ کبھی حج کیا ہے، خاص طور پر مکہ معظمہ میں حج سے پہلے پہلے ہمارا قیام رباط ٹونک محلہ شامیہ میں تھا، جس کا حرم شریف سے خاص فاصلہ ہے، لیکن وہاں بھی اس کی پابندی کرتے رہے، اور کبھی ان کی پیشانی پر ادنی شکن نہیں آئی وہ سمجھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوگنا سعادت کا موقع دیا (حج وزیارت اور بزرگوں کی خدمت۔)

اپنی اس مصروفیت کے ساتھ وہ میرے ساتھ اہم مجلسوں میں بھی شریک ہوتے تھے، خاص طور پر امام حرم اور خطیب اول شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ کی بعد عصر کی مجلس میں جو حرم شریف ہی کے ایک بالائی حصہ میں ہوتی تھی شرکت کرتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے علمائے مکہ سید علوی مالکی، شیخ محمد الغزالی المغربی، شیخ حسن مشاط، سید امین الکتبی کی علمی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے، ایک دوبارہ وہ ملک عبدالعزیز ابن سعود کے بھائی امیر مساعد کی مجلس میں بھی میرے ساتھ گئے، حج کے بعد ہم لوگ باب ابراہیم پر مدرسہ فخریہ کے مکان پر منتقل ہوگئے، اور بعد مسافت کی وہ زحمت جاتی رہی، لیکن طواف وعمرے کی ذمہ داری پھر بھی عزیز مرحوم ہی کی تھی۔

مدینہ طیبہ کے قیام میں مجھے خیال آیا کہ ''زاد المعاد'' کا انتخاب کروں اہل علم جانتے ہیں کہ اس میں سیرت کے واقعات کے ساتھ فقہی، نحوی، کلامی اور لغوی مباحث مخلوط ہیں، میرا عرصہ سے خیال تھا کہ سیرت کے واقعات کو الگ کرلوں، پھر کبھی موقع ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

تو فقہی مسائل اور محمد ثانی تحقیقات کو مرتب کر لیا جائے گا، مدینہ طیبہ کے قیام کو سیرت کے موضوع سے خاص مناسبت ہے، میں نے بہ نام خدا یہ کام شروع کر دیا اور خیر الزاد کے نام سے ایک انتخاب مرتب کرنے کا آغاز ہو گیا، معمول یہ تھا کہ ریاض الجنۃ میں ہم دونوں بیٹھ جاتے، میں بولتا اور محمد ثانی مرحوم لکھتے، جب غزوۂ احد کے بیان کی باری آئی تو خیال ہوا کہ یہ حصہ احد ہی میں مرتب کیا جائے، جبل احد کے قریب شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے برادر اصغر مولانا سید محمود صاحب کا ایک مکان تھا جو قصر ابیض کہلاتا تھا، مولانا ہی نے ہم لوگوں کو مدرسہ علوم شرعیہ کے ایک مکان میں جگہ دی تھی، ہم نے ان سے ان کے قصر ابیض میں ایک رات گزارنے کی اجازت لی، جو انہوں نے بخوشی منظور کی، اور ہم اپنے سب گھر والوں کے ساتھ شام ہی کو وہاں چلے گئے، کھانا پکانے کا سامان بھی لے گئے، میں نے ''زاد المعاد'' سے احد کا بیان سید الشہداء حمزہؓ کے مزار مبارک کے قریب ترکوں کی بنائی ہوئی [1] جو مسجد تھی اس میں لکھنا شروع کیا اس حصہ کو پورا کرنے کے بعد ہم لوگوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جہاں تک یاد ہے، مرحوم نے اپنے لیے شہادت کی دعا کی، اور اندازہ ہے کہ وہ قبول ہوئی، مرحوم نے اپنے مدینہ طیبہ کے قیام کے زمانہ میں بقیع شریف آنے جانے کا بڑا معمول رکھا، وہ وہاں کے آسودگان خاک پاک کے قبور، ان کے جائے وقوع کی ترتیب سے ایسے واقف ہو گئے تھے کہ ان کو اس کا حافظ کہا جا سکتا ہے، مرحوم نے اسی سفر میں سفر نامہ بھی لکھنے کا معمول رکھا، جو بڑا موثر اور پر از معلومات ہے، لیکن افسوس ہے کہ ان کی زندگی میں شائع نہیں ہو سکا۔

پہلے سفر حجاز ۱۹۴۷ء سے ہندوستان واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو ان کی تواضع حرمین شریفین کا ادب اور وہاں کے قیام سے فائدہ اٹھانے اور وقت کو کام میں لگانے کی حرص، معلوم ہوتا ہے ایسی قبول ہوئی ایک حج گزرنے کے بعد پھر ۱۹۴۹ء میں ان کو وہاں دوبارہ حاضری کا موقع دیا، اور غیب سے انتظام فرمایا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رفیق محترم مولانا محمد منظور نعمانی نے حج کا قصد فرمایا، ان کو اپنے کسی عزیز کی طرف سے حج بدل

---

(۱) اب وہ مسجد ختم کر دی گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرانے کی پیش کش ہوئی، اس کے لیے انہوں نے عزیزی محمد ثانی مرحوم کا انتخاب کیا کہ وہ فریضہ حج سے فارغ ہو چکے تھے، اس سفر اور فریضہ کی ذمہ داریوں اور نزاکتوں سے واقف بھی تھے اور مولانا ان کے صلاح وصلاحیت سے متاثر بھی، اس سفر میں انہوں نے نہ صرف حج بدل کی خدمت انجام دی بلکہ مولانا کو ان سے مدد و سہولت بھی حاصل ہوئی، جس سے مولانا اخیر تک متاثر اور اس کے معترف رہے، اور اس کا اظہار انہوں نے اپنے اس مضمون میں کیا ہے جو مرحوم کی وفات پر ''الفرقان'' میں لکھا ہے۔

اس ۱۹۴۹ء کے بعد سے ۱۹۸۰ء تک ان کو وہاں دوبارہ حاضری کا موقع نہیں ملا، ان کے دونوں بھائی عزیزان محمد رابع اور محمد واضح سلمہما اکثر میری معیت میں میرے معاون اور رفیق کے طور پر متعدد بار وہاں حاضر ہوئے، انہوں نے ایک موقع پر اپنے عزیز بھائی محمد رابع کو مخاطب کر کے کچھ شوقیہ اور دعائیہ اشعار بھی کہے اور ان کو حجاز بھیجے جس سے ان کے دلی جذبہ کا اظہار ہوتا ہے، میں اس توفیق پر ہمیشہ خدا کا شکر ادا کروں گا کہ ۱۹۸۱ء میں جب مجھے رابطہ کی ایک مجلس المجمع الفقہی میں شرکت کے لیے دعوت نامہ موصول ہوا تو میں نے اپنے رفیق کے طور پر (جس کو ساتھ لینے کی رابطہ ہمیشہ اجازت دیتا ہے اور انتظام کرتا ہے) محمد ثانی مرحوم کا انتخاب کیا، اس انتخاب میں برادر عزیز سید حسن عسکری طارق کی تحریک کو بھی دخل تھا اور اس کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ حضرت شیخ کی علالت، نازک مرحلہ سے گزر رہی تھی، خیال یہ ہوا کہ وہ عمرہ بھی کر لیں گے، مدینہ طیبہ حاضری بھی ہو جائے گی، اور حضرت شیخ کی خدمت میں ان کو کچھ دن رہنے کا موقع بھی مل جائے گا، طارق صاحب بھی ہندوستان سے اس سفر میں ساتھ تھے، مکہ معظمہ میں قیام حرم شریف کے سامنے اور باب الہجرہ اور باب العتیق کے بالمقابل فندق الفتح میں تھا جس کی وجہ سے حرم شریف میں حاضری کی بڑی سہولت تھی، مرحوم نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا، اور تقریباً اپنے تمام مرحوم بزرگوں اور خاندان کے اسلاف ومشائخ کی طرف سے طواف کیے، جن کی تعداد روزانہ ایسی ہوتی تھی کہ کوئی جفاکش، عالی ہمت ہی اس کو پورا کر سکتا تھا، شیخ کی علالت کے خیال اور ان سے ملنے کے شوق میں ہم لوگوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے مکہ معظمہ کا قیام مختصر رکھا، اور مدینہ طیبہ میں غالباً جامعہ اسلامیہ کی کمیٹی بھی تھی جس میں مجھے شرکت بھی کرنی تھی، ہم لوگ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے عرصہ دراز سے میرا قیام شارع ابی ذر باب التمار کے سامنے بستان نورولی میں رہتا ہے، وہاں سے مسجد نبوی کا فاصلہ ہے، میں اپنی کمزوری کی بنا پر پانچوں وقت موٹر سے جایا کرتا تھا، لیکن جہاں تک یاد آتا ہے وہ موٹر پر بیٹھ کر جانے سے امکانی حد تک بچتے تھے اور ہمیشہ پیدل حاضری دیتے اور شریک رہتے، حضرت شیخ بھی ان کے آنے سے بہت مسرور ہوئے اور حسب معمول بڑی شفقت فرمائی، اس کے بعد ان کا حضرت شیخ سے ملنا نہ ہوا۔

ہندوستان واپسی کے بعد انہوں نے حضرت شیخ سے اپنا تعلق نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ اور ترقی ہوتی رہی اور شیخ کو ان کی علمی و ادبی صلاحیتوں کا بھی علم ہوا جس کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پر ان کی سوانح لکھنے کا نازک اور دشوار کام ان کے سپرد کیا، جو لوگ اس دعوت کے مزاج اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے وہبی کمالات وجذبات، دعوت کی وسعت و عالمگیری سے واقف ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کام کتنا وسیع اور عظیم تھا، انہوں نے یہ سوانح تھوڑی مدت میں مرتب کر لی، جو ۸۰۴ صفحات میں آئی کہا جا سکتا ہے کہ کسی معاصر تحریک و دعوت کی تاریخ اس کے اثرات و فتوحات اور معاصرین میں سے کسی داعی کی سوانح اتنی تفصیل سے اردو میں مرتب نہیں ہوئی ہوگی (۱)، اس کتاب کی تالیف سے ان کے شیخ و مرشد کو (جن کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے غیر معمولی تعلق تھا) جو خوشنودی اور خنک چشمی اور ان کی جو دعائیں حاصل ہوئی ہوں گی اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں، ان کی سعادت مندی تھی کہ انہوں نے اس کتاب میں حضرت شیخ کے حالات کا حصہ بجائے خود لکھنے کے مجھ سے لکھوایا وہ اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور اس نازک ذمہ داری کو قبول کرنے سے ہچکچاتے تھے، اس زمانہ میں ان کی نظر خاصی کمزور

---

(۱) حال ہی میں اس کا عربی ایڈیشن ان کے ہی برادرزادہ مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی کے قلم سے دار البشائر الاسلامیہ جدہ سے شائع ہوا ہے، ترجمہ کی تحریک میں مولانا تقی الدین ندوی کا خصوصی دخل رہا، جزاھما اللہ تعالی خیر الجزاء۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

ہو چکی تھی، اور وہ زیادہ لکھنے پڑھنے کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، لیکن انہوں نے اس کی بالکل پرواہ نہیں کی، یہ کام پورے طور پر ان کے دل ودماغ اور اعصاب پر مستولی ہو گیا، اور اس وقت تک انہوں نے قلم نہیں رکھا جب تک پورا نہ ہو گیا، یہ سوانح ہندوستان اور پاکستان میں بار بار چھپی اور اس کی حیثیت صرف ایک تاریخی دستاویز کی نہیں ہے بلکہ ایک شوق انگیز اور حوصلہ خیز دعوتی کتاب کی بھی ہے، انہوں نے اتنا ہی اپنی سعادت مندی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ جب مولانا محمد یوسف صاحب کے فرزند گرامی مولوی محمد ہارون مرحوم نے عین عنفوان شباب میں اپنے بزرگوں اور عزیزوں کو بالخصوص حضرت شیخ کو (جو ان کے حقیقی نانا تھے) داغ مفارقت دیا، اور ان کو حضرت شیخ کے (ان کے تعلق سے) قلبی تقاضہ کا علم ہوا، تو انہوں نے ان کی بھی ایک مختصر سوانح لکھی، ان دونوں کتابوں کے بعد حضرت شیخ نے اس سے بھی بڑا کام ان کے سپرد کیا کہ اپنے مربی ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی از سر نو سوانح کی ترتیب کا نازک اور دشوار کام ان کے سپرد کیا، نازک اس لیے کہ حضرت کی سوانح میں حضرت کے خلیفہ اور مرید باختصاص مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی (جو ایک کہنہ مشق مصنف بلند پایہ عالم تھے) مستقل سوانح تذکرۃ الخلیل کے نام سے موجود ہے، لیکن ہر زمانہ کی ایک زبان اور اسلوب ہوتا ہے، حضرت شیخ کا ایماء ہوا جب کہ نوعمری اور اس بات کی موجودگی میں کہ انہوں نے حضرت کی زیارت ہی نہیں کی نہ ان کا زمانہ پایا، سوانح ترتیب دی، انہوں نے اس کام کو بھی ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور ''حیات خلیل'' کے نام سے کتاب کی تکمیل سے فراغت پائی کہ حضرت شیخ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور بڑی دعائیں دیں، ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''بعد سلام مسنون! تمہاری تالیف ''حیات خلیل'' کا مسودہ مدینہ پاک میں پہنچ کر موجب مسرت ہوا تھا، میں اس کو سن سن کر وہاں سے ہی واپس کرتا رہا، اللہ تعالیٰ تمہاری اس محنت کو قبول فرما کر دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے، ماشاء اللہ تم نے بڑی محنت وکاوش سے حالات تحقیق کے بعد جمع

www.abulhasanalinadwi.org

کیے۔" (مکتوب مورخہ ۲۱؍رجب ۱۳۹۶ھ) از سہارنپور "حیات خلیل"۔

اس سعادت مندی اور اطاعت شعاری اور اپنے تصنیفی علمی مشاغل کے ساتھ وہ اپنے سلسلہ کے اذکار واشغال میں بھی برابر مشغول رہے اور کثرت سے سہارنپور حاضری دیتے رہے، جب تک مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری حیات رہے وہ رائے پور بھی حاضری دیتے اور کئی کئی روز قیام کرتے، حضرت نہ صرف میرے تعلق اور نسبت کی بنا پر بلکہ ان کی صلاحیت وسلامت روی اور استعداد کی بناء پر ان پر خصوصی توجہ اور شفقت فرماتے تھے، اس سب کا نتیجہ قدرتاً یہ نکلا کہ حضرت شیخ نے سہارنپور کے ایک رمضان کے قیام میں ان کو اجازت مرحمت فرمائی (۱)، حضرت شیخ کے ان کے بارے میں تاثرات اور تعلق کا خاص اندازہ ایک تعزیتی مکتوب سے ہوسکتا ہے جو میری مرتب کی ہوئی سوانح حضرت شیخ الحدیث کے صفحہ ۱۷۰، ۱۷۴ پر دیکھا جاسکتا ہے اس میں ارشاد فرماتے ہیں "اس وقت رہ رہ کر عزیز مرحوم کی خوبیاں اور باتیں یاد آرہی ہیں، اور آپ کا بھی خیال بار بار آرہا ہے کہ آپ پر کیا گذری ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ نے عزیز مرحوم کو جو وہبی محاسن اور صلاحیتیں اور اکتسابی کمالات عطا فرمائے تھے ان میں ایک صلاحیت وکمال کا اضافہ کرنا ضروری ہے جس سے کم سے کم مجھ راقم السطور کو کوئی حصہ نہیں ملا، وہ ان کی طبیعت کی موزونیت اور شعر گوئی وسخن سنجی کی قابلیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت آسان کردی تھی، ان کی صورت وسیرت دیکھ کر اور ان کی خاموشی اور قناعت کو سامنے رکھ کر کوئی آسانی سے مان نہیں سکتا کہ یہ ان کا کلام ہے، میں خود بارہا تصویر حیرت بن گیا کہ انہوں نے بہت جلد ایک نظم لکھ دی، مثال کے طور پر ان کا نعتیہ کلام جو علاحدہ سے بھی شائع ہوگیا ہے اور وداع رمضان کی وہ نظم پڑھی جائے جو انہوں نے اپنے شیخ کے سہارنپور میں رمضان گزارنے کے موقع پر کہی تھی، یہ نظم جو مولانا معین الدین صاحب نے بلند آواز سے پڑھی (میں بھی اس وقت حاضر تھا) تو یک سماں بندھ گیا، اور شیخ پر ایک اثر معلوم ہوتا تھا، نظم کا مطلع ہے۔

---

(۱) مولانا محمد ثانی حسنی کی ہی ایک تحریر سے ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رحمت حق آئی قسمت در چلے سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے

اس نظم کے تین شعر سنتے چلئے۔

نور سمٹا چاندی پھیکی پڑی سر چھپانے کو مہ واختر چلے

ماہ رحمت کے شب وروز وسحر ہر طرف تم نور برسا کر چلے

تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی تم چلے ارمان سارے مرچلے

آخر دو شعر جن میں انہوں نے خواجہ میر درد کے مشہور شعر کو شامل کیا ہے جب پڑھے گئے تو آنکھیں اشک بار تھیں۔

اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی جانے کب. در بند ساقی کر چلے

ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

ایک زمانہ میں عزیزان مولوی اسحاق جلیس ندوی مدیر تعمیر حیات اور عزیز القدر محمد میاں مرحوم نے مشورہ کیا کہ ندوہ کا کوئی ترانہ ہونا چاہیئے جو اس کی تقریبات اور جلسوں میں پڑھا جائے، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ترانہ کے بعد جو مجاز رودولوی کا کہا ہوا ہے، مشکل سے توقع کی جاسکتی تھی کہ کوئی ایسا برجستہ اور پر اثر ترانہ کسی عربی مدرسہ کا کہا جاسکتا ہے، مرحوم نے ترانہ نظم کیا اور ایسا نظم کیا کہ اس کے بعد اس کی تقلید کی بہت کوشش کی گئی، لیکن میرے علم کی حد تک کسی ادارہ یا مدرسہ کا ترانہ ابھی تک ایسا برجستہ اور پر اثر نہیں سنا گیا۔

ان کی طبیعت کی موزونیت اتنی وسیع اور کامل تھی کہ وہ عربی میں بھی شعر کہہ لیتے تھے، عربی لکھ بھی لیتے تھے اور آل انڈیا ریڈیو سے ان کی متعدد تقریریں بھی نشر ہوئیں۔

مرحوم کا ایک خاص وصف ان کی جامعیت بھی تھی، عام طور سے علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والوں کو زمین وجائداد کے انتظام اور تعمیرات وغیرہ کے کاموں سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی، لیکن مرحوم اپنی ساری علمی اور تحریری مشغولیتوں کے ساتھ ایک اچھے منتظم اور کاموں کے نگراں تھے، تعمیر کے کام سے بھی ان کو بڑی مناسبت تھی، اور ان کی ہدایت اور منصوبے کے مطابق بعض اچھی تعمیرات ہوئیں، ان کے دونوں بھائی (سلمہما اللہ تعالی) عزیزان مولوی محمد رابع ندوی او مولوی محمد واضح ندوی تعلیم ومطالعہ اور تحریر

www.abulhasanalinadwi.org

وتصنیف میں مشغول رہتے تھے زمینوں کا انتظام، آب پاشی کا انصرام، باغات کی فصلوں کی فروخت کا سارا کام وہ تنہا انجام دیتے تھے، اور ان کے کارپرداز اور ملازمین عام طور سے ان سے خوش رہتے تھے۔

ان کی زندگی کا آخری کارنامہ اور یادگار موضع تنیدوا (حال امین نگر رائے بریلی) جو ہم لوگوں کے قدیم آبائی وطن نصیر آباد کے جوار میں ہے اور ہمارے خاندانی بزرگوں اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ کے مشائخ اور مصلحین کی کوششوں کے اثرات ابھی تک وہاں موجود ہیں، لیکن ان میں انحطاط کے آثار شروع ہوچکے ہیں، مدرسہ فلاح المسلمین کا قیام ہے جو ۲؍دسمبر ۱۹۶۶ء کو عمل میں آیا جس کا ندوۃ العلماء سے الحاق ہے وہ اس کے بانی اور ناظم اول تھے ان کا اس سے شغف اور تعلق روز بروز بڑھتا جارہا تھا، یہاں تک کہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کو اس سے اولاد کا تعلق پیدا ہوگیا تھا، وہ دن رات اس کی ترقی وتوسیع کی فکر میں رہتے تھے اور غالباً سونے میں خواب بھی اس کا دیکھتے ہوں گے، عمارتوں کی تکمیل طلبہ کی اخلاقی تربیت اساتذہ کے تعلقات کی استواری، قرب وجوار میں تبلیغ واصلاح کی کوششیں، ہر وقت ان کے مدنظر رہتی تھیں، اس کے سالانہ جلسے بڑے ذوق وشوق سے کرتے تھے، اور اس میں ندوہ کے اساتذہ اور باہر کے علماء کو بھی بلاتے تھے ان کی زندگی میں اس کی مسجد کی تکمیل ہوگئی اور متعدد پختہ عمارتیں بھی بن گئیں، لیکن وہ اس کو ایک دارالعلوم اور مرکز دعوت وارشاد بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے کہ وہ اس خواب زندگی سے بیدار ہوکر اپنے خالق کے حضور پہنچ گئے کہ

"الناس قیام فاذا ماتوا انتبھوا"

ان کی دینی خدمات میں سے ایک رسالہ "رضوان" کا اجراء بھی ہے جو انہوں نے اپنی محترم خالہ صاحبہ سیدہ امۃ اللہ تسنیم عرف عائشہ بی کی شرکت اور معاونت میں ۱۹۵۶ء میں جاری کیا وہ خود بھی صاحب علم تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو طبیعت کی موزونیت اور شعر گوئی کی غیر معمولی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی جس کا شاہد ان کا نعتیہ کلام اور مناجاتوں کا مجموعہ "کلید باب کرم" ہے اور یہ مضمون ان کے مستقل تعارف کا

www.abulhasanalinadwi.org

متحمل نہیں، یہ رسالہ ابھی تک الحمدللہ جاری ہے اور اب انھیں کے گھر کے چشم و چراغ عزیزی مولوی سید حمزہ حسنی سلمہ اور ان کی عزیز بہنوں کی معاونت میں چل رہا ہے۔

ابھی اس خدمت علم ودین، تصنیف وتالیف اور فلاح المسلمین کا کام مختلف شکلوں میں جاری تھا اور امید تھی کہ وہ اپنے آبائے کرام کی عمر طبعی کو (جو ماشاء اللہ اچھی عمریں پا کر دنیا سے رخصت ہوئے) پہونچیں گے اور اپنے ہی کاموں کو نہیں بلکہ اپنے بزرگوں کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کریں گے کہ خود اپنے شیخ کی زندگی میں (جو خود چراغ سحری ہو رہے تھے) حضرت شاہ علم اللہؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان کا یہ روشن چراغ جس سے اسی قرب وجوار ہی میں نہیں، دور دور روشنی پہونچنے کی امید تھی، قضاوقدر کے فیصلہ کے مطابق ایک تکلیف دہ علالت کے بعد جس میں ان کے درجات بلند ہوئے ہوں گے اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے مطابق درجہ شہادت عطا فرمایا ہو، موت کے جھونکے سے بجھ کر رہ گیا۔

انتقال کے وقت ان کی عمر کل ۵۷ سال تھی [۱]، اس بارے میں ان کو اپنے دادیہالی بزرگوں کے بجائے جنہوں نے طویل عمروں میں وفات پائی ان کو اپنے باکمال نامور نانا مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب سے مماثلت رہی جنہوں نے عیسوی حساب سے ۵۳ سال کی عمر میں اور ہجری حساب سے ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی، لیکن اس عمر میں انہوں نے وہ کام کیا جو ایک آدمی نہیں اکیڈمی کرتی ہے۔

ولله ما أخذ ولله ما أعطى و كل شي عنده بأجل مسمىٰ

□□□

(۱) ان کا انتقال ۱۶ر فروری بروز منگل ۱۹۸۲ء مطابق ۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کو لکھنؤ میں ہوا اور رائے بریلی میں روضہ شاہ علم اللہ میں مولانا سید محمد الحسنی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، لکھنؤ میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور رائے بریلی میں مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں لوگوں کا اتنا اژدحام تھا جو کم دیکھنے میں آیا۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

ماخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ/قلمی
۱	اعلام الہدیٰ	مولانا محمد نعمان نصیرابادی	قلمی فارسی
۲	منظورۃ السعداء	مولانا جعفر علی نقوی	″ ″
۳	مخزن احمدی۔	مولوی سید محمد علی	مطبوعہ فارسی
۴	سیرت علمیہ	مولانا سید فخر الدین خیالی	قلمی فارسی
۵	سیرت السادات	″ ″ ″	″ ″
۶	مہر جہانتاب	″ ″ ″	″ ″
۷	اغصان اربعہ	مولانا ولی اللہ فرنگی محلی	″ ″
۸	وصایا وزیری	نواب وزیر الدولہ والی ٹونک	″ ″
۹	وقائع احمدی	″ ″ ″	قلمی اردو
۱۰	آئینہ اودھ	میر ابوالحسن مانک پوری	مطبوعہ اردو
۱۱	تذکرہ مشاہیر کاکوری	مولانا محمد علی حیدر علوی کاکوری	″ ″
۱۲	اخبار الاخیار	مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ	قلمی فارسی
۱۳	نزہۃ الخواطر	″ ″ ″	مطبوعہ عربی
۱۴	گل رعنا	″ ″ ″	مطبوعہ اردو
۱۵	تذکرہ علماء ہند	مولانا رحمٰن علی	″ ″
۱۶	سیرت سید احمد شہید	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	″ ″
۱۷	کاروان ایمان وعزیمت	″ ″ ″	″ ″
۱۸	جماعت مجاہدین	مولانا غلام رسول مہر	″ ″
۱۹	سرگزشت مجاہدین	″ ″ ″	″ ″

www.abulhasanalinadwi.org

ضمیمہ

تذکرہ اہلیہ محترمہؒ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

و

والدین ماجدین مصنف کتاب ''خانوادہ علم اللہی''

بقلم

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

www.abulhasanalinadwi.org

سیدہ طیب النساءؒ

(اہلیہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

محترمہ سیدہ طیب النساء طیبہ بی کے نام سے معروف تھیں، ان کے ایک بھائی سید سراج النبی مرحوم اور دو بہنیں تھیں، دونوں بہنیں اور بھائی بھی ان سے بڑے تھے(۱)، اخلاق وسیرت میں خاندان کی دوسری صاحبزادیوں کی طرح ممتاز اور فیاض اور خوش اخلاق تھیں، خال معظم مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کی والدہ ان کی حقیقی پھوپھی تھیں، اور ان کو خاندان میں دینی مزاج رکھنے میں بڑا امتیاز حاصل تھا، انہوں نے اپنی ان بھتیجی کا اپنے عظیم المرتبت صاحبزادے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

---

(۱) محترمہ سیدہ طیب النساء صاحبہ سے دو بڑی بہنوں میں ایک سیدہ سراج النساء حافظ سید حبیب الرحمٰن صاحب حسنی کے نکاح میں آئیں، حافظ سید حبیب الرحمٰن صاحب کا تذکرہ کتاب میں گزر چکا ہے، دوسری بہن اطہر النساء سید حسن مجتبیٰ حسنی مرحوم کے نکاح میں آئیں، سید حسن مجتبیٰ صاحب نیک سیرت، خوش مزاج اور با اخلاق شخص تھے، ان کے بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ''ان کا حادثۂ وفات ۲۱ رشوال ۱۴۱۸ھ (۱۹ رفروری ۱۹۹۸ء) کو پیش آیا، (وہ) سماعت ونطق کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، نماز کے بے حد پابند اور آخرت کا خیال رکھنے والے تھے، کولہے کے فریکچر نے ان کو معذور بنا کر لاغر کر دیا تھا، ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی''۔ (کاروان زندگی ۸۱/۷) سید حسن مجتبیٰ مُنّی میاں کے نام سے معروف تھے، خدمت کا بڑا جذبہ تھا، کھانا کھانے کا معمول ہمیشہ حضرت مولانا علی میاں کے ساتھ رکھا، جو بھی کام کرتے پابندی سے کرتے۔ دو صاحبزادے (سید علی مرتضیٰ حسنی، سید محمد مصطفیٰ حسنی صاحب) اور تین صاحبزادیاں (رفیعہ حسنی اہلیہ ابوعبیدہ فریدی مرحوم، صوفیہ اہلیہ سید نور الاسلام نور میاں ہنسوی صاحب، اور سیدہ ریحانہ حسنی اہلیہ مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب پسر مولانا عبدالسلام فاروقی مرحوم فرزند امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ)

www.abulhasanalinadwi.org

کے لیے انتخاب کیا، اس طریقہ سے وہ ان کے گھر میں آئیں اور اپنی دینی وعلمی لحاظ سے معروف پھوپھی کے ساتھ تاحیات رہیں، اور مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کو تقویت حاصل رہی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی دینی اور علمی مشغولیتوں میں رہتے اور اس میں ان کو اپنی رفیقۂ حیات سے تقویت حاصل ہوتی، طیبہ بی کے دادا مولانا سید شاہ ضیاء النبی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نانا تھے اور خاندان میں اپنے وقت کے سب سے بڑے بزرگ اور مرشد تھے، ان سے منسلک لوگ رائے بریلی سے اعظم گڑھ تک پھیلے ہوئے تھے ان کی بزرگی کے اثرات ان کی نسل میں آئے تھے جو ان کی صاحبزادی کے ذریعہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو اور صاحبزادے کے ذریعہ مولانا کی اہلیہ طیبہ بی کو پہونچے تھا۔

طیبہ بی کو آخر عمر میں کچھ اعصابی امراض سے سابقہ پڑا، جو بتدریج بڑھتے گئے، اور اعصابی طور پر ان کی صحت بہت متاثر ہوگئی۔ بالآخر ۷۷ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کا مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی پر بہت اثر پڑا اور خاندان کے دوسرے حضرات نے بھی اس کو بہت محسوس کیا، مولانا نے ان کے انتقال پر کاروان زندگی میں تأثرات تحریر کیے جس سے اس تأثر وتعلق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی لکھتے ہیں:

۱۵/دسمبر ۱۹۸۹ء کو عشاء کے وقت عین نماز عشاء ادا کرنے کے بعد راقم کی رفیقۂ حیات (سیدہ طیب النساء) نے اچانک داغ مفارقت دیا، اور نصف صدی کی مسلسل ومکمل رفاقت کے بعد وہ جُدا ہوئیں، مرحومہ میری حقیقی ماموں زاد بہن بھی تھیں، ان کے دادا (میرے نانا) حضرت سید شاہ ضیاء النبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشائخ کبار، اور اہل اللہ میں سے تھے، والد ماجد مولانا حکیم

www.abulhasanalinadwi.org

سید عبدالحی صاحبؒ نے جو تراجم و تذکرہ کے سلسلہ اور مدحیہ الفاظ کے استعمال میں بڑے محتاط ہیں، اور ناپ تول کر بڑی احتیاط سے تعریفی الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور اس بارہ میں شہرت وعقیدت، یا محبت و قرابت کا بھی پاس نہیں کرتے، ان کے تذکرہ میں حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں "بَرَکَةُ الدُّنیَا وَسِرُّ الوُجُود وَلُبُّ لُبَابِ العِرفَان" (دنیا کے لیے باعث برکت، مقصد خلقت وآفرینش کا مظہر اتم "وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونَ" کی تفسیر وتصویر "اور عرفان ومعرفت کا لُب لباب" تھے)۔

مرحومہ کے نانا منشی سید عبدالرزاق صاحب کلامی جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے حقیقی بھانجے سید حمید الدین صاحب کے پوتے تھے "صمصام الاسلام" (منظوم فتوح الشام) کے مصنف ہیں، جو پچیس ہزار بلیغ وجوش آفریں رجزیہ اشعار پر مشتمل ہے، مرحومہ کے والد میرے بڑے حقیقی ماموں سید احمد سعید صاحب مرحوم تھے، جو ضلع کے ایک بڑے زمیندار اور دیندار بزرگ خاندان ہونے کے ساتھ انگریزی سے (انگریزوں سے براہ راست حاصل کرنے کی وجہ سے) خوب واقف تھے، اس سب کے ساتھ معمولات وتلاوت واذکار کے پابند تھے۔

مرحومہ کی زندگی میں خاندانی خصوصیات، نماز، روزہ کی پابندی، عبادت وتلاوت کے شوق، دعا ومناجات کے علاوہ سب سے نمایاں وصف، غربا اور ضرورت مند اہلِ خاندان کی مدد، دادودہش، ہمدردی اور صدقہ وخیرات کی عادت تھی، جو قرب وجوار میں بہت معروف تھی، اور ان کے سفرِ آخرت کے بعد سب سے زیادہ اسی صفت کا تذکرہ ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا، زندگی زاہدانہ تھی، مال ودولت، فراغت وراحت اور جو چیزیں طبقۂ نسواں میں اہمیت رکھتی ہیں، کسی سے کچھ سروکار نہ تھا، ۱۹۴۷ء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو حج

www.abulhasanalinadwi.org

وزیارت کی سعادت بھی عطا فرمائی، تین مہینے (رمضان، شوال، ذیقعدہ) مسجد نبویؐ سے چند قدم کے فاصلہ پر جوار رسولؐ میں مدینہ طیبہ میں قیام کرنے اور تقریباً تین ہی مہینے مکۂ معظمہ میں قیام کی سعادت حاصل ہوئی، مکۂ معظمہ میں قیام کی ایک مدت باب ابراہیم پر بالکل حرم شریف کی بالائی منزل پر گزری۔

ان کی علالت کا سلسلہ بہت طویل تھا، اور متعدد قسم کی شکایتیں، جن میں قلبی دورے خاص طور پر تکلیف دہ اور آزمائشی تھے، ان امراض وتکالیف کو انہوں نے بڑے صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا، آخر میں انتقال کے دن سے دو تین ہفتے پہلے، گر جانے کی وجہ سے ایک بڑا فریکچر ہوگیا، جس کی سخت تکلیف تھی، ضعف وامراض کی وجہ سے آپریشن اور ہڈی جوڑنے کا تجربہ کار معالجین اور سرجنوں نے مشورہ نہیں دیا، اسی تکلیف میں (جس کا سلسلہ بعض اوقات مہینوں اور سالوں چلتا ہے) ۱۵؍دسمبر کو نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد بڑے سکون اور اچھی علامتوں کے ساتھ انہوں نے جان جان آفریں کے سپرد کی اور سفر آخرت اختیار کیا، اگلے دن ۱۶؍دسمبر کو بعد نماز ظہر نماز جنازہ ہوئی، عرصۂ دراز سے دائرۂ شاہ علم اللہؒ کے احاطہ اور میدان میں کسی جنازہ میں اتنا بڑا مجمع دیکھنے میں نہیں آیا، پھر تعزیتی خطوط اور تار بھی اندرون وبیرون ملک سے اتنی بڑی تعداد میں آئے جو اس سے پہلے یاد نہیں ہیں، اس موقعہ پر آنے والے خطوط اور خبروں سے معلوم ہوا کہ ان کے لیے دعائے مغفرت وایصال ثواب کا بھی اتنا اہتمام کیا گیا اور اس میں اس خلوص وعقیدت کا حصہ رہا جو بڑے خوش نصیبوں اور مقبول بندوں کے حصہ میں آیا کرتا ہے "وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم". (۱)

---

(۱) ماخوذ از کاروان زندگی، حصہ چہارم، ص: ۱۶۲-۱۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

آخر عمر میں نماز کا اہتمام بہت بڑھ گیا، ایک وقت کی نماز اول وقت ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کی فکر شروع ہو جاتی تھی، گھڑی کا عام رواج نہیں تھا، وقت شروع ہونے سے بہت پہلے پوچھنا شروع کر دیتی تھیں کہ نماز کا وقت ہو گیا، وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہو جاتیں اور جیسے وقت شروع ہوتا، نماز ادا کرتی تھیں، اور دوسروں کو ترغیب دیتیں کہ نماز پڑھو، غیبت سے بہت پرہیز کرتیں، اور لغو گفتگو کرنے والوں کو منع کرتیں، تسبیح میں اکثر مشغول رہتیں، تلاوت کا بڑا اہتمام تھا۔

سخاوت میں پورے خاندان میں مشہور تھیں، باہر سے تحفے ہدایا جو حضرت مولانا کے لیے آتے، وہ فوراً خاندان میں تقسیم کر دیتیں، خدمت کرنے والوں اور غریبوں کے لیے حصہ مخصوص کرتیں، نئے کپڑے تیار ہوتے تو پہنے ہوئے کپڑے چاہے وہ زیادہ پُرانے نہ ہوں، غریبوں کو دیتیں، حق گوئی میں کوئی رعایت نہ کرتیں، غلط بات پر فوراً ٹوک دیتیں، مہمان نوازی میں ان کو امتیاز حاصل تھا، مہمانوں کی تعداد بعض وقت بہت بڑھ جاتی، ان کو کوئی ناگواری نہ ہوتی، غریبوں کا خاص خیال کرتیں، مالی مدد کے ساتھ دل دکھانے سے بے حد پرہیز کرتیں، آخر میں تنہائی پسند کرنے لگی تھیں، اور بھیڑ سے اور عورتوں کے مجمع سے اور ملاقات سے ان کو بار محسوس ہوتا، دیر رات تک جاگنے اور باتیں کرنے پر بہت ناگواری ظاہر کرتیں، ان کے بڑوں نے ان کو تعلق و محبت میں ''ننھی بی'' کہا، اسی سے وہ معروف رہیں، آخر میں ان کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ (والدہ مرحومہ) سے اس قدر تعلق بڑھ گیا تھا کہ ان کے قریب ہی زیادہ تر وقت گزارتیں، رحمها الله تعالىٰ رحمة واسعةً.

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

والدین ماجدین

سید رشید احمد حسنیؒ

ہمارے دادا سید خلیل الدین صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ مولوی سید رشید الدین صاحب (برادر اکبر حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ) کے بڑے بیٹے تھے(۱) اور ایک باوجاہت اور بااثر ورسوخ شخصیت کے حامل تھے اور اپنے دینی جذبہ اور کچھ خاندانی اثرات کی وجہ سے عقیدہ توحید میں بڑی صلابت رکھتے تھے، اس وجہ سے ان کو اپنے عہد کے علماء اور مشائخ طریقت میں عالم ربانی ومربی جلیل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (م۱۳۲۳ھ) سے بڑی عقیدت ومحبت تھی اور وہ اسی تعلق سے اپنے عزیز قریب اور ماموں زاد بھائی مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی (م۱۳۴۱ھ) کے ساتھ ۱۳۱۲ھ میں دہلی اور اس کے اطراف دوآبہ کے سفر میں ساتھ ہوئے اور انہوں نے اپنے خاندان کے جلیل القدر مرشد ومصلح حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہونے کی درخواست کی، جو منظور ہوئی، اور اس طرح وہ حضرت گنگوہی سے اپنی عقیدت

---

(۱) مولوی سید رشید الدین صاحب کا سلسلہ نسب حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ تک اس طرح پہونچتا ہے:
مولوی سید رشید الدین بن مولانا سعید الدین صابر (برادر مولانا محمد ظاہر حسنی، خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) بن مولانا غلام جیلانی (برادر مولانا سید قطب الہدیٰ حسنی محدث تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) بن مولانا سید محمد واضح (خلیفہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) ابن مولانا سید محمد صابر بن مولانا شاہ آیت اللہ بن حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی رحمہم اللہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

ومحبت کو عملی شکل میں بھی لے آئے اور بیعت ہو گئے، ہمارے والد صاحب اس وقت پیدا ہو چکے تھے، ان کا نام بھی انہوں نے اسی تعلق سے رشید احمد رکھا تھا۔

والد صاحب کی ولادت ان کے اپنے آبائی وطن تکیہ کلاں رائے بریلی میں ۲۰ رصفر ۱۳۱۰ھ ۱۳ دسمبر ۱۸۹۲ء منگل کو ہوئی تھی، ان کی بڑی بہن جو اُن سے تقریباً ۱۴/۱۵ سال بڑی تھیں وہ بھی تنہا تھیں اور ایک عرصہ کے بعد والد صاحب کی ولادت ہوئی تو پورے خاندان میں بڑی خوشی کی بات محسوس کی گئی، اپنے والد کی وہ بھی تنہا نرینہ اولاد تھے، اور اللہ کو یہ منظور تھا، کہ سننے بولنے کی صلاحیت ان کے لئے مقدر نہ ہو اور وہ اس صلاحیت کے بغیر دنیا میں زندگی گزارنے کی ذمہ داری انجام دیں، اور الحمدللہ ان کی دیگر صلاحیتیں سننے بولنے کی صلاحیت نہ ہونے کے باوجود اس طرح کام کرتی رہیں، کہ سننے بولنے کی صلاحیت نہ ہونے کی کمی کا زیادہ احساس نہیں ہوتا تھا، ان کو بچپن میں حرف شناسی اور تحریر کی گھریلو مشق کرادی گئی تھی، ان کے والد سید خلیل الدین صاحب نے جو کہ آنریری مجسٹریٹ تھے ان کو تعلیم دینے کے لیے ایک مستقل استاد رکھا جس نے ان کو قرآن شریف کی تعلیم دی، اور اردو وانگریزی بھی سکھائی، ابتدائی تعلیم دینے میں مولانا فخر الدین خیالی (جد بزرگوار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) جو ہمارے دادا سید خلیل الدین صاحب کی کوششوں سے ان کے اندر یہ صلاحیت پید ہو گئی تھی کہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں، چنانچہ وہ قرآن شریف کی تلاوت اکثر کرتے، اور نماز کی سورتیں، تسبیحات زبان سے ادا کرتے، لکھنے کی بھی ان کو مشق ہو گئی تھی، چنانچہ جب ان کو مرکّب اور واضح بات کہنی ہوتی تو اس کو تحریر سے ادا کرتے تھے، تحریر صاف ستھری تھی، خط شکست میں نہیں تھی، اور اس کی ان کو ایسی مشق ہو گئی تھی، کہ کاغذ نہ ہوتا تو انگلی سے پیٹھ پر اس طرح لکھتے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ پیٹھ والا بات کو سمجھ لیتا، ورنہ الفاظ کی منھ سے ادائیگی میں ہونٹوں کے تغیرات کو دیکھ کر دیکھنے والے کو ان الفاظ کو سمجھنے میں مدد ملتی، جوان کے ہونٹ سے ادا ہوتے، اور ہاتھ کے اشاروں سے بات پوری طرح واضح ہوجاتی، اخلاق ومعاملات میں بہت متوازن اور معقول انداز نظر آتا، پڑھنے کی صلاحیت کی وجہ سے ان کو مطالعہ کا بھی شوق تھا خاص طور سے صلحاء اور علماء کے تذکرہ کا اور اصلاحی کتابوں کے مطالعہ کا، اس لئے ان کے دل میں اہل دین کی محبت اور عظمت کا احساس اور حسن خلق، مروت، سخاوت اور غرباء اور مساکین سے ہمدردی اور اعانت کا جذبہ غالب تھا، نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا اور ان سے ملنے والے ان کے اخلاق اور طرز معاملہ سے بہت متاثر ہوتے، متعدد آدمیوں کو ان سے ملاقات کے بعد تعریف کرتے سنا گیا کہ بڑے با اخلاق اور مہمان نواز شخصیت رکھتے ہیں، ان کی اس خصوصیت کا لوگ تذکرہ کرتے کہ دستر خوان پر ایک ایک مہمان پر نظر رکھتے ہیں، یہ ان کی اپنی فکر کی بات تھی کہ انہیں اصلاحی تعلق بھی قائم کرنے کی فکر ہوئی، اور وہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے بیعت بھی ہوگئے اور ان کے تعلیم کردہ معمولات پر عمل پیرا بھی رہے۔

وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے بہنوئی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی تھے، اور ایک واسطہ سے چچازاد بھائی بھی تھے، لیکن عمر میں ۲۰/۲۲ سال بڑے تھے مگر مولاناؒ کے دینی وعلمی مقام کا لحاظ کرتے ہوئے ان کا خیال رکھتے تھے، اور ان کے مہمانوں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور خود بھی ان کی مہمان نوازی کی طرف توجہ کرتے تھے، اپنی اولاد کو تعلیم وتربیت کے معاملہ میں ان کے سپرد کردیا تھا، اور یہ بات اس دور میں ایک مشکل بات تھی کیوں کہ معاشی اور دنیاوی زندگی کو انگریزوں کے اقتدار واثر کی بناء پر اس وقت کے شرفاء کے خاندان کے

اکثر افراد زیادہ اہمیت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور دینی تعلیم کو دنیاوی اعتبار سے ناکامی کی علامت سمجھا جاتا تھا، والد ماجدؒ سننے اور بولنے کی صلاحیت نہ ہونے کی بنا پر اولاد کی دنیاوی اور معاشی بہتری کے زیادہ قائل ہونے کے لائق تھے، اور ہر باپ اپنی اولاد کے مستقبل کی کامیابی کا خواہش مند ہوتا ہے اور اگر اس کی کچھ معذوری ہو تو اس کا یہ چاہنا بڑھ جاتا ہے، لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اور دینی تعلیم جو اس زمانہ میں دنیوی اعتبار سے ناکامی کی علامت سمجھی جاتی تھی، اپنی اولاد کے ماموؤں مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی جو کہ اس وقت ندوہ کے ناظم بھی تھے اور ان سے بے تکلف اور ہم عمر تھے، اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی جو اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء کے اہم استادوں میں تھے کے اختیار میں دے دی اور اس طرح مجھ کو اور میرے بھائیوں کو دینی تعلیم کی راہ اختیار کرنے کی سعادت ملی بڑے بھائی مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ نے ندوہ کی تعلیم کے ساتھ مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی سرپرستی میں رہ کر بھی تعلیم و تربیت حاصل کی، اور میں نے بھی کچھ دن مظاہر العلوم میں اور تقریباً ایک تعلیمی سال دار العلوم دیوبند میں لگایا لیکن میری تعلیم کا بڑا حصہ ندوہ کا رہا اور یہیں سے تکمیل کی، چھوٹے بھائی مولوی محمد واضح سلّمہٗ نے ندوہ میں ہی رہ کر تعلیم مکمل کی اور دعوتی تقاضوں کو سامنے رکھ کر کچھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی، سب سے بڑے بھائی سید محمود حسن مرحوم تھے جنہوں نے ۲۰/۲۱ سال کی عمر میں ایک بیماری کے نتیجہ میں انتقال کیا، وہ بھی تعلیم کے حصول کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء میں مقیم رہے تھے، لیکن پے در پے بیماریوں کی وجہ سے وہ تعلیم مکمل نہ کر پائے تھے، مگر ذہین تھے، اور والد صاحب کی بہت سی خصوصیات ان میں پائی جاتی تھیں، عین جواں عمری میں ان کا سانحۂ وفات والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے لئے ہی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے صدمہ کا تھا، مگر دونوں نے ہی نہایت صبر وتحمل سے اس صدمہ کو برداشت کیا، والد صاحب کو ایک بیٹی کی وفات کا بھی صدمہ اٹھانا پڑا تھا جس کا نام رابعہ تھا۔

۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی ملنے پر حکومت ہند نے کئی انقلابی اقدامات کئے، ایک اقدام زمینداری کے خاتمہ کا اعلان تھا اس سے مسلمانوں کے خاندان خاص طور پر زیادہ متاثر ہوئے، ہمارا خاندان بھی زمینداری کا رہا تھا، دنیاوی لحاظ سے وہی ذریعہ معاش تھا، زمینداری ختم ہونے سے دشواریاں سامنے آئیں، ان دشواریوں کی بھی ہمارے والدین محترمین نے پرواہ نہیں کی اور ہم لوگوں کے لئے وہی راستہ پسند کیا جو ہمارے ماموؤں نے ہم بھائیوں کے لئے اختیار کیا تھا۔ ہماری والدہ صاحبہ نے اس سلسلہ میں بڑے حوصلہ اور ہمت کا ثبوت دیا، اور تکلیفیں برداشت کیں، اور ان کا والد صاحب کو مطمئن رکھنے اور ان کی رائے بنانے میں بڑا کردار رہا، والد صاحب نے بخوشی اس کو قبول کیا اور اپنی تکلیفوں کا شکوہ نہیں کیا، ان کی یہ خصوصیت ہم لوگوں کی نظر میں آتی کہ وہ دین داری کو پسند کرنے والے اور خود اس پر عمل کرنے والے تھے، اپنی وضع قطع میں دینی عمل اختیار کرنے میں وہ پوری طرح پابند تھے، اور آخر میں تو مسجد سے اتنا گہرا تعلق ہو گیا تھا کہ وہاں وقت پر اذان ہونے اور نمازیوں کے وقت پر پہونچنے کی فکر کرتے تھے رات کے وقت خود چراغ جلاتے اور اگر صفائی کی ضرورت ہوتی تو خود صفائی کرتے اور اپنی اولاد کو مسجد اور نماز با جماعت کے اہتمام کی تاکید کرتے اور وقتاً فوقتاً ہم لوگوں کو دینی معاملہ میں باعمل رہنے کی تاکید کرتے تھے، وہ سب کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ رکھتے تھے، اور رشتہ داروں قرابتداروں کے ساتھ ان کی قرابتداری کا جو حق ہے پورے اخلاق کے ساتھ ادا کرتے ان کا بازار جانے اور خاندان کے لوگوں کی ضرورت کا سامان لانے کا معمول تھا اور اس خدمت پر خوشی

www.abulhasanalinadwi.org

نکا اظہار کرتے سخت گرمی اور سردی کے موسم میں اس میں کوئی تردد نہ ہوتا۔

والد صاحب کی بہن بتول بیؒ (والدہ برادر معظم سید حسن مجتبیٰ صاحب وسید حسن مثنیٰ صاحب رحمہما اللہ وسید محمد مسلم حسنی صاحب اطال اللہ بقاءہ) چونکہ عمر میں خاصی بڑی تھیں اور والد صاحب کو اپنی والدہ کے انتقال کا صدمہ بچپن میں ہی اٹھانا پڑا تھا اس لئے بہن کی شفقتیں ماں جیسی ملیں، ان کی یہ بہن ماں کی طرح رویہ رکھتی تھیں، اور وہ خاندان کی بڑی سمجھدار اور دیندار خاتون تھیں، ان کے ساتھ والد صاحب کو اپنی خالہ صاحبہ خیر النساء کی بھی شفقت ملی وہ بھی بڑی فکرمندی کا رویہ رکھتی تھیں، ان کی یہ خالہ جو بعد میں ان کی ساس بھی بنیں اور اپنی دینی خدمات، مناجاتوں ارشاد وتربیت اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی والدہ ہونے کی وجہ سے بڑی مشہور ہوئیں اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی مگر علم وعمل میں بڑی فائق خاتون تھیں، ان کی عمر والد صاحب کی بڑی بہن کی عمر کے تقریباً برابر تھی بلکہ ان کی یہ بہن اپنی خالہ سے ایک سال بڑی تھیں، اس طرح والد صاحب کو بہن اور خالہ کی محبت وشفقت اور توجہ سے گھر کے اندر ماں جیسی شفقت ملی، اپنے نانا اور پورے خاندان کے بزرگ وسرپرست اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ضیاء النبی حسنی (م ۱۹۰۶ء) کا بھی انہوں نے زمانہ پایا۔ اس طرح ان کی برکات سے بھی والد صاحب مستفیض ہوئے، دادیہالی رشتہ سے والد صاحب حضرت شاہ ضیاء النبی صاحب کے پوتے ہوتے تھے کہ ان کے حقیقی بڑے بھائی مولوی رشید الدین صاحب والد صاحب کے دادا تھے ان سب خاندانی نسبتوں کا اثر تھا کہ والد صاحب کی طبیعت میں وہ خوبیاں جمع ہوگئی تھیں، جن کو ان کے ملنے والے محسوس

کرتے تھے اوران کا چرچا کرتے تھے۔ والد صاحب اگر سنتے بولتے ہوتے تو یہ خوبیاں اور بھی زیادہ اجاگر اور نمایاں ہوتیں، اللہ نے ان کا فائدہ ان کی اولاد کو پہونچایا، اور انہوں نے اپنی اولاد کو جس راہ پر ڈالا تھا، اللہ نے ان کی اولاد کو اسی راہ پر رکھا، پھر انہوں نے اپنے پوتوں کے لئے بھی یہ راہ پسند کی اور پوتیوں کے لئے بھی کہ جنہوں نے بیٹی کی کمی پوری کی گھر کے دینی و علمی ماحول میں......جو ان کی خالہ صاحب سیدہ خیرالنساء بہتر مرحومہ (م ۱۹۶۸ء) کی کوششوں سے قائم تھا، اوران کی سرپرستی میں ان کی ذی علم وعمل صاحبزادی امۃ اللہ تسنیم صاحبہ (م ۱۹۷۶ء) تعلیم وتربیت کا نظام قائم کئے ہوئے تھیں، اسی ماحول سے اپنی پوتیوں کو فیض یاب کرایا، اور اللہ نے دینی فکروں کے ساتھ خوشحالی بھی عطا کی اور لوگوں کا یہ انداز غلط ثابت ہوا کہ یہ اپنی اولاد کو خالص دینی تعلیم دلاکر دوسروں کا دست نگر کررہے ہیں، اللہ نے خصوصی فضل فرمایا اوران کی نیت وارادہ کا فائدہ ان کی اولاد کو اللہ نے خوب عطا کیا۔

انہیں بیت اللہ شریف کی زیارت اور روضہ اقدس پر حاضری کا بڑا شوق تھا جو بے چینی کی حد تک پہونچا تھا۔ اللہ نے ان کے ارادہ کو بھی قبول کیا باوجود کبرسنی اور ضعف وعلالت کے صحت وقوت اور بہت حوصلہ کے ساتھ مناسک حج پورے کئے میرے لئے یہ سعادت کی بات تھی کہ میں ان کے اس مبارک سفر میں ساتھ تھا اس طرح مجھے ان کی اس خصوصیت کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، دوبارہ حج کرنے کا بھی ارادہ تھا لیکن پھر صحت اس قابل نہ رہی، چند سال اور حیات رہے، البتہ صحت کمزور ہوتی چلی گئی، انتقال سے چند سال پہلے موتیابند کا آپریشن کرایا، اس کے بعد اضمحلال آیا اور بیماریاں

www.abulhasanalinadwi.org

بڑھتی گئیں، زیادہ کمزوری لاحق ہوگئی، اور انتقال سے چند ماہ پہلے بالکل صاحب فراش ہوگئے، لیکن اللہ کا ان کے ساتھ خاص فضل یہ تھا کہ زبان پر کلمہ طیبہ برابر جاری رہتا، تسبیح پر درود شریف، استغفار بکثرت پڑھتے، کہتے تھے دن میں کئی کئی سو بار پڑھ لیتا ہوں، علالت میں نماز کا ایسا اہتمام تھا کہ شروع بیماری میں جمعہ کو سائیکل پر مسجد جاتے پھر اس سے بھی معذور ہوئے اور آخر وقت تک نماز کا اہتمام کیا بعض بعض دفعہ ایک ایک وقت کی نماز کئی کئی بار پڑھی، سخت تکلیف کے باوجود نماز کا تقاضہ کرتے، اور تیمم کرتے اور دیر تک نماز پڑھتے رہتے، آخرت کے حالات معلوم کرتے رہتے، جنت کے ذکر پر خوشی کا اظہار کرتے، اور اللہ سے اسے طلب کرتے، دوزخ سے پناہ مانگتے، بڑے صاحبزادے برادر معظم مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ (مصنف کتاب ''خانوادہ علم الہی'') جوان کی برابر خدمت میں تھے کچھ وصیتیں فرمائیں، جن میں نیک زندگی گزارتے رہنے کی تلقین کی، غریبوں سے حسن سلوک، عزیزوں اور بھائیوں سے صلہ رحمی کو کہا، اور انتقال سے دو روز قبل کہا کہ ''گواہ رہو کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، اور میں غریبوں سے محبت رکھتا ہوں، انتقال کے وقت خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ قریب تھے، اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، ۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲/اگست ۱۹۷۵ء میں ۸۳ سال کی عمر میں اپنے مستقر پر تکیہ کلاں رائے بریلی میں دس بجے دن میں داعی اجل کو لبیک کہا اور والد صاحب کو انجام بخیر ہونے کی فکر بہت زیادہ رہا کرتی تھی، عیادت کرنے والوں اور اپنی اولاد سے اکثر اسی فکر کا اظہار فرماتے۔ اللہ نے ان پر فضل فرمایا۔

والد صاحبؒ دین کی محبت کی وجہ سے اخیر عمر میں فرماتے تھے کہ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہماری اولاد نے دین کی تعلیم حاصل کی اور وہ خدمت میں مصروف ہیں، وہ فرماتے کہ اگر کوئی اچھی خوشی کی بات ہو تو ہمیں بتا دیا کرو تا کہ خدا کا شکر ادا کریں، تمہاری ترقی اور اچھے کام سے ہمیں خوشی ہوتی ہے، خال معظم مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ساتھ جب اسفار ہوتے تو فرماتے کہ ہمیں تفصیل سناؤ ہمیں اس سے خوشی ہوتی ہے۔

غسل دینے میں مشہور عالم دین مولانا محمد منظور نعمانیؒ شریک رہے، خال معظم مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وغفرلہ مغفرۃ تامۃً وادخلہ فی العلیین.

سیدہ امۃ العزیز صاحبہ

خاندان حسنی کے جید عالم دین اور بزرگ حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی نے اپنی اعلیٰ علمی و تاریخی تصنیفات سے امت اسلامیہ کے صرف علمی سرمایہ میں اضافہ نہیں کیا بلکہ ان کا مزید فیض یہ سامنے آیا کہ انھوں نے فرزندوں اور دختران کے سلسلہ میں بہت اچھے نمایاں افراد چھوڑے مولانا سید عبدالعلی (۱)

---

(۱) مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ کا نکاح ہنسوہ فتح پور میں ان کی ماموں زاد بہن سیدہ زہرہ بی سے ہوا یہ مولانا سید ابوالقاسم حسینی ہنسوی کی بیٹی اور مولانا سید خلیل الدین حسنی رائے بریلوی کی بھانجی تھیں، ان کے متعلق مولانا سید محمد ثانی حسنی مصنف کتاب ''خانوادہ علم اللّٰہی'' اپنی کتاب ''تذکرہ محمد الحسنیؒ'' میں لکھتے ہیں:

وہ ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں، اور اپنی ہمعصر خواتین میں بعض خصوصیات میں امتیازی شان رکھتی تھیں، ان کی شادی ۱۹۱۲ء میں ہوئی تھی، اس وقت سے لے کر وفات ۱۹۵۷ء تک...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

ناظم ندوۃ العلماء اور جدید وقدیم علم وثقافت کے جامع صلاح وتقویٰ کے ممتاز نمونہ اور ممتاز عالم دین ومفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے علاوہ دو دختران

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

......۴۵ سال اپنے شوہر کے ساتھ اس طرح رہیں جس کی مثال کم ملتی ہے، بڑی عبادت گزار، بڑی اطاعت شعار، بڑی سادہ مزاج، نام ونمود سے دور اور بے عملی سے نفور تھیں، ان کو علم دین کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ اکثر اوقات دینی کتابوں کا مطالعہ کرتی تھیں، خصوصاً ان کو مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ ''طریق النجاۃ'' سے بہت تعلق تھا، وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتیں اور برابر اس کا مطالعہ کرتیں، طریق النجاۃ مولانا محمد ابراہیم آرویؒ کی لکھی ہوئی ہے، جو ایک اہل حدیث عالم اور بڑے خوش اوقات بزرگ تھے، ان کا بیعت واجازت کا تعلق مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کے جد مادری حضرت مولانا شاہ سید ضیاء النبی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔

زہرہ بی بی اہلیہ ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب کو اپنی اولاد سے انتہائی تعلق اور بے پایاں محبت تھی، وہ ہر وقت ان کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتیں، اور ان کے لیے سراپا دعا بنی رہتیں، خصوصاً صاحبزادہ مولانا سید محمد الحسنی مرحوم سے، مگر یہ محبت تعلیم وتربیت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتی تھی، ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ ان کا بیٹا دین کا داعی اور مقرر وخطیب ہو، وہ اکثر کہا کرتیں کہ محمد! تم تقریر کیا کرو، جیسے علی کرتے ہیں، وہ چاہتی تھیں کہ ان کا لخت جگر اپنے چچا مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسا بنے، محمد میاں نے جب ''البعث الاسلامی'' کا اجراء کیا تو وہ بقید حیات تھیں، اس مبارک موقع پر ان کی خوشی کی انتہاء نہ رہی، بڑی پابندی صوم وصلوٰۃ تھیں، غیبت، چغلی، حسد اور سخت کلامی سے نفرت کرتی تھیں، صلہ رحمی، اور غریب نوازی ان کا خاص شعار تھا، محلّہ کی عورتیں، خاندان کی بیبیاں ان سے اتنی مانوس تھیں کہ پاس بیٹھنے میں لطف آتا تھا، کسی عورت یا بچے، بڑے بوڑھے، اپنے یا غیر کو ان کی زبان اور ان کے طرز عمل سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، ان کا انتقال ستمبر ۱۹۵۸ء میں ہوا۔

ان کے انتقال پر خاندان کے ایک بزرگ مولانا سید محمد طلحہ حسنی نے جو تعزیتی خط محمد میاں کو لکھا وہ خود اس کا ثبوت ہے، وہ لکھتے ہیں:

''وہ ان چند عورتوں میں تھیں جو غیبت نہیں کرتی تھیں، بڑی نصیب والی، بڑی خوبیوں والی خاتون تھیں''۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''تذکرہ محمد الحسنیؒ'' از مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ)

تدفین دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی کے خاندانی قبرستان میں ہوئی۔...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

سیدہ امۃ العزیز صاحبہ اور سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ جیسی ممتاز صفات کی خواتین بھی چھوڑیں، یہ دو بہنیں اپنے بڑے بھائی مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ سے عمر میں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

......اور اب انہی کے جوار میں ان کی سب بیٹیاں مدفون ہیں، اللہ مغفرت فرمائے اور اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کی صاحبزادیوں کا ذکر اس طرح ہے:

بڑی صاحبزادی سیدہ حمیرا صاحبہ مرحومہ (۱۹۲۰ء-۱۹۹۴ء) کا عقد تکیہ رائے بریلی کے اسی خانوادہ حسنی کے ایک صالح فرد جناب سید محمد مسلم حسنی صاحب دام مجدہ سے ہوا، سیدہ حمیرا صاحبہ نے ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کی آخری تاریخ کو لکھنؤ میں رحلت فرمائی، اور اپنے آبائی قبرستان رائے بریلی میں مدفون ہوئیں، اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں، ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت نے خصوصی اثر ڈالا تھا ان سے خصوصیت سے رائے مشورہ لیا جاتا، شفقت ومحبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کے بھری تھی، اللہ تعالیٰ خصوصی رحم وکرم اور مغفرت کا معاملہ فرما کر درجات عالیہ سے نوازے، دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے اپنے پیچھے چھوڑے، سیدہ زہراء اہلیہ مرحومہ مولانا سید احمد علی حسنی ندوی (ڈائرکٹر دار عرفات ومدیر سہ ماہی "تعمیر افکار" رائے بریلی) بڑی صاحبزادی ہیں، جنھوں نے ۱۲؍رمضان ۱۴۲۸ھ کو انتقال کیا، رحمہا اللہ تعالیٰ وغفرلہا مغفرۃ تامۃ، سیدہ طاہرہ اہلیہ صاحبہ سید محمد عاصم حسینی دوسری صاحبزادی ہیں، جناب سید حسن حسنی صاحب (راقم کے والد ماجد) بڑے بیٹے ہیں، دوسرے جناب سید حسین حسنی ندوی مرحوم نے دوشنبہ ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۲۹ھ کو وفات پائی، غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ، سب سے چھوٹے ڈاکٹر سید احمد الحسنی صاحب ندوی ہیں۔

دوسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ کا عقد مولانا سید محمد طاہر حسینی منصور پوری (مظفر نگر) سے ہوا، جو بعد میں ندوۃ العلماء کے مددگار ناظم ہوئے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ، انتقال فرما چکے ہیں، تکیہ رائے بریلی میں تدفین عمل میں آئی جہاں ان کی اہلیہ بھی مدفون ہیں، سیدہ فاطمہ نے ۱۱؍نومبر ۱۹۹۸ء کو لکھنؤ میں انتقال کیا، غفر اللہ لہا مغفرۃ تامۃ ورحمہا رحمۃ واسعۃ۔ وہ بڑی صالح اور ذہین اور باہنر خاتون تھیں، گوناگوں خصوصیات سے اللہ نے ان کو نوازا تھا، مزاج میں وہ اپنی والدہ سے بہت قریب تھیں، اور ان کے والدان سے بڑے مانوس تھے، ان کے بڑے بیٹے جناب مولانا سید سلمان حسینی ندوی مشہور ومعروف عالم دین...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

چھوٹی اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے عمر میں بڑی تھیں۔

والدہ صاحبہ سیدہ امۃ العزیز ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں تکیہ کلاں رائے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

......اور عظیم خطیب وداعی اور معلم ومصنف ہیں، دوسرے بیٹے مولانا سید اسحاق حسینی ندوی مرحوم نے مختصر علالت کے بعد ۱۱ر محرم ۱۴۲۷ھ کو انتقال کیا، بعض غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے اور بڑے ہی ہردلعزیز، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ورفع درجاتہ، تیسرے بیٹے مولانا سید صہیب حسنی ندوی جامعہ سید احمد شہید کٹولی کے مہتمم اور استاد حدیث ہیں، اور ایک بہن سیدہ مریم بی اہلیہ ڈاکٹر سید احمد الحسنی صاحب ہیں۔

تیسری صاحبزادی سیدہ خدیجہ کا عقد نامور مصنف اور مبلغ وداعی مولانا سید محمد ثانی حسنی مرحوم مصنف کتاب ''خانوادۂ علم اللہی'' (۱۹۲۵ء-۱۹۸۲ء) سے ہوا، مرحومہ کے متعلق مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی لکھتے ہیں: اللہ نے انھیں متعدد صفات وخصوصیات سے نوازا تھا، خاموش طبیعت، نیک دل اور نماز ودعا سے شغف رکھنے والی خاتون تھیں، نظم ونسق ان کے مزاج میں داخل تھا۔ (تتمہ کاروان زندگی، جلد ہفتم، ص:۳۱۳) ایک صاحبزادی (جو اس ناچیز کی والدہ ماجدہ ہیں) اور ایک فرزند مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی ہیں، ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ، ومدیر ماہنامہ ''رضوان'' بارک اللہ فی حیاتہ، سیدہ خدیجہ مرحومہ نے ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ راگست ۱۹۹۹ء کو تکیہ رائے بریلی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں، اور ان کی صاحبزادی راقم کی والدہ ماجدہ مرحومہ سیدہ امامہ حسنی نے ۱۴ رشعبان ۱۴۲۶ھ کو وفات پائی، آبائی قبرستان تکیہ رائے بریلی میں مدفون ہوئیں، غفر اللہ لہما مغفرۃ تامۃ ورحمہما اللہ رحمۃ واسعۃً. والدہ محترمہ سیدہ امامہ حسنیؒ نے اپنے والدین ماجدین کے حسن تعلیم وتربیت اور مخدومہ خیر النساء بہتر صاحبہ (والدہ معظمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ) اور ان کی دونوں صاحبزادیوں سیدہ امۃ العزیز صاحبہ اور سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ کی تعلیم وتربیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اور اس طرح علمی خصوصیت اور عملی صفات پیدا کیں، خواتین کے ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ کی معاون مدیر رہیں۔

چوتھی صاحبزادی سیدہ رقیہ حسنی مرحومہ کا عقد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے ہوا، یہ بھی ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے حقیقی بھانجہ ہیں، ندوۃ العلماء کے ناظم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور دیگر اہم تنظیموں کے مشیر کار اور اہم رکن ہیں،.......... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

بریلی میں پیدا ہوئیں، اور گھر میں ہی دینی تعلیم و تربیت حاصل کی، والد مولانا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

......اور متعدد کتابوں کے مصنف بھی، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے جانشین کی حیثیت سے عالم اسلام میں معروف ہیں، سیدہ رقیہ حسنی مرحومہ علم وفضل اور تقویٰ میں ممتاز خاتون تھیں، مؤثر مضامین ان کے قلم سے نکلے جس میں ملت کی ضرورتوں کی طرف رہنمائی کی، اور تعلیم و تربیت کے رہنما اصول بتائے، مشکل علمی مباحث کو بھی مطالعہ میں رکھتیں، اور اپنی رائے ظاہر فرماتیں، اللہ نے ان کو بڑی فراست اور اعلیٰ دماغ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تین صاحبزادیاں سیدہ میمونہ حسنی (معاون مدیر ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ اہلیہ مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی، سیدہ آمنہ حسنی اہلیہ مولانا سید عبداللہ حسنی اور سیدہ ہاجرہ اہلیہ مولانا سید جعفر مسعود حسنی ہیں، سیدہ رقیہ بی نے مختصر علالت کے بعد ۱۸/رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو انتقال کیا، تکیہ رائے بریلی میں مدفون ہیں، غفر اللہ لہا ورحمہا رحمۃ واسعۃ۔

پانچویں صاحبزادی سیدہ سکینہ حسنی عربی کے مشہور اہل قلم اور اسلامی مفکر مولانا سید محمد واضح رشید ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے عقد میں آئیں، ترجمہ قرآن مجید اور بعض درسی، دینی و عربی کتابیں اپنے ان ہی والد ماجد سے پڑھیں اور سبھی بہنوں نے ضروری دینی و عربی تعلیم اپنے اپنے وقت میں ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں، اور اس تعلیم کو دوسروں کے لیے مفید بنانے کے لیے مضمون نگاری کا اچھا ذوق بھی پیدا کر لیا، لکھنؤ کے ماہنامہ "رضوان" اور امرتسر کے "مسلمہ" میں ان صاحبزادیوں کے مضامین شائع ہوئے، علاوہ ان آخری صاحبزادی کے سب نے حضرت مولانا علی میاںؒ کی حیات میں وفات پائی، اور انہوں نے اپنی نمناک آنکھوں سے ان سبھوں کو رخصت کیا، اہلیہ محترمہ مولانا سید محمد واضح حسنی ندوی نے ۱۴۲۵ھ کے اواخر میں انتقال کیا، تکیہ رائے بریلی میں مدفون ہیں، غفر اللہ لہا ورحمہا رحمۃ واسعۃ، فرزند وحید مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی مدیر تحریر "تعمیر افکار" رائے بریلی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کی یہی پانچ صاحبزادیاں تھیں جو حیات رہیں، دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کا طفولیت میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ صاحبزادے مولانا محمد الحسنی کا تذکرہ کتاب میں مستقل آچکا ہے، ان کے صاحبزادگان مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی، استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا عمار حسنی ندوی، مہتمم مدرسہ مظہر الاسلام بلوچ پورہ لکھنؤ اور مولانا بلال حسنی ندوی نائب ناظم مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کے ساتھ ان کی والدہ مخدومہ خیر النساء بہتر صاحبہ بھی بڑی ذی علم و فضل اور باعمل خاتون تھیں، ۱۹۲۰ء میں ان کا نکاح خاندان میں ہی سید رشید احمد صاحب حسنیؒ سے ہو گیا، جو ان کی والدہ کے حقیقی بھانجہ اور والد کے قریبی رشتہ میں بھتیجہ تھے، دونوں باہمی انس و محبت کے ساتھ رہے اور معاشی اعتبار سے نامساعد حالات میں بھی الفت و محبت، صبر و شکر و سیع القلبی اور قناعت کے ساتھ رہے، اور اپنے طرز عمل اور سلوک سے حالات کی ناسازگاری محسوس نہیں ہونے دی، جب کہ اس سے پہلے خوش حالی کا زمانہ دیکھا تھا کہ والد صاحب کا خاندان زمیندار خاندان تھا، والدین ماجدین نے خاندان کے زمیندارانہ مزاج سے ہٹ کر دیندارانہ رویہ اختیار کیا، اور معاشی ضرورت کے باوجود اپنے بیٹوں کو خالص دینی راہ پر گامزن کیا، جس کی بنا پر وہ سب عالم دین ہوئے، اور امت مسلمہ کی ضرورت اور تقاضوں کے مطابق انہوں نے طریقۂ کار اختیار کیا، سیدہ امۃ العزیز صاحبہ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی بہت اچھا طرز اپنایا، اپنے بڑے بھائی کی عزت و اطاعت اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ شفقت و محبت کا رویہ اختیار کیا، اس کو بیان کرتے ہوئے اور ان کی دوسری خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

”مرحومہ اپنے والد نامدار مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی تھیں، مولانا کے صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم سے عمر میں چھوٹی اور راقم سے بڑی تھیں، اور چار فرزندوں سید محمود حسن مرحوم، مولوی سید محمد ثانی مرحوم، مولوی سید محمد رابع ندوی اور مولوی سید محمد واضح رشید ندوی (سلمہا اللہ و أطال بقاء ھما) کی والدہ محترمہ ان میں سے دو صاحبزادوں کا انتقال ان کے سامنے ہو گیا تھا، (بڑے

بیٹے سید محمود حسن مرحوم کا ۲۱ سال کی عمر اور عین جوانی میں اور ثانی الذکر فاضل ومصنف اور داعی الی اللہ مولوی سید محمد ثانی حسنی کا ۵۷ سال کی عمر میں) اور انہوں نے صبر واحتساب کے ساتھ اس کو برداشت کیا تھا۔

مرحومہ کا بیعت واصلاح کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سہارن پور سے تھا، ان کے مشفقانہ خطوط جن میں کہیں کہیں ''ہمشیرہ صاحبہ'' سے خطاب ہے اکثر محفوظ ہیں۔

ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ اپنے اسلاف اور خاندانی خصوصیات سے متصف اور ان کی وارث اور نمونہ تھیں، شفقت عام، صلہ رحمی، حسن سلوک، ذکر وعبادت، دعا وتضرع ان کی خاص صفات تھیں، غفر اللہ لھا ورفع درجاتھا.

جہاں تک اس راقم کا تعلق ہے مرحومہ کو اس کے ساتھ شفیق ماں کا سا تعلق تھا، وہ بھی ان کو اسی نظر سے دیکھتا، اور یہی محسوس کرتا تھا، جب اپنے مسکن رائے بریلی پہونچنا ہوتا سب سے پہلے ان کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوتا، اور وہ انتہائی مسرت کا اظہار فرماتیں، جب باہر جاتا تو ان کی دعائیں لیتا ہوا اور وداعی سلام کرتا ہوا جاتا''۔ (کاروان زندگی حصہ ششم، ص: ۲۲۴-۲۲۶)

سانحۂ وفات کے تعلق سے جو کہ رمضان المبارک اور اس کی تیئسویں شب میں پیش آیا جو کہ ممکنہ شب قدر تھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تقدیر الٰہی اور خدا کی مرضی (جو کبھی رحمت وحکمت سے خالی نہیں ہوتی) کہ اس مبارک مہینہ میں چار دن کے فصل سے دو اہم حادثۂ وفات پیش آئے، ایک حادثہ راقم کی حقیقی برادرزادی اور مولوی سید محمد رابع ندوی سلّمہٗ کی اہلیہ سیدہ رقیّہ دختر ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحب مرحوم کی وفات کا تھا جو ۱۸ ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ جمعرات کے دن ۹ ر بجے صبح لکھنؤ کے ایک

www.abulhasanalinadwi.org

اسپتال میں پیش آیا، اورنماز جنازہ وتدفین دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد کی پشت پر خاندانی قبرستان میں ہوئی، غفر اللّٰہ تعالیٰ لہا و اثابہا۔ اس حادثہ سے ٹھیک چار ہی دن بعد راقم کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ امۃ العزیز صاحبہ (جو بالکل مادر محترمہ مشفقہ کے قائم مقام تھیں) والدہ عزیزان عزیز القدر مولوی سید محمد رابع ندوی ومولوی سید واضح رشید ندوی کی اچانک وفات کا حادثہ ۲۳/رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو (۱۲-۱۳ فروری ۱۹۹۶ء کی درمیانی شب میں) پیش آیا، پہلے سے اس حادثہ کے پیش آنے بلکہ قرب کے آثار نہیں تھے، البتہ کئی گھنٹے پہلے سے ذکر وتسبیح اور استغفار کی طرف ان کی طبیعت نمایاں طریقہ پر مائل نظر آئی، راقم کو ڈیڑھ بجے رات کو سوتے سے جگایا گیا، گھر جا کر دیکھا تو حادثہ پیش آچکا تھا، یا پہنچنے کے بعد ہی چند منٹ میں پیش آیا......

تدفین حضرت شاہ علم اللہ صاحب کے روضہ میں اپنے والدین ماجدین، برادر محترم اور فرزند ارجمند عزیزی مولوی محمد ثانی مرحوم کے جوار میں ہوئی غفر اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہا''۔ (کاروان زندگی، حصہ ششم، ص:۲۲۴-۲۲۷)

حادثہ پر اپنے تأثر اور اہل تعلق کے تأثر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اگر یہ مہینہ رمضان کا نہ ہوتا، تو راقم اس کو ''شہر الحزن'' لکھتا، کہ یہ دو عظیم حادثے تابڑتوڑ پیش آئے، لیکن ان دونوں جانے والیوں کے حق میں یہ رحمت وانتظام خداوندی تھا، کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں ان واقعات کے پیش آنے سے ان کے لیے جو دعائیں کی گئیں اور قرآن پڑھ کر ایصال ثواب ہوا، وہ زمانہ اور فضا کے فرق سے بہت کم مسافرین آخرت کو حاصل ہوتا ہے، تعزیت اور ایصال ثواب کی اطلاع کے بھی مختلف شہروں اور سمتوں بلکہ ملکوں سے راقم کے نام اور ان کے فرزندوں کے نام اتنے خطوط آئے جو بہت کم دیکھنے

www.abulhasanalinadwi.org

میں آتے ہیں، پھر اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حج کا زمانہ آگیا، مخلص احباب نے حرم شریف اور منیٰ و عرفات میں دعائیں کیں، بعض نے ایصال ثواب اور دعاؤں کے لیے طواف کئے، ایک عزیز دوست نے حج بدل بھی کیا، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ". (کاروان زندگی حصہ ششم، ص: ۲۲۶-۲۲۷)

خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اس اقتباس کے بعد مرحومہ کے چھوٹے فرزند مولوی سید محمد واضح رشید حسن ندوی سلمہٗ (حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) کے ایک اقتباس پر مضمون ختم کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

والدہ صاحبہ اعلیٰ علمی، ادبی ذوق رکھتی تھیں، انہوں نے متعدد اصلاحی مضامین لکھے اور بعض موضوعات پر کتابیں بھی لکھیں، اولاد کی تربیت پر خاص توجہ کی، انبیاء صالحین کے تذکروں سے ان کی ذہنی تشکیل کی فکر کی، وہ اپنی والدہ کی خدمت کے ساتھ اپنے شوہر کی خدمت اور اولاد کی تربیت اور اہل تعلق کی خدمت و مدد پر خصوصی توجہ کرتیں، خاص طور پر غریبوں، مسکینوں کا بے حد خیال کرتیں، حتی کہ کسی غریب و مسکین نے اپنی کسی خواہش اچھے کھانے یا اچھے لباس کی ظاہر کی یا تمنا کی، تو اس کو انہوں نے دشواری کے ساتھ بھی پورا کیا، ایک بنگھن نے بریانی زردہ کی خواہش کی تو اس کے لیے اس کا انتظام کیا، غریبوں اور مسکینوں کی حاجت روائی کا ترجیحی عمل ہوتا، فرماتیں کہ عید میں ہمارے بچے اچھے لباس پہنیں اور دوسروں کے یہاں کھانے کو بھی نہ ہو، یہ جذبہ اس حد تک ان میں بڑھا ہوا تھا کہ قرض لے لے کر وہ مدد کرتیں، اور بڑی مہمان نواز تھیں۔

نماز تلاوت کا اہتمام گھر کے کام کاج کے ساتھ کرتیں اور اولاد کو اس کا اہتمام کرنے کی تاکید کرتیں، خلاف شرع کام پر سخت ناگواری ظاہر کرتیں، نیک

www.abulhasanalinadwi.org

کاموں میں اخفاء سے کام لیتیں اپنے بارے میں یہ احساس بہت بڑھا ہوا تھا کہ ہم بہت بُرے ہیں، یہ بات اختلاج کے مرض تک پہونچ گئی تھی، اس سلسلہ میں وہ اپنے سارے خواطر اور احساسات کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر بیان کرتیں، حضرت شیخ بڑے تشجیعی کلمات تحریر فرماتے، ایک خط میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا کہ ہم تمہارے لیے برابر دعا کرتے ہیں، اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام بھی روز پیش کرتے ہیں، اور تمہاری اولاد اور پوتوں پوتیوں کی طرف سے بھی۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org